



دول در کویصد قلمت اولی کتب بر فضل علم نظم و معنی و قلیه زیر کیم بر شرف علم کلام و عقاید و علم  
سلوک و فواید حکمت و فزونی علم اسرار و علم حصول دال با واضح بیان مست و دانان خبر و دوان تصوف  
و شش سلوک و اسرار است از علم دین یک عیان است و با اتفاق بابل مذاق شنوی را در کتب این  
ن خاص نشان است لکن از اطفال و مختل و تنبیان مست به بنا علیه این شرح ارد و که معنوی است

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

طَاعُوا فِيهِ لَنَا طَاعُوا فِيهَا هُوَ كَرِ

رَبِّ لَيْسَ وَلَا تَعْبُرُوا تَمَّ بِالْخَيْرِ  
حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَسَلَامًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمهيد و فترت الثالث كليد مشنوی

اِنْ حَضَرَ بِلَهْ وَ كَعْبُو لَنَا الْمَوْلَى الْحَاجُّ الْقَارِي الشَّاهِ مُحَمَّدٌ اشْرَفَتْ عَلَيَّ صُنَاؤُهُمْ

(٢)

بَعْدُ حَمْدُ اللَّهِ قَسَامُ اللَّهِ	ثُمَّ تَسْلِيمٌ عَلَى خَيْرِ الْوَرَى
لَمْ مِّنْ فَيْضِ الْجَلَالِ الْمَعْنَوَى	شَرَحَ تَائِي الشُّطْرَيْنِ الْمَتْنَوَى
مُحِبًّا شَبِيرَ نَجِّ يَاجِبِيبَ	حَزَنًا مِّنْ شَرْحِهِ أَوْ فِي النَّصِيبِ
فَأَشْرَحَ الثَّالِثَ بِجِدِّ اجْتِمَاعِ	طَالِبِينَ الْعَوْنِ مِنْ رَبِّ الْعَبَا
هَكَذَا مَا بَعْدَهُ بَاقِي الشُّطُورِ	نُورٌ نُّورٌ فَوْقَ نُورٍ فَوْقَ نُورٍ

نور فوق نور فوق نور

بعد في ايمان فقط النوار مع مرآة اشارة الى ان عدد هذه الدفاتر التي شرحت بهذا الطرز اربع من الثاني الى الخامس وفي نسخة اشارة الى كون كل الدفاتر ستة ١٢ سنة تعلم

# بیج اول از دفتر سوم شوقی معنوی سوم به کلیه شوقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## شرح مسیبه

<p>این سوم دفتر که سنت شده است بار در سوم دفتر به سل اعذار را نزد عروقه که حرارت می جهد نزد قتیله و پنبه دروغن بود نزد طناب و استننه قائم بود بود از دیدار حلاق و دود هم زرق دال نزد طعام و ز طبق تا ز روح و از ملک بگذشته اند بر تو آتش شد گستان چرخ خلیل</p>	<p>اے ضیاء الحق حسام الدین بیار بر کشا بگنجه اسرار را قوت از قوت حق می زهد این چراغ شمس کو روشن بود سفت گردوں کو چنین دائم بود قوت جبریل از مطیع نه بود هم چنین این قوت ابدال حق جسم شان را هم ز نور اسرشته اند چونکه موصوفی باورند جلیل</p>
--	--

در دفتر اول از کلیه شوقی  
در دفتر دوم از کلیه شوقی  
در دفتر سوم از کلیه شوقی  
در دفتر چهارم از کلیه شوقی  
در دفتر پنجم از کلیه شوقی  
در دفتر ششم از کلیه شوقی  
در دفتر هفتم از کلیه شوقی  
در دفتر هشتم از کلیه شوقی  
در دفتر نهم از کلیه شوقی  
در دفتر دهم از کلیه شوقی  
در دفتر یازدهم از کلیه شوقی  
در دفتر دوازدهم از کلیه شوقی  
در دفتر سیزدهم از کلیه شوقی  
در دفتر چهاردهم از کلیه شوقی  
در دفتر پانزدهم از کلیه شوقی  
در دفتر شانزدهم از کلیه شوقی  
در دفتر هجدهم از کلیه شوقی  
در دفتر نوزدهم از کلیه شوقی  
در دفتر بیستم از کلیه شوقی



گرد و آتش بر تو هم بر ذی السلام

هر مزاجی را عناصر مایه است

این مزاجت در جهان منبسط

اے دروغا عرصه افهام خلق

اے ضیاء الحق بحدق رانے تو

کوہ طور اندر تجلی خلق یافت

صَادِدٌ كَاَمِنُهُ وَ انْشَقَّ الْجَبَلُ

لقسمه بخشی آید از هر کس

خلق بخشد جسم را و روح را

این گے بخشد که اجلالی شوی

تا نه گونی سر سلطان را بکس

گوشش آنکس نوشتد اسرار جلال

خلق بخشد خلق را لطف خدا

اے عناصر مزاجت را غم

این مزاجت بر تراز هر پایه است

وصف وحدت را کنوشد ملقط

سخت تنگ آمدند از خصل خلق

خلق بخشد سنگ را حلوائے تو

تا که می نوشید و می را بر تافت

هَلْ زَايْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقَعَ الْجَبَلُ

خلق بخشی کار نیز دانست و بس

خلق بخشد بهر هر عضو جدا

از دعا و از دغل حالی شوی

تا نه ریزی قند را پیش مگس

کو چو سوسن صد زبان افتاد لال

تا غر و آب و بر و بد گدا

باز حیوان را به بخشد خلق و لب  
 چون گیاہش خورد حیوان گشت فرت  
 باز خاک آمد شد ارکان بشر  
 فرما دیدیم وہاں شان بسملیان  
 برگمارا برگ از انعام او  
 رزقمار از رقت او می دهد  
 نیست شرح این سخن راستی  
 جمله عالم آکل و ماکول داں  
 این جهان ساکنانش منتشر  
 این جهان و عاشقانش منقطع  
 پس کریم آنست کو خود را و دہ  
 باقیات الصالحات آمد کریم  
 اگر نزار اندیک تن بشین نیست

تا گیاہش را خورد اندر طلب  
 گشت حیوان تقاسمیان و رفت  
 چون جدا شد از بشر روح و بصیر  
 گر بگویم خوردشان گردد و دراز  
 دایمگان را دایہ لطف عام او  
 زانکہ گندم بے غذائے کے زہد  
 پارہ گفتسم بدایں زراں پارہ با  
 باقیان را مقبل و مقبول داں  
 و ان جهان ساکنانش ستم  
 اہل آن عالم محسد مجتمع  
 آب حیوانے کہ مانند تما ابدہ  
 رستاز صد آفت و خطار و بیم  
 چون خیالات عدد اندیش نیست

آکل و ماکول را خلق است و نمائے  
 خلق بخشید او عصائے عدل را  
 و اندر و افروزش ذراں جمله اکل  
 مرئییں را چون عصا حق خلق داد  
 پس معانی را چو اعیان حلقها است  
 پس زماہی تا بہ سہ از خلق نیست  
 خلق نفس از وسوسہ خالی شود  
 خلق جاں از فکر تن خالی شود  
 خلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر  
 بشرط تبدیل مزاج آمد بیدار  
 چوں مزاج آدمی گل خوار شد  
 چوں مزاج رشتاں تبدیل یافت  
 دایہ کوشیر خوارہ طفل را

غالب و مغلوب را عقل است و نمائے  
 خور و اوچتہاں عصا و حیل را  
 زانکہ حیوانی نبود شش اکل و شکل  
 تا بخور و او ہر خیالاست کہ ز او  
 رازق خلق معانی ہم خداست  
 کہ بجزب ما بہ او را خلق نیست  
 میہمانے و سہ احبلائی شود  
 وانگہ روز ریش احبلائی شود  
 یافت او بے ہضم مہدہ رزق بکر  
 کہ مزاج بد بود مرگ بدار  
 زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شد  
 رفت رشتی و رشتاں چوں شمع تافت  
 تا ز نعت پاکت را و راغذا

و ایہ کو طفل شیر آموز را  
 اگر نہ بند در راہ یک پستان برو  
 زانکہ پستان شد حجاب آں ضعیف  
 پس حیات ماست موقوف فطام  
 چوں جنین بد آدمی خوں بد غذا  
 چوں جنین بد آدمی خوں خوار بود  
 از فطام خوں غذایش شیر شد  
 وز فطام لقمہ تقمانے شود  
 اگر جنین را کس بجفتے در رسم  
 یک زمینے خرے با عرض طول  
 کوہ ہاو بحر ہاو دشت ہا  
 آسمانے بس بلند و پر ضیا  
 از شمال و از جنوب و از دیور

تا بہ نعمت خوش کند بد پوز را  
 بر کشاید راہ صد پستان برو  
 از ہزاران نعمت خواں و غنیف  
 اندک اندک جہد کن تم الکلام  
 از خمس مومن برو پاکے کذا  
 بود اورا بود از خوں تار و پود  
 وز فطام شیر لقمہ گیر شد  
 طالب و مطلوب پنہانے شود  
 ہست بیرون عالمے بس منتظم  
 اندر و بس نعمت و بچید اکول  
 بوستانہا باغ ہاو کشت ہا  
 آفتاب و ماہ تاب و صد ہا  
 باغما دار و عروسیہا و سور

۷)

در صفت نایب عجائب هائو آن  
خون خوری در چار میج تنگنا  
او بحکم حال خود دست کربے  
کایں محالست و فریب است غرور  
جنس چیزے چون ندید ادراک او  
بچنانکه خلق عام اندر جہاں  
کیں جہاں چاہیست بتلایک تنگ (۸)  
چیم در گوش کسے زایشان نرفت  
گوش را بند طمع از استماع  
بچنانکه آن جنین را طمع خون  
از حدیث این حساں محبوب کرد  
زین همه انواع نعمت ماند فرد  
بر تو هم طمع خوشی این حساں

تو درین ظلمت چه در امتحاں  
در میان حبس انجاس و عننا  
زین رسالت معرض و کافر شے  
ز انکه و ہم کو رازین معنی ست دور  
نشود ادراک سن کرناک او  
زراں جہاں ابدال می گویند شاں  
ہست بیرون عالمے بے بود رنگ  
کایں طمع آمد حجاب ثروت و زفت  
چشم را بست در غرض از طمع  
کان غذا و آواست در او طاق و  
خون تن را بردش محبوب کرد  
غیر خون او می نداند چاشت خورد  
شد حجاب آن خوشی جاوداں

طمع فوق این حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد دور
پس طمع کورت کند نیکو بیدار	بر تو پوشاند لقیں ربے گماں
حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فراید از طمع
از طمع بیزار شو چوں رستان	تا نہی پایر سر آں آستان
کاندراں در چوں در آئی وار ہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
چشم جانت روشن و حق ہیں شود	بے طلام کفر نور دین شود
پند پیران را پذیرا شو بجایاں	تا نہی از خوف و مانی در اماں
بشنو کنوں قصہ تمثیل آں	تا بسایہی در حقیقت نور آں

(۹)

اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لائیے اسلئے کہ تشلیت سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلاف فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدل کر جبکہ اختلاف فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں ٹکس فی اذہان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح و ضرورت شیخ کو دو بار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرما دیا ہے تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرما دیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ بھی طرح سمجھیں اگر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سب کو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزائنہ لکھ دیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پائیدار سبب ظاہرہ کو شبہ نہوتا چاہئے کہ منشاء قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جس کا منشاء عروق نہوں کیونکہ سببات کیلئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں

اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اس پر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی سبب سے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کیلئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی علیٰ ہذا اسقف خمیدہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کیلئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو جو جبریل کو حق سبحانہ نے شدید القویٰ و دومیہ فرمایا ہے حالانکہ ان کی قوت کھانے پینے اور رگ وریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ اسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے پس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے اگر نشان اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم ان کے اجسام کو اپنے اجسام کے مثال دیکھ رہے ہو لہذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اسلئے کہ ان کے اجسام تمہارے اجسام سے گودیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں محال نہیں کیونکہ ان کے رگ وریشہ میں نور پرست ہو گیا ہے اسلئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے جسم کا غیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدمہ سے فارغ ہو کر حیرت ملام الدین کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور مخلوق باخلاق اللہ ہیں آپ ہموی اعذار سے کیا متاثر ہوتے کیونکہ آپ تو بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات و غضب کس قدر تیز ہے مگر غلام کی طرح آپ کے لئے گلسٹاں اور ٹھنڈی اور غیر مضر بن گئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہر عناصر سے ہیں جس پر عناصر ہونگے اسلئے یہ آتش بھی مضر ہوگی اور جبکہ عناصر مغلوب ہوں گے اسلئے یہ آتش بھی غیر مضر ہوگے چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا مضر ہو سکتی ہو آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا مادہ عناصر رابعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب کے فائق ہے کہ اس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فرخ میں آپ کے مزاج نے جو تخلیق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد حق سبحانہ حاصل کر لی ہے جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جس میں عناصر کو دخل نہیں جسکی بنا پر جلیط عناصر حق سبحانہ کیلئے مغلوب و مغبور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب و مغبور ہونگے پس اب وہ مشبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کیلئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے اراک حقیقت ان کے اندر پہنچ سکے لیکن ارضیاء الحق والدین آپ کی مہارت نامہ و کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال بچہ میں ہی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہنچ کر اٹکوا آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے تو پھر بھی انسان ہیں اور گو نہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بری بات نہیں یہ میرا گوہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعویٰ پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کہ وہ طور پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کیلئے انہیں حلق پیدا ہو گیا حتیٰ کہ اس لئے وہ شہر آب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں سے

(۱۰)



پھر کو بھی اونٹ کی طرح و جد میں بکھا ہے ہرگز نہیں پھر کہ طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ مشابہ ہے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب خلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اسکے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو بات سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ مدح الصدق متصف یا وصاف حق سبحانہ اور تعجب حق جل عظمتہ بوحدة الاصطلاح ہے ہیں اور تصرف میں جارح حق سبحانہ ہیں اسکے ملائے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ مدح الصدق تعجب میں خلق پیدا کر سکتے ہیں اسکے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانائے سکتا ہے مگر خلق نہیں دیکھتا خلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں فیجی بواسطہ جارح جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور فیجی بلا واسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہوگا رفت یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اسکو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین خلق دعوے کر سکتے ہیں اور کھانا دینا اور خلق دینا حقیقتہً دونوں فعل حق سبحانہ کے ہیں پس اگر با نظر الی الحقیقۃ عباد سے اسکی نفی کی جائے تو دونوں منہی ہونگے اور اگر با نظر الی الظاہر عباد کیلئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہو گئے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کیلئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطای طعام میں قدرت و اختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت و اختیار بھی نہیں سن اللہ ہے اسلئے اسکو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے خلق میں قدرت و اختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ یہاں محض قدرت الہیہ کام کرتی ہے اگرچہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اسلئے اسکو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطای طعام کو لہذا اسکو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا پس محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں واللہ المثل لا۔

مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پھر کو خلق جسے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر خلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور تناقض بھی نہ ہوگا اور اعطای طعام اور اعطائے خلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائیگا واللہ اعلم اور معلوم ہو اگر اعطائے خلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اسکے مناسب خلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب خلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کیلئے۔ اور اسرار و معارف الہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اشی وقت خلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ متعلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دعا و غل و دیگر ملکات سیئہ سے پاک صاف ہو جائے اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الہیہ کو فاش نہ کر سکے تاکہ وہ ان قدر کے مثل لذیذ علوم کا شوق نہ کرے کہ انہوں کے سامنے جو کہ کسی کے مانند میں بیان نہ کرنے لگے کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہو اسکی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا

کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سوز بانیں رکھتا ہو لیکن گونا گونا گویا ہوتی ہیں زبان رکھتا ہو  
مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اسکو اسکی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات مجاہدات  
میں مشقت اٹھانے اور ملکات و ذلیکہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوتی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے  
خاک کو بھی خلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتی کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات  
پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو خلق عطا فرماتے ہیں حتی کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کو کھا کر حیوان ہوتا ہے  
ہوتا ہے تو انسان اسکو خلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اسکو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب  
پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس خلق سے جو اس کے مناسب اسکو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ انکی  
روح و جو اس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اسکے علاوہ میں نے بہت ذریعہ اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جنکو ان کے  
مناسب خلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کیلئے منہ کھولے ہوئے ہیں جنکی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان  
کروں تو بہت طول ہو جائے حق سبحانہ نے اپنی انعام سے پتوں کو بھی سماں تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا  
لطیف تمام مریوں کی بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزق کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشو  
و نما پا سکتے ہیں اس گفتار کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اسکے بے تعدا حصوں میں سے  
ایک مختصر حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اسکو فنا کرتا ہے اور جو اکلیت و ماکولیت  
مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں یہ عالم ناسوت اور اس کے رہنے والے یعنی  
وہ لوگ جو آئیں منہمک ہیں سب بشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اس کے رہنے والے ستم اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے  
عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ  
عدم مخالفت اغراض کے اختلاف نہیں (ف) یاد رکھو کہ اہل بشر کو جو باقی کہا ہے سو اس بقا سے بقا و حیات  
روحانی مراد ہے اور بقا غیر اہل بشر سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ  
عدم کے ضمن میں تمام کے اکل و ماکول ہونے اور اہل بشر کے اس قضیہ سے خارج ہونے سے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم  
اکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک اور اہل بشر منہمک نہیں گو فی الجملہ اکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے  
اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل بشر بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے  
اور اکل و ماکول سے تو اہل بشر بھی خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل بشر کے سوا سب فانی  
ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص ہی ہے جو اپنی روح کو آپ حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کر جو جس  
کہ اسکی حیات روحانی ابدی حاصل ہو یا قیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے  
لا خوف علیہم ولا حسرت یخزنون نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ ان کو کوئی  
ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جسکی طرف اور اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں  
کیونکہ نسبت کا مقصود واحد ہوتا ہے اسلئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا و متبائن نہیں ہوتے جیسے اس

شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مابین ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علیٰ ہذا القیاس جبکہ اس طرح نظر انگلیت و ماکولیست اور جو انہیں میں منہمک ہیں ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل و رائے عطا ہوئی ہے یہاں تک مضمون ارشاد ہی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنے والی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاشعری کو بھی خلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاشعریوں اور سب کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اسکی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقتہ حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اسکی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اسکو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اسلئے اس میں اس اکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصبائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی خلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو خلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے جو ان کے مناسب ہے اور خلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب خلق نہ کھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی خلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی و سوس وغیرہ اسکی غذاؤ عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے شفع ہوتی ہے اور وسوس و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اسوقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اسوقت اسکی الامام حق سے ہمانی کیجاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اسوقت اسکو حق سبحانہ تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر صلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اسوقت انکو نیا رزق ملتا ہے جسکو مضمون معادہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور تبدیل مزاج اسلئے مشروط ہے کہ سہو مزاج سہو مزاج والوں کے لئے ہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اسکی اصلاح نہ ہو اسوقت تک کوئی غذا عاقلہ مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھائے کا عادی ہوتا ہے تو اسکی رنگت رزد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ یہی قوی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جبکہ سہو مزاج جاتا رہا تو اسکی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اسلئے اس روحانی غذا کیلئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس متنی الاخلاق والذکات شخص کو گھجوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اسکو طفل شیرخوار سے ہے کہ جس طرح وہ دودھ کے سبب غذائیغیہ سے محروم ہے یوں ہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ و اخلاق رذیلہ کے سبب بہترین و اصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرح واپ طفل شیرخوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اسکی غذا بناتی اور اسکی برے مت کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمت سے اچھا کرتی اور اسکی چاٹ لگاتی ہے یوں ہی وہ شخص اسکو بھی ان غذاؤ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگائے

کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو مومن کی طرح سوز بانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو  
مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اسکو اسکی قدر پہچان بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات  
میں مشقت اٹھانے اور ملکاتِ رذیلہ کو دور کرنے سے اس پر اس شرط کی ضرورت ہوتی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے  
خاک کو بھی خلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتی کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات  
پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو خلق عطا فرماتے ہیں حتی کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کو کھا کر حیوان ہوتا تا وہ  
مہوتا ہے تو انسان اسکو خلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اسکو عطا رہا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب  
پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس خلق سے جو اس کے مناسب اسکو عطا رہا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ انکی  
روح و حواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اسکے علاوہ میں نے بہت ذرا اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جنکو ان کے  
مناسب خلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کیلئے مٹہ کھولے ہوئے ہیں جنکی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان  
کروں تو بہت طول ہو جائے حق سبحانہ نے اپنی انعام سے پتوں کو بھی سامانِ تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا  
لطف تمام مریضوں کی بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقون کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشوونما  
پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اسکے بے تعداد حصوں میں سے  
ایک مختصر حصہ ہے غلات یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اسکو فنا کرتا ہے اور جو اکلیت و ماکولیت  
مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحبِ اہل و مرقبول حق سبحانہ میں یہ عالم ناسوت اور اسکے رہنے والے یعنی  
وہ لوگ جو ان میں منہمک ہیں سب نشتر اور فانی ہیں اور وہ عالم خفی اور اسکے رہنے والے ستم اور ابدی ہیں دنیا اور اسکے  
عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اسکے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ  
عدمِ مخالفت اغراض کے اختلاف نہیں (ف) یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقا سے بقا و حیات  
روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدمِ حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ  
عدم کے ضمن میں تمام کے اکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے سے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم  
اکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک اور اہل اللہ منہمک نہیں گویا الجملہ اکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے  
اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے  
اور اکل و ماکول سے تو اہل اللہ بھی خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی  
ہیں تو کریم اور بھالائے اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آپ حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے  
کہ اسکی حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے  
لا خوف علیہم ولا حسرت لہم ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ اور جنکی  
ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جسکی طرف اور اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس کے زیادہ نہیں  
کیونکہ نسب کا مقصود و اعدا ہوتا ہے اسلئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا و تباہ نہیں ہوتے جیسے اس

شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مابین ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دوسرے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علیٰ ہذا القیاس جبکہ سطح نظر انکلیت و انکلیت کے اور جو انہیں میں سمجھتا ہے ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب و مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل و رائے عطا ہوئی ہے۔ یہاں تک مضمون ارشاد ہی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنے والی اور ظلم کو دفع کرنے والی لائحہ کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لائقوں اور سیونکو کھائی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اسکی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقتہ حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اسکی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اسکو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اسلئے اس میں اس اکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصبائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ شیخ سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ کھیتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی دوسرے وغیرہ اسکی غذا عارضی ہیں و حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور دوسرے و شکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اسوقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اسوقت اسکی انعام حق سے ممانعت کیجاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اسوقت اسکو حق سبحانہ تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الایہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل و دل فکر صلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اسوقت انکو نیاز رزق ملتا ہے جسکو ہضم معده کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور تبدیل مزاج اسلئے مشروط ہے کہ سو مزاج سو مزاج والوں کو لئے ہر ملک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اسکی اصلاح نہ ہو اسوقت تک کوئی غذا عارۃ مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھائے کا عادی ہوتا ہے تو اسکی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کبھی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جبکہ سو مزاج جاتا رہا تو اسکی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اسلئے اس روحانی غذا کیلئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سبب الاخلاق و الملکات شخص کو گھنوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اسکو طفل شیر خوار سے ہے کہ جب سطح وہ دودھ کے سبب غذایہ نفسیہ سے محروم ہے یوں ہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سببیہ و اخلاق ردیہ کے سبب بہترین و اصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جسطرح واپٹ طفل شیر خوار کا دودھ چھوڑ کر دیگر نعمتوں کو اسکی غذا بناتی اور اسکے برے ثمنہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اسکی چاٹ لگاتی ہے یوں ہی وہ شخص اسکو بھی ان غذاؤں فاسدہ یعنی ملکات ردیہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگائے

یعنی اسکو معرفت الہی کی جہاں لگا ہے دایہ ہوقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ  
 سو باغوں کی راہ اُسپر کھول کر اُسکو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اُسکی سبب انواع و اقسام کے میوے کھا سکے  
 قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کو زچہ کے لئے ہزاروں نعمتوں و طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع ہوتا  
 اس لئے اس مانع کو دور کر دیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھ لو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق  
 رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑنا چاہے تو چین بچین نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہ ہو تو آہستہ  
 آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے انشاء اللہ ایک دن ٹکودہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائیگی اور اس شیخ  
 کی طرح ہم بھی محرومی سے بچ جاؤ گی اس تدریجی ترقی کی نظر ہم ٹکودہ محسوسات میں دکھلانے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم  
 مادر میں تھا تو خون حیض اُسکی غذا تھی اور اپنی جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اُسکی سستی کا دار و مدار ہی  
 خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے  
 لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھایہ پاک ہے جب دودھ چھوڑتا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے  
 جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوڑتی ہے تو اُسوقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور  
 حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذا کے روحانی سے مستمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک  
 ہوتا ہے اور یوں مافیہ و تاہی اُسکی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے ٹکودہ اس کا تقرب  
 نہ آئیگا اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ تھاری حالت ایسی ہو جیسے بچہ شکم اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر تسوق النظام  
 اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز و شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہو اہیں بہت سی چیزیں  
 اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں انہیں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیں اور چین ہیں کھیتیاں ہیں ایک عالی شان  
 اور منور آسمان انہیں ایک سوچ ہے ایک چاند ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں باد شمالی با جنوب پھو اور پورا ہوا  
 چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرض کہ وہ عالم ایسا ہے کہ اُسکے عجائبات بیان ہی باہر ہیں  
 تو اس رحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہو گندگی میں تھرا  
 ہوا ہے نصیبیت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعہ کا انکار کرے گا اور اس پیام رسائی سے  
 اعراض کرے گا اور خلافت ورزی کرے گا کبھی نہ مانے گا اور یہ کہے گا کہ یہ محال ہے خطرات کے خلاف سے فریبے دھوکا ہے  
 کیونکہ سپر اندھے دہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے جس شے کی جنس کو اس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اُسکو  
 اس کا سراپا انکار اور ادراک کبھی تسلیم نہیں کر سکتا بس اسی طرح عام غلوں کی حالت ہے جہیں تو بھی داخل ہے کہ ابدال  
 اور اہل انشراح کے سامنے عالم غفنی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کھواں جو تار یک و تنگ سے  
 اس سے باہر ایک اور عالم ہے جہیں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل ترالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں  
 رنگتی اصل وجہ اُسکی یہ ہے کہ طبع اس کے لئے ایک زبردست حجاب ہو گئی ہے اور طبع وہ مری بلا ہے کہ کان کو خلافت  
 مطلوب کے سننے سے روکتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جو طبع کہ جنین کو اس خون کی طبع نے جو کہ اُس کے

(۱۴)



ذلیل وطن میں انکی غذا ہے اس جہاں کے متعلق گفتگو کے مستحق سے روکد یا اور ہم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب  
 و مرغوب بنا دیا لہذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہو گیا اور بجز خون کے اسکو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی  
 تیسرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہو گئی اور جبکہ اس ابدی خوشی سے محروم کر دیا۔ اور حیات کی لذت کی طرح سنے  
 جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے بھکو حقیقی اور سچی حیات سے دور کر دیا پس غیب سے لو کہ طبع وہ بری بلا ہے  
 کہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کر دیتی ہے طبع ہی کے باعث تمکو حق باطل نظر آتا ہے اور طبع ہی سیکڑوں  
 پر سے آنکھوں پر ڈالنی ہے پس تمکو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طبع سے دست بردار ہونا چاہئے تاکہ اس آستانہ پر  
 قدم رکھ سکو جس میں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تنہا رہی رہ منور اور حق میں ہو جائے اور  
 سراپا نور دین بجائے جس میں ظلمت کو فنا نام و نشان ہی نہوشایع کی بات تمکو جان و دل سے قبول کرنی چاہئے تاکہ حق  
 مکروہات دنیا و عقبی سے چھوٹ کر یا سوں اور مصداق لا خوف علیہم ہو جاؤ اب تمکو اسکی مثال میں ایک قصہ سننا  
 چاہئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### شرح شبیری

(۱۵)

لے ضیاء الحق حسام الدین بیار      ایں سوم دفتر کہ سنت شد تہ بار

یعنی اسے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آوا سنے کہ سنتین بار کرنا ہے۔ دفتر دوم کے دیباچہ  
 کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا  
 حسام الدین کی تکمیل مولانا دینی ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اسلئے مولانا ان کا  
 ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے  
 اسلئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف  
 پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب کیا اور کیوں نہ آخر اپنے شیخ کی یادگار ہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کس قدر  
 کرنا ہے مگر ہاں چھوٹے کو یہی چاہئے کہ وہ اپنے کو خود ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق  
 حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اسلئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو  
 اب یہاں بعض نادان معتد ضعیف نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے لگی وجہ



یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ محدث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار کر لیتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہو گا اسلئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو اول کا جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو ان میں مصلحت کا انحصار نہیں بلکہ مجملہ اور مصلح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے یہ ہے کہ مولانا کی تمام شتوی میں تین ہی ایک تو حید و دوسری ضرورت شیخ کا ل بھی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دفتر لکھے لے ان میں ہی مضمون تھا تو اب فرماتے ہیں کہ اس ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اسلئے بعض احادیث میں جو آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا یا یوں تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے اور دوسرے نے دوسرے کے اسی طرح مولانا کی شتوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اسکی تعبیر مختلف ہے اور اس کا باخذ خود حدیث سے نکل آیا فلاہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی پھر اور وہی شجہات کہے ہیں اور ان کے جوابات دئے ہیں جنکا بیان طول ہے اور یہ فائدہ لہذا قیاس کن رنگستان کن بہار مرآۃ آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۶)

## برکت گنجینہ اسرار در سوم دفتر بسل عذارا

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار جو کہ آپ کو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبہ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اسباب میں سے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیجئے اور ان کی پرواہ نہ لیجئے اسلئے کہ۔

## قوت از قوت حق می زہد نزع و قی کر حرارت می جہد

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کوڑا ہی ہوں یہاں سے مولانا احسام الدین کا صاحب فاضلہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ لیجئے اسلئے کہ یہ اعذار آپ کی اقصوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اسکو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اسکو کوئی مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی بظن و بی بیصر و بی سمیع کی ہر آگے ایک مثال فرماتے ہیں

## ایں چراغ شمس کو روشن بود نزع قلیلہ و پنبہ و روغن بود

یعنی یہ روح کا چرل جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سطح چراغ شمس بے استیاء  
ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو ہی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعام سے  
اُس قوت کا انعام لازم ہوا گئے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

**سفت گروں کو چنین دائم بود نرطاب واستن قائم بود**

یعنی سفت گروں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہو بلکہ صرف قدرت حق اُس کو سنبھالتا  
ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں در تیسری اسی کی مثال ہے کہ۔

**قوت جبریل از مطہج نہ بود بود از دیدار حلاق وجود**

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی پاد چرخانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اُس خلاق وجودات کے دیدار سے تھی مطلب  
یہ ہے کہ دیکھو جبریل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں غذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اُس  
دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ اُن کی استعداد کے قابل ہے اُس سے اُن کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو یہ آگئی  
ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱۷)

**پچنین این قوت ابدال حق ہم ز حق دان نرطعام و نرطبوق**

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو کہ طعام و طبوق سے مطاب یہ ہے کہ بزرگان دین  
میں جو قوت اور ہمت تہ ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اس قدر مجاہدات  
کرتے ہیں اور بچھڑیے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں بس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط طبعی  
ایسی دہستہ ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ تقویٰ ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یاں ہو اولیا را شد اور  
بزرگان دین کی تعریف اور اُن کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

**جسم شان را ہم ز نور انسرشت اند تا ز روح و از ملک بگدشت اند**

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندا ہوا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی ٹھیک  
مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور  
فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملک سر اپا نور میں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ  
ہوتی ہے تو سمجھو لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات شاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر و کچھ چرخوں کو  
جس کا جی پیاسے دیکھنے کے لئے لکی قسم بڑے بڑے حسین قبیل اُن کے آگے جونی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

۵ قدامہ حبیب جن پر سارے ہوئے ہیں اوتھیں کے تو ہم ہائے مارے ہوئے ہیں  
ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اُسکو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی  
چہرہ زیا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ جس جو اُٹھیں ہو کہیں تھے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے ۵  
ہے شان محبوبیت ہی کامل محبت کی صفت ہے چل بہ کمال دیکھا کوئی یکجا حال ایسا کمال ایسا  
وہ چہرہ اور روئے مبارک سیکے بڑے ابا حضرت قبلہ و کعبہ ولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب  
جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے کہ ۵  
جس نے چشم نکلتے ہیں دیکھ لیا وہ نہیں ۵  
اور تعجب ہے کہ ۵  
انکی نظریں پھر کہیں کوئی حسین چاہ نہیں ۵

آں دل کہ رم نمودے یا خور و جواتاں دیر یہ سال پیر سے بردہ بیک نگاہے  
صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آکر دیکھ لے اور ان بڑہوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چہری اور دو دو کا  
مرا آئے میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر ہمیں یہی مجھے امید ہے کہ غرض کہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم ہی  
دیگر ارجح سے لطیف و نورانی ہوتا ہے چونکہ یہاں ایک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جائے آگے اس کا جواب  
فرماتے ہیں کہ۔

## چونکہ موصوفی باوصاف جلیل زائش نمرود بگنر چون خلیل

(۱۸)

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گزر جاؤ مطلب یہ ہے کہ  
جب تم اوصاف حق کو موصوف ہو چکے ہو اور بی نظیر و بی بیصر و بی سیم کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائکہ  
پر فوقیت حاصل ہو گئی تو کیا تعجب ہے تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر عاودہ کر  
ہیں اور مراد اس سے وہی یقینیت مصطلحہ ہے کہ جبکہ حاصل ہو گئی تو پھر اور کسی ضرورت ہے ۵  
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جا شدی تاکس نگویہ بعد ازین من دیگرم تو دیگر می  
آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں کمیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں  
بھی ہوتے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم  
ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گزر جاؤ کہ جس طرح ان کو آتش نمرود مغلوب نہیں ہو گیا اسی طرح  
تم کو انکا وجود مغلوب نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

## گرد و آتش بر تو ہم برود و سلام لے عناصر مزاجیت را اعلام

یعنی آگ تمہارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اسے وہ شخص کہ جسکی مزاج کے اعلام عناصر ہو گئے ہیں

آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ کہ جس طرح وہ آتش فرود آن کیلئے برود سلام ہو گئی تھی اور ضرر نہ ہونی اسی طرح یہ مقتضیات تنہ سے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات بھی فنا ہو جائیں تو پھر علوم مراتب ہی کیوں ہو علم مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبہ کر کے اُن سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر ربیعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہو گئے ہیں اسلئے مولانا نے فرمادیا کہ اسے عناصر مر مزاجت را غلام سبحان انہ سبحان اللہ

## ہر مزاج را عناصر مایہ است وین مزاجت برتر از ہر مایہ است

یعنی ہر مزاج کیلئے عناصر مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان سبب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

## ایں مزاجت در جہاں منبسط وصف وحدت النہوں شد بلنقط

یعنی تمہارا یہ مزاج جہاں کشادہ میں ہوا بصف وحدت کا خوشہ چین ہو گیا ہے مطلب یہ کہ تمہاری جگہ اس عالم بالا کی طرف توجہ ہوا اور اُس وعدہ لا شریک میں غرق ہے اس لئے وہ اُس وصف وحدت سے قسباس کر رہا ہے۔

(۱۹)

## سے در یغای عرصہ افہام خلق سخت تنگ آمدند از خلق خلق

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق خلق نہیں کہتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے خلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ خلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہو لہذا آگے نہ آتے امام الدین کو اس طرف توجہ کرنا پڑی اور فرماتے ہیں کہ

## اسے ضیاء الحق بخدق رائے تو خلق بخشہ رنگ را حلوائے تو

یعنی ایضیاء الحق آپ کی حذاقت راضی کی وجہ سے آپ کا حلوائہ پتھر کو خلق بخش تا بہ حد سے کھرا اور علم و معارف میں مطلب یہ ہے کہ آپ کی علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا دیں اور وہ بھی قندناہ علوم و معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے انکو تو اسی توجہ سے قابل بنایا ہے ہیں اور اُن کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں پس ذرا اسی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہو تا تھا کہ بعد از پتھر کے بھی

مثنیٰ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت تا کہ می نوشیدمے را بر نشت

یعنی کوہ طور نے تجلی کر وقت حلق پایا میاں تک کہ شراب پی اور اسکو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ۔

صارد کا منہ انشق اجبل حل ایتیم میں فصل اجبل

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا مثنیٰ پہاڑ سے جل جلیا قصہ دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق موجب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپ کی شان بی بیضی و بی بصر و بی سمیع کی ہو گئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہذا اس توجہ سے ضرور قابلیت پائی میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور قبول حق کر لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس حلق بخشی کاریز دانست پس

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخشی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ بہیب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے لیکن حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانیکے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فنا فی الحق ہوتے ہیں اس لئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہی ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہوا لہذا گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی توجہ سے ہی استعداد و قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسم را و روح را حلق بخشد ہر عضو را

یعنی جسم کیلئے بھی اور روح کیلئے بھی حلق عنایت فرما دے اور تیرے ہر عضو کیلئے جدا گانہ حلق بخشے گا مطلب یہ کہ وہ توجہ جبکہ کہ حلو سے تعبیر کیا ہے وہ تھا جسے جسم کے اندر بھی قابلیت اسکی استعداد کے موافق رکھ دی گئی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذائے گارہ اس کے لئے ایک شہر ہے آگے اس شہر کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں گے بخشد کہ اجلالی شوی از دعا و از دغل حلالی شوی

یعنی یہ اُس وقت عنایت ہوئے جبکہ تم اجلائی ہو جاؤ گے اور دعا و غل سے خالی ہو جاؤ گے مطلب یہ کہ یہ قابلیت خلیل  
اُس وقت حاصل ہوگی جبکہ تم مجاہدات و ریاضات کرتے کرتے اللہ واسے ہو جاؤ گے اور اُسی میں فنا ہو جاؤ گے اور علم  
اخلاق ذمیرہ سے خالی ہو جاؤ گے اُس وقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اُس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اسکی  
مصاحت بتاتے ہیں۔

## تائنگوئی سلطان بربکس تانہ ریزی قندرا پیش بکس

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کرو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں  
یہ فائدہ ہے اور یہ صلاحیت ہے کہ اُس سے رفتہ رفتہ تمکو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاوے گی اور اسکی ضبط  
پر بھی قدرت ہوگی تو پھر جو بلیگا اسکو گاتے نہ پھرو گے ورنہ اگر اس سے پہلی ہی لٹیا دیگا تو طرف تو اس قابل ہے نہیں سائے  
میں گاتے پھرو گے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرنا پھرنا ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فیض  
بند ہو جاوے گا اور کیوں غیرت ہو جبکہ ان مجبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو ان کو لکیوں غیرت نہ آوے گی اور میراں  
اسرار سے مراد علوم کا شفعہ ہیں کہ ان کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ صمد الوجود ہے یا اور  
اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے  
ہیں اور علوم معاملہ کو تو برسرِ منبر یا وازِ دل بیان کرنا فرض ہے اور علوم کا شفعہ کو بھی اگر کوئی کما حقہ بیان کر سکتا تو  
ان کی کئی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کثیفہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط  
فہمی نہ جاتی ہے بس یہ تو جو دیکھے وہی جائے اُسے معلوم کرنے کا شوق ہو تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ ۵

(۲۱)

بسیار فی اندر خود علوم انبسیام بے کتاب دے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہو یا وہ اور وہ پوچھے تو اُسکے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہو اور جسکو خود کشف  
نہیں ہو بلکہ چاہے اُسکے سامنے بیان کرنا تو سچ ہے کہ مکھی کے آگے قند ڈال دینا ہی ہے کہ فتنوں محض ہے کوئی  
فائدہ ہی نہیں۔

## گوش آنکس نوشت اسرار جلال کو چوسن صمد زبان افتاد لال

یعنی اُس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سوزبان والا ہے مگر خاموشی چلا ہوا ہے جو کہ  
سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں اُن کو زبان سے تشبیہ دینی تو مطلب یہ کہ وہ شخص جو ادرباقوں میں خوب پونٹے والا ہو مگر  
بوجہ ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سننا دے گی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا  
بھی سلب ہو جائے۔ لال و تر کی معنی گنگ ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جبکا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ  
خلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب شیار کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے سے

کھا رہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق نجشہ خاک را طفق  
تا خورد خاک آب و روید صد گیا

یعنی بھٹ حق خاک کو حلق نجشہ میں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سیکڑوں سبزے اس آگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ نجشہ حلق و لب  
تا گیا ہر شش را خورد و اندر طلب

یعنی پھر حیواں کو حلق اور لب بجشہ میں یہاں تک کہ وہ اُسکے گھاس کو طالب ہو کر کھالیتا ہے۔

چوں گیا ہر شش خورد و حیواں گشت  
گشت حیواں بقمہ انسان و رفت

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھایا اور وہ جانور مٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا قلمہ ہو گیا اور (پیش میں) جا گیا  
یعنی اُسکو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمدش را کان بشر  
چوں جدانشد از بشر روح و بصیر

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصیر جدا ہوئی غرض کہ سب ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے  
متناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۲۲)

ز رہا ویدیم وہاں شان جلیہ باز  
گر گویم خوردش را گرد و دراز

یعنی میں نے ذرہ کو دیکھا ہے کہ اُن سبکے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں اُن سبکی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز  
ہو جائے بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جائے  
اسلئے مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر جو خد  
تقلیل کتاب کے اُن سبکی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان  
اسکے مناسب تھا مگر خوف تطویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اس قدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا  
محمد قاسم صاحب نے چلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جسطرح کہ مولانا دم نے رب کے لئے حلق ثابت کئے ہیں اسی طرح مولانا نے  
سب چیزوں کے لئے چلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شے کیلئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اُسکے غصے نکل جاتے ہیں اور  
جو ہر روز جاتا ہے۔ اُنہی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی ہی ایک چلنی ہوگی کہ اُنیں اُسکو چھانا جاوے گا اسلئے کہ حدیث میں  
کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاوے گی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اُس کے بعد جنت کی غذائیں ملنے لگیں  
تو اس پریشہ ہوتا تھا کہ ہمیں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دینگے مولانا نے اس سبکی



نائل فرمایا اسی وعظائم فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی جہان آتا ہے لکھا اسکو آتا ہے چھانے ہوئی روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کر کے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے جہان بندوں کو بے چھانے کھلا دیتے ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اسکو چھاننے کی ایک جلی پی پیدا ہو گے اس کو چھانکر کنکر تھپالگ کر دے جاوے اور عمدہ صل چیزیں جو آپس مخفی ہیں وہ کھلائی جاوے گی اسلئے کہ بقدر میوے ہیں اور بقدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی میں وہ ہی سخیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس جلی میں اسکو چھانکر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال باہر کریں گے آپس ایک مصلحت یہی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لہذا کہ خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہو سکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء میں سے لب لباب ہیں اسلئے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھایا غرض کہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجئے فرماتے ہیں۔

## برگمار برگ از انعام او      دائیگان را دایہ لطف عام او

یعنی چونکہ غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کیلئے اسکا لطف عام دایہ و دایہ سے مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مرنیوں کے لئے میں ہی مربی ہیں غرض ہر شے کو اس کے لئے ایک حلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہو۔

(۲۳)

## رزقہار از رزق او می دهد      زانکہ گندم بے غذا و چوں زہد

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اسلئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب غذا کو دیکھو اول ان کی تربیت کیلئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہیں تو غذا کو غذا دیتا یہ اہل فلاح ہی کا کام ہے۔

## نیست شرح این سخن را منتہی      پارہ گفتم بدان تراں پارہ

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ملے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارہ سے جان لوتی تھیں انتہا سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہا نہ تک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

## حجلہ عالم آکل و ماکول داں      باقیان را مقبل و مقبول داں

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جاننا اور باقیوں کو مقبل و مقبول جاننا مطلب یہ کہ یہ تمام ایک دوسرے سے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اسلئے کہ وہ کو نور اور روح ہوتے ہیں انکو کون کھا سکتا ہے۔

## ایں جہان ساکنانش منتشر و اں جہان ساکنانش مستمر

یعنی یہ جہان اور اسکے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اسکے ساکن ستر ہیں ستر سے مراد تقف عند حد ہے اسلئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگرچہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہو بعض لوگ تو اسلئے قائل ہیں کہ نفع و ضرر کے وقت ہی ان فنا ہو گا بلکہ یہ پوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہو گا مگر بہت قلیل عرصہ کیلئے جس کا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ جہاں ابدی ہے لہذا اسکو ساکنین ہی ستر لا تقفون عند حد ہوں گے۔

## ایں جہان عاشقانش منقطع اہل آل عالم مخلصہ مجتمع

یعنی یہ جہاں اور اسکو دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم واسے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم کی چالاست ہے اور اسکی یہ تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

## پس کریم کسنت کو خود را دہد آب حیوانی کہ ماند تا ابد

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابد الابد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

## باقیات الصالحات آمد کریم رستہ از صد آفت احتار و بیم

یعنی باقیات صالحات کریم ہیں سیکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوڑ ہو ستم پر یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جنکی شان میں ارشاد ہے والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیرا و لا امل اور یہ لوگ ساری مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

## گر ہزار اندیک تن پیش نیست چوں خیالات عدد اندیش نیست

یعنی اگر وہ ہزار ہی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ نثر خیالات عدد اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلبی حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

## اکل و ماکول اخلق است و نگا غالب و مغلوب راعقل است و راء

یعنی اکل و ماکول کیلئے تو خلق اور تائے ہیں اور غالب و مغلوب کیلئے عقل و رائے ہے یعنی جو لوگ کہ دنیا دار ہیں وہ تو اکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو خلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں۔

## خلق بخشید او عصائے عدل را خور داد و چپ را عصا و چیل را

یعنی حق تعالی نے عصائے عدل کو خلق بخشا تو اس نے اسے عصا و چیل کو کمالیہا مطلب یہ کہ اس کے اندر اس قدر قوت عطا فرمادی کہ اس نے سب کو باطل کر دیا۔

## و اندر افزون نشد زان جمله اکل ز انکہ حیوانی نبودش اکل و شکل

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کا کھانا اور اس کی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اس قدر چیزیں کھائیں مگر اس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اگر کھا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اس کی اکل شکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء زمان کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اس کا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اس کے اندر کچھ زیادتی ہی ہوتی بلکہ وہ رہا تو دلیسا کا دلیسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

## مرقیقین را چوں عصا حق خلق داد و تا بخورد او ہر خیرے را کہ زاد

(۲۵) یعنی یقین کو یہی حق تعالیٰ نے ایک خلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل آگے اس پر فریغ فرماتے ہیں۔

## پس معانی را چو اعیان علقہا است رازق خلق معانی ہم خداست

یعنی پس معانی کیلئے بھی اعیان کی طرح خلق ہوا اور خلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے اُن کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تکریم فرماتے ہیں کہ۔

## بس ز ماہی تا بہ ازل خلق نیست کہ بچذب مایہ و ازل خلق نیست

یعنی پس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہو چکیے پاس جذب مایہ کے لئے خلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لیکر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتناص علوم کر سکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ اس کے بخشد کہ اجلائی ثنوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

## خلق نفس از وسوسہ خالی شود میہمان وحی اجلائی شود

یعنی نفس کا خلق وسوسہ سے خالی ہو جاوے گا اور وحی اجلائی کا میہمان ہو جاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم و معارف کیلئے

شرط مجاہدہ ہے اور اس سے نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وسوسوں سے خالی ہو جاوے گا اور انکو مٹنے کی جگہ ہو جاوے گا اور اسکو مٹا سبب عالم بالائی ساتھ ہو جاوے گی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

## خلق جان از فکر تن خالی شود انگے روزیش اجللی شود

یعنی خلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جاوے گا اور اسوقت انکی روزی اجللی ہو جاوے گی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ و ریاضت کرے گے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تھماری روزی اجللی ہو جاوے گی۔

## خلق عقل دل چو خالی شد ز فکر یافت او بے ہضم معده رزق بکر

یعنی عقل اور دل کا خلق جب فکر تن سے خالی ہو گیا تو اس نے بے ہضم معده کے رزق کو بنو پاسنے کے مطابق یہ ہے کہ جب مجاہدات و ریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے ٹھک چڑا دیا تو پھر ٹھکوتے سے تازہ بتازہ علوم و معارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تکمیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ نڈاؤ ظاہری میں ہے اس میں یہ ہے کہ بے تحلیل غذای ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ علوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ۔

## شرط تبدیل مزاج آمدیداں کز مزاج بد بود مرگیداں

(۲۶)

یعنی اسکی شرط تبدیل مزاج ہے اسکو جان لو کہ چونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطابق یہ کہ مجاہدات و ریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدل جائے اور سینات حسنات ہو جاویں اسلئے کہ ہر مزاج یعنی سینات تو بہت بری شے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

## چوں مزاج آدمی گل خوار شد زرد و بدرنگ ویتقم و خوار شد

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

## چوں مزاج زشت و تبدیل فیت زشتی و ان خشتی جس شمع فیت

یعنی جیکہ اس کے مزاج زشت نے تبدیل ہوا تو اسکی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب کہ دیکھو جیسا انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اسکی رنگت اور رونق و سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت پھیل جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق اور وہی تازگی آ جاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اسکی استعداد کم ہوا و خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اس میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد

چھک اٹھتا ہے۔ رانجیں رونکی اور تازگی ہو جاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

دایہ کو طفل شیر آموز را تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بددہن کو خوش کرے۔

دایہ کو شیر خوار طفل را تا ز نعمت پاکت را و را غنا

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ انکی غذا نعمتوں سے کرے یعنی اسکو نعمتیں علاوہ دودھ کے بلا کہ مطلب یہ ہے کہ ایسا مری کہاں ہے کہ جو ہمکو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دے۔

گر بہ بند دراہ یک پستان براو بر کشاید راہ صدف تہاں براو

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کرے تو سیکڑوں باغوں کا رستہ کھول دے مطلب یہ کہ دیکھو مان اگر یہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اسکا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روتی بھی کھاوے میوے بھی کھاوے تو اگرچہ ایک پستان سے اسکو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاوے گا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر اس ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مری اگرچہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ انکی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ انکی خوش میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

ز انک پستان شہ حجاب آل ضعیف از ہزاران نعمت و خواہ مرغیف

یعنی اسنے کہ پستان اس ضعیف کیلئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خزانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جائے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف ظلم اندک اندک جہد کن تم الکلام

یعنی پس ہماری حیات اہل ظلم پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کرو بات پوری ہو چکی مطلب یہ کہ یہ مہم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی اہل ظلم کا حصول پر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات کو چھوڑا جائے جب یہ بات سمجھ لیں تو خیر ایک دم سے نکلیا ترک کرو گے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تمکو امیں آسانی ہوگی ورنہ ایک دم سے بوجھ چڑ جاوے گا سچا ان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کرو دو

مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں اُن کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کر دیج چھوڑ دو اسلئے کہ اس عام قہر میں  
اور اس عالم کے لذائذ اس عالم کے سامنے بالکل بیچ ہیں لہذا ان کو ترک کر کے اُن کو اختیار کرو آگے مثال دیا گیا

## چون جنین آدمی خون بد غذا از جنس پاکی برومومن کذا

یعنی آدمی جنین کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لے لیا اگر تاسے مطلب یہ کہ جب طح کہ  
جنین خون کھانے کھاتے غذا خور ہو گیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ و ریاضت کے  
ملکات سیئہ کو حسد بنایا کرتا ہے۔

## چون جنین آدمی خون خوار بود بود اور ابود از خون تار بود

یعنی آدمی جب جنین تھا تو خون خوار تھا اور اُسکی ہستی کیلئے خون ہی سے تار بود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا

## از فطام خون غل ایش شیر شد و ز فطام شیر لقمہ گیر شد

یعنی خون کے چھوٹنے سے اُسکی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہو گیا یعنی دوسری غذا  
کھانے لگا۔ (۲۸)

## از فطام لقمہ لقمہ نشود طالب و مطلوب نہانی شود

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمہ ہو گیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہو گیا لقمہ سے مراد تعلقات  
دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اُسکے بعد شیر خوار پھر غذا خور ہو گیا اور  
اُسکے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہو گیا  
اور طالب حق ہو گیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور انہیں دل لگانے کی اور اُس عالم سے گھبرانے  
اور اوکتانے کی ایک بہت عجیب و غریب مثال فرماتے ہیں۔

## مگر جنین را کس بگفتہ در رسم ہست بیرون عالم بس نظم

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

## یک زمین خرمی با عرض طول اندر رو بس نعمت و بچہ اکل

یعنی ایک زمین خوش رہ ساتھ عرض طول کے کہ انہیں بہت نعمتیں ہیں اور بچہ غذائیں ہیں۔

کوه با و بحر با و دشتها بوستان با باغها و کشتها

یعنی (اسیں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے نیں بلند و چمنیا آفتاب و ماہتاب صدہا

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور چمنیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سیکڑوں ستارے ہیں۔

از شمال و از جنوب و از دہلور باغما دار و عروسیا و ہور

یعنی باؤ شمال اور جنوب اور دہلور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب سے بھگتے ہیں

و صفت ناید عجایبہا و آں تو دریں ظلمت چہ وراستھا

یعنی اسکے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خون خوری چار منچ تنگنا درمیاں حبس و نجاس و عنا

یعنی تو اس چار منچ تنگنیاں میں خون کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے جب کوئی اسکو یکے اور اسکو اس جہاں کا شوق دلائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ۔

او بحکم حال خود منکر بے زیں سالت معرض کا فریبے

یعنی اپنی حالت کے اقتضائی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا انکار کرتا اور کتنا کہ۔

کایں محالست فریب است غرور زانکہ وہم کو زیں معنی است و

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (انکار) اسلئے ہے کہ اس اندیشے کی فکر ان معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصویر بھی نہیں کر سکتا۔

جنس پیچہ چون بیداراک او نشو واداراک منکرناک او

یعنی اسکے ادراک نے جب کسی شے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو ادراک اور انکار شد اسکو سننے ہی کا نہیں ہے



وہ اسکو قبول ہی نہیں کر سکتا اور وہ ہی خیال کر گیا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہیچنانکہ خلق عام اندر جہاں زان جہاں ابدال میگویند نشان

یعنی اسی طرح عوام خلق جہاں میں ہے کہ اس جہان سے ابدال اُن سے کہہ رہے ہیں کہ۔

کایں جہاں چاہے تن تاریک و ہست بیرون عالم بے بود رنگ

یعنی کہ یہ جہاں (دنیا) ایک چاہ تاریک تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بود اور رنگ کا کہ انہیں اُن سے اور نہ بوسے تو اُس کی طرف حضرات اولیاء اللہ بلا تے ہیں مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

پہنچ در گوش کسے ز ایشان ز رفت کایں طمع آمد حجاب ثروت و زفت

یعنی کچھ بھی کسی نے اُن سے نہ سنا اسلئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ یہ جو اُس عالم کی خوب گوئی سنکر اُس طرف توجہ نہیں ہوتے وجہ اُنکی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بند طمع از استماع چشم را بند و غرض از اطلاع

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے پس جب طمع اور غرض دونوں مل جاتے تو بالکل گورو کر ہو جائیگا۔ تعوذ باللہ۔

ہیچنانکہ آن جنیں را طمع خوں کان غذائے اوست اوطان وں

یعنی جہاں کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اُنکی غذا اُس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محبوب کرد خوں تن را در دلش محبوب کرد

یعنی اس جہان کی باتوں سے محبوب کر دیا اور خون تن کو اُسکے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد غیر خوں او می ماند چاشت خورد

یعنی ان تمام قسم قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا پانتا ہی نہیں اسی طرح

بر تو ہم طمع خوشی ایں جہاں شد حجاب آن خوشی جاواں

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اُس خوشی جادوئی سے حجاب ہو گئی ہے۔

**طمع و ذوق اس حیات پر غرور**      **از حیات راستینت کرد دور**

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تمکو حیات جادوئی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہو کہ اُس جہان کی طمع ہی نے تمکو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

**پس طمع کو ریت کند تکیو بیدار**      **بر تو پوشاند نقیص بے گماں**

یعنی پس طمع تمکو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تمہیں نقیص کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

**حق ترا باطل نماید از طمع**      **در تو صد کوری فزاید از طمع**

یعنی تمکو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سیکڑوں ناہنیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

(۳۱) **از طمع بیزار شو چوں راستاں**      **تا نہی پا بر سر آستان**

یعنی طمع سے بچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تاکہ اُس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تاکہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہٰذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

**کاندراں پسوں درانی واری**      **از غم و شادی قدم بیرون نہی**

یعنی اُس درد میں جب تم آ جاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اُس درد تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم و شادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت و آرام نصیب ہو جاوے گا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہو گا کہ۔

**چشم جانے روشن و حق بین شود**      **بے ظلام کفر نور دین شود**

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بین ہو جاوے گی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاوے گی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رضیہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تمکو نور ایمان نصیب کر لے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

**پند مردان را نہ پیرا شو بجای**      **تا نہی از خوف و مانی درایاں**

یعنی مردان حق کی نصائح کو دل و جان سے قبول کرو تاکہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد

پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصیحت کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تاکہ تمکو یہ پریشانیوں دنیا کی منوں اور آرام اور راحت سے بوجہ دور نہ اگر نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

## بشنو کنوں قصہ تمثیل آن تابیا بی در حقیقت نور جاں

یعنی اب تم ایک قصہ اسکی مثال میں سنلو تاکہ حقیقت میں نور جاں تم پاؤ یعنی تاکہ تمھارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیل سنلو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جسکا حال یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چنپن آدمیوں کو کہ وہ ہو کے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا دور نہ ہاتھی شکو بچاؤ ڈالیں گے اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ وہ ب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے کان باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا انھیں ان لوگوں کے پاس ہی گذر ہوا تو انھوں نے ان لوگوں کے سہ کو سونگیا جس نے کھایا تھا اسکی منہ میں سے تو گوشت کی بو آئی اسکو انھوں نے چرچا دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اسکی منہ سے چونکہ بونہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سننا نہ تو بچ گیا کہ اسکو ہاتھی نے مارا انہیں در جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا چاہئے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گئے اب حکایت سنو۔

(۳۲)

## شش چہ سیبی

دید و انائے گروہ دوستاں  
می رسیدندہ سفر و زراہ دور  
خوش سلائے شان چوں گل شکفت  
جمع آمد رنج تان زریں کر بلا  
تا تہا شد خور و تاں فرزند پیل

آن شنیدستی کہ در ہندوستان  
گر سہ ماندہ شدہ یہ برگہ عمور  
مہر و انائش چو شید و بگفت  
گفت دامن کر تجوع و ز خلا  
لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل

# طحاوی من رسالت التائید المذکورہ فی آخر التمهید سورة الاعراف

قوله تحاقل امری بالقسط ای بالعدل و  
هو ان لا تقبل الی شئی سوی اللہ تعالیٰ  
قوله تعالیٰ وادعوا مخلصین له الدین  
قال بعض المشائخ الا خلاص نسیان ہویۃ  
المخلوق لدی ام انظر الی الخالق -

قوله تعالیٰ کلاواشی وکلاواشی وکلاواشی  
من اللہ یناسی الخ وکلاواشی وکلاواشی  
الان یفحیکم الحر والبرد فالیسوا ما یدفع  
الحر والبرد ولا تزدوا علی ذلک فتنعموا  
لبین اللباس وطیب الطعام ولا تجتلا ولا  
تخاکرا علی الفقراء وانه اسما ف +

قوله تعالیٰ والبلدا الطیب یخرج نباتہ باذن  
سربہ فالبلدا الطیبہ یدخل فی عمومہ نفس  
المومن روئیہ بیان لظہور ما فیہ استعداد  
بالذکر والظہور

قوله تعالیٰ فاذا ذکر والاء اللہ لعلکم تفلحون  
اصروہم بذکر الاء اللہ لکی یدی الی محبة  
اللہ فان لقلوب محبوبۃ علی حب من احسن  
الیہا روہو نوع من المراقبۃ

قوله تعالیٰ وما امرسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا

# اضاف از رسالت التائید سورة اعرا

قوله تحاقل امری بالقسط - عدل یہ ہے کہ تو  
کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مال نہ ہو

قوله تعالیٰ وادعوا مخلصین له الدین بعض  
مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلاص یہ ہے کہ نفاق پر علی الدوام  
نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کر دینا

قوله تعالیٰ کلاواشی وکلاواشی وکلاواشی  
سے بقدر ستر ڈھانکنے کے اور بھوکے روکنے کے لواور پس

مگر یہ کہ تم کو گرمی سردی تکلیف نہ تے تو استفادہ اور پس لو  
جو گرمی و سردی دفع کر دو اور اس پر زیادتی مت کرو تو نعم کے  
طور پر جیسے نرم لباسی اور خوش خوراک اور نہ آرائش کے طور

پر اور نہ غریبوں کو مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ مروت کا  
قوله تعالیٰ والبلدا الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ تو بالکلیہ

شہر کے عموم میں داخل ہے نفس مومن (املا اس آیت میں نفس  
مومن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعت کی ہے اس کے  
ظہور کا بیان ہے)۔

قوله تعالیٰ فاذا ذکر والاء اللہ لعلکم تفلحون  
نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنا سکھایا کہ وہ یاد کرنا محبت  
آپ ہی کا سبب بن جاوے کیونکہ آپ نے عرس کی محبت قلوب  
کا ام جلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے)۔

قوله تعالیٰ وما امرسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا

اهلها بالباساء والضراء لعلمهم بضرعون  
فالله تعالى يدعو عباده الى بابہ لطفاً فان  
ابوا فعنفاً

قوله تعالى فتصمىقات ربه اربعين ليلة  
وقال عليه السلام من اخلص لله تعالى اربعين  
يوماً فطر يفهم ما خوخ من هذا الآية والحديث  
قوله تعالى ساھوت عن اياتي الذين يتكبرون  
في الارض بغير الحق اي عن كراماتي ومشاهداتي  
الذين يتكبرون على عباد الله الفقراء والضعفاء  
والاولياء وهذه الآية دالة على كون المتكبرين  
بغير حق محجوبين عما للاولياء والعرفاء ويدرأ أيضاً  
على ان التكبر نوعان محض وبغير حق فالتكبر المحض  
هو تكبر الفقراء على الاغنياء والضعفاء على الاقوياء  
والمؤمنين على الكافرين قال الله تعالى افله على  
المؤمنين اعززة على الكافرين

قوله تعالى فزعج موسى الى قومہ غضبان و  
ذلك دالة على جو انما يغضب الشیخ المرابي  
على مریدک

قوله تعالى واقل عليهم ذی الذا انینا  
ایلینا ای الکرامات منها فالنسلخ منها اعلم ان  
الانسلخ نوعان الانسلخ من خیر الی شئ والنسلخ  
من شئ الی خیر وذلك هی تبدل هذه الصفات  
وهی الحق والحسد والكبر واضربها بصفات جمیدة  
وهو الفناء واما الانسلخ من خیر الی شئ وهو النسلخ  
البا نزل الی الابدن عبال مقامات والدرجات التي  
ارتقی فیها فی نزل عنها واذ نزل الی ابتدائه وهو  
مقام الایمان فربما یبقی علی ذلك ومنهم من لا یبقی

اهلها بالباساء والضراء لعلمهم بضرعون  
تعالى اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے  
پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے۔

قوله تعالى فتصمىقات ربه اربعين ليلة  
علیه السلام نے جو شخص اللہ کی چالیس دن اخلاص سے  
عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (حلیہ نشینی) اس کے ساتھ محفوظ  
قوله تعالى ساھوت عن اياتي الذين يتكبرون  
الارض بغير الحق یعنی اپنی کرامتوں اور شہادوں سے  
ان لوگوں کو (دور رکھتا ہوں) جو خدا کے بندوں یعنی فقراء  
اور کمزوروں اور دیوبند پر تکبر کرتے ہیں اور یہ اربعین کی رات  
ماحق تکبر کرنے والوں کے محبوب ہونے پر کمالات اولیاء اور ان  
سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر قسم پر ہے جو حق اور حق  
سوا تکبر حق غریبوں کا تکبر ہے ایسے بھوکے اور لوں کا زور  
مندوں اور مسلمانوں کا کافروں پر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم  
ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں سخت پرکاش فرمادیا ہے ایسے  
قوله تعالى فزعج موسى الى قومہ غضبان و  
وال ہے اس پر کہ شیخ مرابی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز نہ ہو  
(جب کوئی داعی ہو)

قوله تعالى واقل عليهم ذی الذا انینا  
جاننا چاہیے کہ انسلخ دو قسم پر ہے ایک خیر سے نکلنا  
کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف اور یہ دوسری  
قسم بدجانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور کبر اور ان کے  
امثال کا صفات جمیدہ کے ساتھ اور فنا یہی ہے اور خیر  
شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک  
جسمیں وہ ترقی کر رہا ہو پہونچا ہو پھر ابتداء کی طرف لوٹ  
آئے اور ان مقامات سے اتر آوے اور جب ابتداء کی طرف  
ساک اترتا ہو اور وہ مقام ہے ایمان کا تو اکثر اوقات

وَأَذِيبَ آذِ بِاللَّهِ تَعَالَى اِحْتِیاجُ یَتَسَاوَلُ وَفَتْحُ مِنْ  
یَسْقُطُ مَزَالُ مَقَامَاتِهِ هَمَزَةٌ وَاحِدَةً اِلَى اَهْلِ  
السَّافِلِیْنَ کَالْعِیْنِ اِبْلِیْسُ بِلَعْمِیْنِ بِاَعْوَاءِ  
وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا اِلَى عَلِیِّیْنَ وَهَذَا  
دَلِیلُ عَلَمِ اِنَّ تَعَالَى لَمِ یَرْفَعُهُ بَعْدَ اِلَى دَرَجَاتِ  
الْمَشَاهِدَةِ لَکَانَ الْوَاصِلُ لَا یَرْجِعُ وَلَا یَفَانِ لَا یُزْیَلُ  
وَلَا یُتَلَوَّنُ اِخْلَادُ اِلَى الْاَرْضِ اِیْ اِخْتِلَافُ اِلَیْهَا وَفَتْحُ  
بِهَادِیَةِ تَعَالَى بِنِ اِنْ نَزَلَ اِلَى اَسْفَلِ اَنْتَاهَا  
كَانَ بِکَسْبِهِ وَسُوءِ اِخْتِیَارِهِ لِنَفْسِهِ وَهَذَا  
اِیضًا دَلِیلُ عَلَمِ اِنَّ کَانَ بَعْدَ فِی مَقَامَاتِ الْکَسْبِ  
اِلَى طَرِیقَةِ کَانَ مَا بَعْدَ الْکَسْبِ اِخْتِیَارًا فَلَاحِ  
یَقْدِرُ مَعَهُ عَلَی الْاِخْلَادِ اِلَیْهَا وَهَذَا اَلْاِیَّةُ دَالَّةٌ  
عَلَى اَنَّ الْوَلِیَّ لَا یَبْغِیْ اَنْ یَا مَن دَامَ حَیَاتِی دَامَ  
التَّکْلِیفُ رَوِیَ عَنْهُ اِلَى مَا بَعْدَ الْکَسْبِ لَا یَعْلَمُ  
بِهَ یَقْبِیْنَا فَعَسَى لَمْ یَبْلُغْ

اسی حالت برپا رہتا ہے اور بعضے اس پر بھی نہیں  
تھیڑے یہاں تک کہ غور و اشتغال سافیلین یعنی کسب  
تک کر جاتے ہیں اور ان میں سے بعضے دفعتاً ہی اس  
تک کر جاتے ہیں جیسے ابلیس عین اور بلعنا عوار و لو  
اِشئنا لرفعناه بها الی علیین کہ اللہ تعالیٰ  
نے اسکو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلکہ کیا تھا کہ کچھ  
اصل راجع نہیں ہوتا اور قاتی واپس نہیں ہوتا) ولکنہ  
اِخْلَادُ اِلَى الْاَرْضِ یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ  
راضی ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اس کا نیچے  
اُترنا اس کے عمل اور اس کے سوا اختیار سے تھا جو اس نے اپنے  
نفس کے لئے تجویز کیا تھا اور پھر اس کی بھی دلیل ہے کہ وہ  
ہنوز مقامات کسب اور راستہ میں تھا کہ چونکہ جو کچھ کسب  
حاصل ہوتا ہے وہ اختیار ہی نہیں تو اس کے ساتھ زمین کی نظر  
مال نہیں ہو سکتا) اور پھر بت اس امر پر دال ہے کہ  
ولی کو مومن ہونا مناسب نہیں جب تک وہ دار التکلیف

میں زندہ ہے (اور ما بعد کسب تک پہنچنا یقیناً معلوم نہیں ہو سکتا تو کیا خوب کہ ہنوز پہنچنا ہے)

قَوْلُهُ تَعَالَى لَهُمْ قُلُوبٌ لَا یَفْقَهُونَ بِهَا وَهُمْ  
اعین لا یبصرون بها وَهُمْ اَذَانٌ لَا یَسْمَعُونَ  
بِهَا اِنَّ لِمَنْ اَتَى اَوْجِبَ مَعَ وَاحِدٍ هَا قُلُوبُهُ اِنَّهُ یَسْمَعُ  
بِهَا اِنَّ لِمَنْ اَتَى اَوْجِبَ مَعَ وَاحِدٍ هَا قُلُوبُهُ اِنَّهُ یَسْمَعُ  
اَلْبَدَنُ ثُمَّ قُلُوبُ النَّفْسِ ثُمَّ قُلُوبُ الْاَبْدَانِ ثُمَّ قُلُوبُ الْطُفْ  
فَهُوَ قُلُوبُ النَّفْسِ مِنْ قُلُوبِ النَّفْسِ ثُمَّ فِی هَذَا الْقُلُوبِ  
اَلْعَقْلُ وَالرُّوحُ اَلَّذِیْ اَنْسَمِیْهُ سَوَاءٌ هَذَا السُّرُوقُ  
اَلْقُلُوبُ اَلَّذِیْ فِیْهِ الْعَقْلُ ثُمَّ الْعَقْلُ وَالسُّرُوقُ اَنْ  
سَوَاءٌ اَنْ اَنْ ثُمَّ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ اَنْ  
عِیْنُهُ فَاَفْهَمُ رَمَعُطُ عَلَی الْعَقْلِ وَالرُّوحِ فَقَوْلُ  
تَعَالَى لَهُمْ قُلُوبٌ لَا یَفْقَهُونَ بِهَا عَنِ بِنِ الْقُلُوبِ

قوله تعالیٰ لهم قلوب لا یفقهون بها و  
اعین لا یبصرون بها و هم اذان لا یسمعون  
بها انا چاہو کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب اور قلب  
معنی میں مستقل ہوتا ہے اور قریب تر فہم عام کے قلب  
ہے پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہی پھر ایک اور قلب ہے  
جو قلب نفس سے بھی زیادہ لطیف ہے تو وہ قلب نفس کے اندر  
پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جسکو ہم سر کہتے ہیں  
اور یہ سراسر قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے پھر عقل اور روح  
یہ دو روحانی نور ہیں پھر جنی ہے بعد اس کے جو سر ہو اور اسی  
طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے خوب سمجھ لو اور قول اللہ  
تعالیٰ کان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں مراد

الذی هو محل السوء والعقل رلان قلب البدن  
کأنو ایفقهون به مدرکاته وقوله ولهم عین  
وقوله لهم اذان انما المراد بذلك عین القلب  
واذان القلب لانهم کانوا یسمعون ویبصرون  
بجواسرهم انظاراً اولیاً کالانعام بل هم اضل  
لانهم لیس للانعام والبهائم عیون واذان فی  
قلوبهم کما للانسان هذه العیون والاذان  
الباطنة ومع ذلك ضلوا فکانوا اضل من الانعام  
والبهائم ورویت بهذا التقریر ما قالوا بالوجه  
اللطائف فی الانسان

حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں  
**قوله تعالى ان وليي الله الذي نزل الكتاب**  
وهو يتولى الصالحين بزيادة التوفيق والعصمة  
والهداية الى الحق ما لا يتولى غير الصالحين  
بل يكاملهم الى انفسهم

**قوله تعالى ان الذين اتفقوا اذا مسهم طغف**  
من الشيطان تذکروا فاذا هم مبصرون یعنی اذا  
مسهم الشيطان بالوسوسة والتشویش والاسی  
نساقهم وارضاء الحجاب علی القلب تذکروا واللہ  
عالی وخرکوا اسمہ ثم اذا تذکروا یرد واللہ تعالیٰ  
نہم ویرفع حجبہ ویبصر قلب الذکر وان ابلغ  
لمنہ الذکر فافادة تصفیة السوا ما هو کما لا الہ  
الا اللہ وانه عجب

**قوله تعالى واذا ذکر ربک فی نفسك ایت قلبک**  
ان النفس باطن فالذکر فیہ یکون باطناً

الشیخ

اس سے وہ قلب ہے جو محل عقل ہے (اس لیے کہ قلب بدن ہی  
تو وہ اسکے مدرکات کو سمجھتے تھے) اور قول اللہ تعالیٰ کا اذان  
ان کی ایسی آنکھیں ہیں اور قول اللہ تعالیٰ کا ان کے ایسے  
کان ہیں مراد ان کے قلب کی آنکھیں، وقلب کے کان ہیں  
وجہ اس کی یہ کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے۔

اولئک کا لانا مہمل ہم اضل کیونکہ چوپائے اور  
جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں جیسا کہ انسان  
میں یہ کچھ اور کان باطنی ہیں اور چوپائے کے یہ لوگ  
بے راہ ہو گئے تو یہ چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ  
بے راہ ٹھہرے (اور اس تقریر سے وہ ثابت ہو گیا جسکے

**قوله تعالى ان وليي الله الذي نزل الكتاب**  
یتولی الصالحین زیادہ توفیق دیکر اور حفاظت فرما  
اور ہدایت الحق فرما کر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسائی  
نہیں کرتا جو نیک نہیں ہیں بلکہ انکو کافوس کو حوالہ دیتا  
**قوله تعالى ان الذين اتفقوا اذا مسهم طغف**

من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون یعنی جب  
ان کو شیطان چھو تا ہی وسوسہ ڈال کر اور پریشان کر کے  
اور پرے سے اور حجاب قلب پر ڈال کر تو وہ اللہ کا ذکر کرتے  
ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں پھر جب وہ ذکر کرتے ہیں تو  
اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردہ دور کر دیتا ہے اور اٹھاتا  
ہے اور قلب ذاکر کو مینا کر دیتا ہے اور کلمات ذکر میں  
زیادہ مفید تصفیہ سر میں لکھ لالہ الاملاہ اور یہ مجرب ہے  
**قوله تعالى واذا ذکر ربک فی نفسك ایت قلبک**  
باطن ہے جو ذکر نہیں ہوگا وہ بھی ظاہر بات ہوگا کہ باطن ہوگا

تمام ہواضنا



سُورَةُ الْاِكْفَالِ

قوله تعالى انها المومنون الذين اذا ذكر الله  
وجلست قلوبهم واذا نلت عليهم اياته فزادتهم  
الايمان فاعلم انهم هم المومنون الذين يقيمون الصلوة  
ومما امر من قنادهم بيقضوا اولادهم هم المومنون  
الارضية جمعت الآية بين جميع اوصاف السالكين  
من الخال وهي الوجل والعقائد وهي الايمان  
والعمل الباطني وهو التوكل والاعمال الظاهرة  
من الصلوة والاذا ذكر الله تعالى في الايمان والاعمال  
هو الجمع بين جميعها فثبت كون الصوفية كاملين  
في الايمان والجميع جميعها.

قوله تعالى كما اخرجك ربك من بيتك بالحق  
وان فريقا من المؤمنين لكارهون وقوله تعالى  
وتودون ان غير ذوات الشياكة تكون لكم ولا ي  
على كون بعض النفع في صورة الضم والثاني على  
كون بعض الضم في صورة النفع ونحو هذه العارفين  
في احوالهم ومعاملاتهم كل حين والمسئلة معروفة  
عند من يعرفون اللطف في صورة القهر والقهر  
في صورة اللطف

قوله تعالى وما جعله الله الا بشئ لمن يشئن  
 به فلو بكم وما انصر الا من عند الله ول على ان  
 في الاسباب حكمة مع كون الاسباب غير موثقة  
 حقيقته وكون المسببات ككلماتها من الله تعالى  
 قوله تعالى اذ ينشئكم النعاس في الروح وهذا  
 التقوى البرية تارة والصفات النفسانية بتزول  
 السكينة آمنة هذه اي امن من عند الله سبحانه تعالى

## سورة الانفال

**قوله تعالى** انما المؤمنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم الى قوله هم المؤمنون **خفوا** ترجمہ میں بیان والہ تعالیٰ ہوئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر حسنا فی عالمی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کر رہے ہیں جو کہ نمازی پابندی کر رہے ہیں اور اپنے ان کو چھوڑ دیا ہے وہ انہیں سے خجرا کر کے ہیں سب ایمان والے بھگتے ہیں۔

یہ آیت جامع ہوا و صاف سا لکین کی یعنی حال ہی کہ چل  
ہے اور عقائد بھی ہو کہ ایمان ہے اور عمل یا طنی بھی کہ نکل  
ہے اور عمل ظاہر بھی کہ صلوة اور نفاق اور اس پر نص ہے  
کہ ایمان کامل ان سب اوصاف کو جمع کرنا ہو اور جو تک صفت  
ان اربعہ صفا کو جامع ہیں اس کا کامل لسان میں نامائیت ہو یا

قولہ تعالیٰ کہما اخرجنا ربک من بیتک بالحق  
 لان فریقاً من المومنون لکم ہون ترجمہ کیا کہ اپنے  
 گھر سے نکلے گا آپ کو رہا کیا اور اسے انوی کیا ہے اس کو ان سمجھتی تھی  
 وقولہ تعالیٰ وقد دون ان غیر ذات الشئ کہ ان  
 لکھ کہ وہ نہ تھا اور ان کی اور اس میں نہ تھا نہ مستحق نہ تھا نہ تھا اور  
 آیت اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع بصورت ظہر ہوتا  
 ہے اور ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ضرر بصورت نفع  
 ہوتا ہے اور عارفین سکھر وقت اپنی معاش اور احوال میں ہر

قوله تعالى وما جعلنا الله الا بشئ ولا نظم من به  
 فلو دكر ومن النصير الا من عند الله عز وجل والله تعالى  
 اعلم بما هم محضون  
 قوله تعالى وما جعلنا الله الا بشئ ولا نظم من به  
 فلو دكر ومن النصير الا من عند الله عز وجل والله تعالى  
 اعلم بما هم محضون  
 قوله تعالى وما جعلنا الله الا بشئ ولا نظم من به  
 فلو دكر ومن النصير الا من عند الله عز وجل والله تعالى  
 اعلم بما هم محضون

مقامات اہل الکتب  
۴۲  
مقامات اہل الکتب

والله اعلم بالصواب

کتابخانه عمومی آستان قدس  
دفتر کتابت و نشر آستان قدس

4

کتاب التوحید

فہرست

تفہیم

تفہیم

تفہیم

وینزل علیکم من السماء ماء لیطہر کہربہ ویذهب عنکم  
 عنکم رجس الشیطان ترجمہ اور پھر آسمان پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کی  
 علی قلوبکم ای بقویہا بقوۃ الیقین ویسکن  
 حجابکم ویشیت بہ الاقدام اذ الشیخاۃ وثبتا  
 الاقدام فی الخاف من ثمرات قوۃ الیقین  
 ففی الاثبات لکثیر ما اعتبرہ الصوفیۃ  
 وجہیکہ خوفناک سوانع میں شجاعت وثابت قدمی قوۃ یقین کے ثمرات سے ہو کر ان فی الروح پس آیت بر سر چنانچہ  
 کاثبات ہے جو صوفیہ کے نزدیک معتبر ہیں

**قوله تعالیٰ فلیہ تقتلواہم ولكن الله قتلمہم**  
 وما یریت اذ یریت ولكن الله رمی فی الروح باب  
 الاشارة (روحی کا نصراحتہ) فلیہ تقتلواہم ولكن  
 الله قتلمہم یاد رہے سبھا نہ لاهل بدتر ہوتا  
 لہ فی فناء الافعال حیث سلب الفعل عقوبۃ بالکلیۃ  
 ویشیت ہذا من وجہ قوتی واما یریت اذ یریت  
 ولكن الله رمی والفرق انہ لا کان البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم فی مقام البقاء بالحق سبھا نہ نسب  
 الیہ الفعل بقول تعالیٰ اذ یریت مع سلبہ عنہ  
 بامر میت واثباتہ اللہ تعالیٰ فی حیث لا یستدک  
 لیسید عنہ التقدیس بل فی معنی الیہم فیکون لہ  
 محض اذ یریت لہ تعالیٰ لا بنفسہ واما مقامہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدم کو نہم

علیکم من السماء ماء لیطہر کہربہ ویذهب عنکم  
 رجس الشیطان ترجمہ اور پھر آسمان پانی برسا رہا تھا تاکہ اس کی  
 کے درجہ سے تم کو پاک کر دے اور اسے شیطانی دوسرے کو دفع کر دے  
 یعنی شیطان کا دوسرے اور شوائب و لیس و بطن علی قلوبکم  
 ترجمہ اور پھر دل کو نظیر کر یعنی قوۃ یقین سے قلب کو قوی  
 فرمائے اور تمہارے قلب کو قرار بخشے و یثبت بہ الاقدام  
 وجہیکہ خوفناک سوانع میں شجاعت وثابت قدمی قوۃ یقین کے ثمرات سے ہو کر ان فی الروح پس آیت بر سر چنانچہ

**قوله تعالیٰ فلیہ تقتلواہم ولكن الله قتلمہم**  
 اذ یریت ولكن الله رمی ترجمہ ستم فرماؤں قتل میں لیں اللہ  
 بقاؤں قتل کیا اور اپنے حال کی مٹھی میں چھو لیں اللہ تعالیٰ کی  
 روح میں ہو کہ پہلے جملہ میں فنا و افعال کی طرف ہدایت ہو  
 کہ اسے نفل کو بالکلیۃ سلب کر لیا گیا اور دوسرے جملہ میں  
 فنا کے ساتھ بقا کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر جملہ میں  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بقا پر تھے اسی لئے میت کی  
 نسبت ثابت بھی کی گئی ہے اور اس کی نفی بھی کی گئی ہے اور  
 لیکن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ ہو کہ آپ بنفسہ امی نہ تھے بلکہ  
 باللہ تھے اور چونکہ صحابہ (اسوقت) اس مقام میں نہ تھے  
 تو ان کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں کیا گیا

فلیہ تقتلواہم ولكن الله قتلمہم واما یریت اذ یریت  
 ولكن الله رمی والفرق انہ لا کان البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم فی مقام البقاء بالحق سبھا نہ نسب  
 الیہ الفعل بقول تعالیٰ اذ یریت مع سلبہ عنہ  
 بامر میت واثباتہ اللہ تعالیٰ فی حیث لا یستدک  
 لیسید عنہ التقدیس بل فی معنی الیہم فیکون لہ  
 محض اذ یریت لہ تعالیٰ لا بنفسہ واما مقامہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدم کو نہم

فلیہ تقتلواہم ولكن الله قتلمہم واما یریت اذ یریت  
 ولكن الله رمی والفرق انہ لا کان البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم فی مقام البقاء بالحق سبھا نہ نسب  
 الیہ الفعل بقول تعالیٰ اذ یریت مع سلبہ عنہ  
 بامر میت واثباتہ اللہ تعالیٰ فی حیث لا یستدک  
 لیسید عنہ التقدیس بل فی معنی الیہم فیکون لہ  
 محض اذ یریت لہ تعالیٰ لا بنفسہ واما مقامہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدم کو نہم

واذا نشأت العارض انزل وهم منضو  
بالذات کن فی الروح وکن اما بعدا من قوله

تعالیٰ واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه -  
فینزل الاستعداد فانتهز والفرصة کن فی الروح  
پھر استعداد ورائے ہو جاوے گی اسلئے فرصت کو غنیمت سمجھو کن فی الروح

قوله تعالیٰ والفرصة لا تصیب من الذین  
ظلموا منکم خاصۃ بل تشملہم وغیرہم  
الصحة کن فی الروح ای مع الدھنة

یعنی جب ماہرنت ہو۔

قوله تعالیٰ وکانوا طیۃ ان لا ولیاء الا المتقون

فی الروح رجوع الضمیرین الی المسبحین ہوا ابتداء  
المروی عن ابی جعفر والحسن وقیل ہما ارجعان  
الیہ تعالیٰ ویفسر المتقون حینئذ ماموا خیر  
من المسلمین لان ولایۃ اللہ تعالیٰ لایذ فیہا ایضاً  
المرتبة الثانیۃ من التقوی وان وصیۃ المرتبة  
منہا فالولایۃ ولایۃ کبریٰ وھذا ما انفردہ من  
نصوصہا شریفاً مطہراً وغالب الجملة الیوم

علی ان الولی ہوا المحبون ویعبرون عنہ بالحدوب کما اطبق جنوۃ وکثر ہذیانہ واستغفرت  
التقویٰ السلیمة احوالہ کانت ولایۃ اکل وتصرفہ فی ملک اللہ تعالیٰ التبعیض ہر یطلق الولی  
علیہ وعلی من ترک الاحکام الشرعیۃ وصرق من الدین المحرم فی کلمہ یکلمات القوم وقربا بزیم  
ولیس منہم فی غیر ولا نفیر الی قوله وکن الکلمہ فیہم الشیخ الاکبر قدس سورۃ فی الفتوحات بخلاف  
سے الی الماء یسعی من یغص بالقمۃ الی ابن یسعی من یغص بماء ذراہ وان لم یرض یکون ذلک  
المضمون تحت ہذا الایۃ لکن ہذا لا یرجام مرجوحاً فاجعلہ تحت آیتہ سورۃ بولش من لہ نقا  
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا یمحون الذین آمنوا وکانوا یتقون فان فیہا نصاعلے کون

ولایۃ اللہ تعالیٰ خاصۃ بالمتقین

قوله تعالیٰ اذ یریکم اللہ فی منامک قلبہ وحل  
علی اخفاء اللہ تعالیٰ بعض الوقعات فی بعض الاوقات

کیونکہ عارض کی شان یہی ہوتی ہے کہ رائل ہو  
ہے وہم منضو یعنی بالذات کن فی الروح پس  
اس میں اثبات ہے مسئلہ استعداد کا اور اس طرح کی آیت  
ان اللہ یحول بین المرء وقلبه کا حل بھی یہی ہے کہ  
پھر استعداد ورائے ہو جاوے گی اسلئے فرصت کو غنیمت سمجھو کن فی الروح

قوله تعالیٰ والفرصة لا تصیب من الذین  
ظلموا منکم خاصۃ بل تشملہم وغیرہم  
الصحة کن فی الروح ای مع الدھنة

یعنی جب ماہرنت ہو۔

قوله تعالیٰ وکانوا طیۃ ان لا ولیاء الا المتقون

الا المتقون ترجمہ حالانکہ وہ لوگ اس سجدہ کے متوالی ہیں  
اسکے متوالی سوا متقیوں کے اور کوئی بھی شخص اس میں  
بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی طرف تھیم راجع ہے پس  
تقویٰ کا شرط ولایت ہونا مخصوص ہے اور دوسری  
آیت سورۃ یونس کی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم  
بلاد وکثر احتمال کے ہیں نص پر اچھل تارکین شریعت  
کو ولی سمجھا جاتا ہے۔ انا للہ

علی ان الولی ہوا المحبون ویعبرون عنہ بالحدوب کما اطبق جنوۃ وکثر ہذیانہ واستغفرت  
التقویٰ السلیمة احوالہ کانت ولایۃ اکل وتصرفہ فی ملک اللہ تعالیٰ التبعیض ہر یطلق الولی  
علیہ وعلی من ترک الاحکام الشرعیۃ وصرق من الدین المحرم فی کلمہ یکلمات القوم وقربا بزیم  
ولیس منہم فی غیر ولا نفیر الی قوله وکن الکلمہ فیہم الشیخ الاکبر قدس سورۃ فی الفتوحات بخلاف  
سے الی الماء یسعی من یغص بالقمۃ الی ابن یسعی من یغص بماء ذراہ وان لم یرض یکون ذلک  
المضمون تحت ہذا الایۃ لکن ہذا لا یرجام مرجوحاً فاجعلہ تحت آیتہ سورۃ بولش من لہ نقا  
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا یمحون الذین آمنوا وکانوا یتقون فان فیہا نصاعلے کون

ولایۃ اللہ تعالیٰ خاصۃ بالمتقین

قوله تعالیٰ اذ یریکم اللہ فی منامک قلبہ وحل  
علی اخفاء اللہ تعالیٰ بعض الوقعات فی بعض الاوقات

دھنہ اھنہ

دھنہ اھنہ

دھنہ اھنہ

دھنہ اھنہ

عن النبي صلى الله عليه وسلم فإطاعتك لغيره صله  
 الله عليه وسلم فما بال من يعصى الله في شيء  
 وجرمه يكشفه ومنامه وهذا كان في المنام وكذا  
 ان يكون في البقعة كما في آية بعد ها واذا يريكم  
 اذا انقلبتم في اعينكم قليلا ويقللكم في اعينهم  
 كشف از حجاب پر فرم لے اور یہ واقعہ تو نام میں تھا اور ایسا ہی ارض میں ممکن ہے جیسا اسکے بعد الی آیت میں مذکور  
 ہے واذا يريكم اذا انقلبتم في اعينكم قليلا ويقللكم في اعينهم

بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر

قوله تعالى ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطرا  
 ورجاء الناس الخ ترجمہ اور ان لوگوں کے مشابہت  
 اور اپنے گھروں سے اتر آئے ہوئے اور لوگوں کو دکھلائے ہوئے  
 ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے رستہ سے روکنے والے  
 مسلمانوں کو بطر اور ریا پر اس کے مشابہ ہونے سے منع فرماتا ہے

بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر

گئی ہے پس اولیاء کو اعداء کی مشابہت سے ممانعت ہوئی۔

قوله تعالى فلما قرأت الفتنة نكص على عقبيه  
 وقال اني بري منكم اني املا ترون اني اخاف الله  
 في روح المعاني ناسبا الى ابن عباس الكلابي السدي  
 وغيره تمثل لهم ابليس بصوت سراقه بن مالك  
 الكنانى وكان من الشراف كنانة له آخر القصة قلت  
 فذلت الآية على مسائل الاول ان ابليس قد ترك  
 وسوسه الذنب كما ترك في هذه الوقت ما وسوس  
 الابقول لا غالب لكم اليوم من الناس واني جاركم  
 وهذا الترك انما يكون اذا امرت ان الانسان يترك  
 بلا وسوسه والثاني انما كان الكشف لاهل الباطل  
 حيث كشف برؤية الملكة والثالث جواز التمثيل  
 حيث تمثل بصوت كنانة والثالث انما هو الطبع من الله تعالى  
 لا ينبغي شيئا انما المطر الخ لا يمانى وفي الرواية ايضا لكن ترك  
 الوسوسة انما يكون حسنا اذا كان اجلا وحياء من الله تعالى  
 من الباطل فقط وهو لم يخف الا كذلت له

بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر  
 بعض کلمات پر تفسیر

وه لوگ کو دکھلاؤ آیت کے معنی ہوا کہ جو تعالیٰ نے بعض  
 بعض واقعات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا ہے  
 میں اور غیر نبی کا تو کیا ذکر ہے (جیسا اس واقعہ میں ہوا)  
 کفار تھے تو زیادہ اور حضور پر کشف ہو گیا (سو اس شخص کا)  
 کیا حال ہے جو اس کو اپنے شیخ کے لئے جان بڑھائے اور اس کے  
 کشف اور حجاب پر فرم لے اور یہ واقعہ تو نام میں تھا اور ایسا ہی ارض میں ممکن ہے جیسا اسکے بعد الی آیت میں مذکور  
 ہے واذا يريكم اذا انقلبتم في اعينكم قليلا ويقللكم في اعينهم

قوله تعالى ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطرا  
 ورجاء الناس الخ ترجمہ اور ان لوگوں کے مشابہت  
 اور اپنے گھروں سے اتر آئے ہوئے اور لوگوں کو دکھلائے ہوئے  
 ہوئے اور لوگوں کو اللہ کے رستہ سے روکنے والے  
 مسلمانوں کو بطر اور ریا پر اس کے مشابہ ہونے سے منع فرماتا ہے

قوله تعالى فلما قرأت الفتنة نكص على عقبيه  
 وقال اني بري منكم اني املا ترون اني اخاف الله  
 في روح المعاني ناسبا الى ابن عباس الكلابي السدي  
 وغيره تمثل لهم ابليس بصوت سراقه بن مالك  
 الكنانى وكان من الشراف كنانة له آخر القصة قلت  
 فذلت الآية على مسائل الاول ان ابليس قد ترك  
 وسوسه الذنب كما ترك في هذه الوقت ما وسوس  
 الابقول لا غالب لكم اليوم من الناس واني جاركم  
 وهذا الترك انما يكون اذا امرت ان الانسان يترك  
 بلا وسوسه والثاني انما كان الكشف لاهل الباطل  
 حيث كشف برؤية الملكة والثالث جواز التمثيل  
 حيث تمثل بصوت كنانة والثالث انما هو الطبع من الله تعالى  
 لا ينبغي شيئا انما المطر الخ لا يمانى وفي الرواية ايضا لكن ترك  
 الوسوسة انما يكون حسنا اذا كان اجلا وحياء من الله تعالى  
 من الباطل فقط وهو لم يخف الا كذلت له

پیل هست این کنگنوں می روید	پند من از جان و از دل شنوید
پیل بچگانند اندر راه تاں	صید ایشان بهت بس دلخواه تاں
بس ظریف اند و لطیف اند و مین	لیک مادرشان بود اندر کین
از پے فرزند صد و سنگ راه	می بگردد در حین و آه آه
دو د آتش آید از حرطوم او	الحذر از کودک مرحوم او
اولیا اطفال حق اندای پر	غائبی و حاضری بس باخبر
غائبی مندریش از نقصان شان	کوشد کین از برائے جان شان (۱)
گفت اطفال من اندایں اولیا	در غریبی نبرد از کار و کیا
از برائے امتحان خوار و تقسیم	لیک اندر سه منم با او ندیم
پشتدار جمله عصمت هائے من	گوینا هستند خود اجزائے من
بان و ہاں این لوق پوشان من اند	صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ورنہ کے کرے بیک چوب ہنر	موسیقی فرعون را زیر و زبر
ورنہ کے کرے بیک نفرین بد	لوح شرق و غرب را غرقاب خود

بر نمکند یک عمارت لوط را در  
 گشت شهرستان چرخ فردوس  
 سوائے شام است این نشان این خبر  
 صد هزاراں اولیائے حق پرست  
 گر بگویم این بیاں افزوں شود  
 خوں شود که با و باز آن لب و  
 طرفه کورے دور ہیں و تیز چشم  
 مویو بیند ز حرف حرص انس  
 مویو بیند ز حرص خود بشر  
 رقص آنجا کن که خود را بشکنی  
 رقص جولان بر سر میدان کنند  
 چون زنده از دست خود دست بزنند  
 مطربان شان از درون می زند

(۲)

جمله شهرستان نشان اینی مراد  
 در جلای آب سپهر روین نشان  
 در ره قدسش به بین بر رگداز  
 خود به قرنی سیاستها بدست  
 خود جگر چه بود که کوه ها خوں شود  
 تو نه بینی خوں شدن کورئی ورد  
 لیک از اشتر نه بیند غیر چشم  
 رقص بے مقصود و اندام چو خرس  
 رقص او خالی ز خیمه و پرچم  
 پنبه را از ریش شہوت بر کنی  
 رقص اندر خون خود مرداں کنند  
 چون جند از نقص خود رقص کنند  
 بحر مادر شورشان گفت می زند

تو نہ بینی برگ ہا با شاخا  
تو نہ بینی لیک ہر گوش شا  
تو نہ بینی برگ ہا رکت زوں  
گوش سہر بند از ہزل و دروغ  
این وہاں بر بند از ہزل و عمو  
سخت گوش محمد در سخن  
سہر گوش است چشم استان بنی  
این سخن پایاں ندارد و باز راں  
ہر وہاں را پیل بوئے می کند  
تا کجا یاید کباب پور خویش  
و انما ید در جزایش قہر خویش  
تا کجا بوئے کباب بچہ را  
گوش تہائے بندگاں حق خوری

کف زنان رقصاں ز تھر یک صبا  
برگ ہا با شاخا ہم کف زنان  
گوش دل باید نہ این گوش بدن  
تا بہ بینی شہر جان را با فروغ  
جز حدیث روئے او چیزے مگو  
کش بگوید در بنے حق ہواذن  
رحمت حق مرصع است و ناہنی  
سوئے اہل پیل و براغماز راں  
گرد مہدہ ہر ہشتر بے تند  
تا نماید انتقام و زور خویش  
ہر کجا بوئے بر داز پور خویش  
یاید و ز خویش زنداند و حسنا  
غیبت ایشان کنی کیفر میری

(۳)



ہیں کہ بویاؤ دہاں تان خالق است  
و لے آں افسوسے کش بوئے گیر  
نے دہاں دزدیدل امکان زانہاں  
آبے روغن نیست مرو پوش را  
چند کو بد زخمائے گز زشاں  
گز غزائیل را بس گز اثر  
ہم بصورت می نماید گے گے  
گوید آں رنجور کاے یا جسم  
چوں نمی بیند کس از یاراں او  
مانی بینم باشد این خیال  
چہ خیال است این کہ این چرخ نگوں  
گز رہا و تیغہا محسوس شد  
او ہی بیند کہ آں از بہر اوست

(۴۲)

کے برد جان غیر آں کو حاذق است  
باشد اندر گورست کر بانکسیر  
نے تو ان خوش کردن از دار و ملی  
راہ حیل نیست عقل و ہوش را  
بر سر ہر اثر خاؤ بزر شاں  
گز نہ بیننی چوب و آہن و صورت  
زاں ہر رنجور باشد آگے  
چیت این شمشیر بر فرق سرم  
در جواب آئیند یاراں کاے عمو  
چہ خیالست این کہ ہست این ارجحال  
از نہیب آں خیالے شک کنوں  
پیش بیمار و سرش منکوش شد  
چشم دشمن بستہ زان چشم دوست

حرص و نیافت و چشمش تیز شد  
 مرغ بے هنگام شد آں چشم او  
 سر بریدن واجب آمد مرغ را  
 هر زمان نزعی است جزو جانست  
 عسر تو مانند همیان زراست  
 می شمار می دهد زیر یوقوف  
 گرز که بستانی و نه نمی بجائے  
 پس بنه بر جائے هر دم راعوض  
 در تمامی کارها چندیں مکوش\*  
 عاقبت تو رفت خواهی نامتسم  
 وین عمارت کردن گور و محسد  
 بلکه خود را در صفا گورے کنی\*  
 خاک او گردی و مدفون غمش

چشم او روشن گه خونریز شد  
 از نتیجه کبر او زخشم او  
 کو بغیر وقت جنبانند و را  
 بنگر اندر نزع جان ایمانت را  
 روز و شب مانند دنیا را شمر است  
 تا که خالی گردد و آید خسوف  
 اندر آید کوه راں دادن زیپائے  
 تا زوا سجد و اقرب یابی غرض  
 جز بکارے که بود و در دیں مکوش  
 کار هایت ابرو نان تو حشام  
 نے بہ سنگ است نہ چوبے لبند  
 در مٹی آن کنی دفن ایں مٹی  
 تا دست یابد مدد با از و شش

(۵)

بنود از اصحاب معنی آن سر	گورخانه قبه با و کنگره
پیچ اطلس دست گیر دہوش را	بنگر اکنوں رند اطلس پوش را
کز دم غم در دل غمداں او	در عذاب منکرست آن جان او
وز درویندیشہائے زار و زار	از یروں بظاہر شش نقش نگار
چوں نبات اندیشہ و شکر سخن	واں یکے مینی در اں دلق کسن

(۶) تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیگی کہ وہ بھوکے اور بے سرو سامان ہیں اور دروازے سفر کے چلے آ رہے ہیں مقتضای علمت اسکی شفقت نے بوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان کے مکمل کی طرح مشغفہ ہو گیا اور یہ کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پر محض صبح کے باعث اور بھوک اور غلو سے معذہ کے سبب تکوینت تکلیف ہے لیکن خدا کیلئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیوں میں اسلئے کہتا ہوں کہ ادھر جس طرف تم اب جا رہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور و توجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ متعذہ ہے جو ان کی بے التفاتی و بیکار تہائی کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت پر شروع کرتے ہیں) اس رستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جنکو دیکھ کر ان کے ٹکار کیلئے بھٹا راجی بہت لچا لچا کر کہو نہ بہت سیں اور عمدہ اور سٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کی مان ان کی محافظہ ہے گو تھاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ ان کے لئے سو فرخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگاڑی اور فریاد کرتی جاتی ہے اس کی سوتلے آگ کے شعلہ نکلتے ہیں پس تم کو اسکے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک کہ چونچ کر لانا مصیبتوں پر شادی کی طرف منتقل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ ان کی غیرت و توجہ الی الخالق کی حالت میں بھی اور حضور توجہ الی الحق کی صورت میں بھی ان کا محافظہ اور نگہبان ہے ان کے نقصان اور مشغولیت بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہو گئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہونچانے والوں سے انتقام لینے پر تیار ہے اور یہی حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے شریعت نہا اور بے شوکت و شان اولیاء میرے بچے ہیں (یہاں تاخیر سے یہی مقام پر ایک حدیث بدین شہوون منقول ہے کہ حق سبحانہ اہل اللہ کو ستانے والوں پر ان کی خفا

یوں غضبتا کہ ہوتے ہیں سطح شیریں بچوں کیلئے ان کے ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان کو لوگوں کے امتحان کیلئے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن درپردہ میں ان کا مصاحب ہوں میری حفاظت میں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سبب عین و درگاہیں اور نیز ملکہ میرے اجزاء کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میری اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے دیکھنا خیر دار۔ میرے نگہبازی والے ہیں ان کوئی اذیت نہ پہنچے گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے مومن علیہ السلام فرعون کو ایک لاکھی سے تلبط کیسے کر سکتے تھے اور ایک پردے سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و غرب کو نیکو و غرقاب کر سکتے تھے نیز اگر ہماری اعانت و حمایت ان کے مثال نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک عا کفار کے نامہ اول ملک کی بیچ کئی ہرگز نہ کر سکتی تھی حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارون ملک۔ دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تمکو پتہ بھی بتلا دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر نمودہ نشان ملیگا اور اس سے تمکو اس واقعہ کی تصدیق ہوگی کچھ انہی چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سبکی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہو جاتا ہے نیز ان کے تصور سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتی ہیں کیلئے تو کیا پھاڑتوں ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھرنچہ ہو جاتے ہیں تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اسلئے تمکو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دو سکے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ ان کے ساتھ دو بین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمھاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی ان تود کھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دیکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تمکو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دیکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمھاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ دیکھتا ہے اور اس کے سبب بچہ کی طرح بلا غایت محمودہ کے ناچتا ہے اور بات دن جہد و جد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اسکی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جہد و جد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے ایسی بربائی ہی بربائی ہے بھلائی اصلا نہیں۔ مگر وہ اشیاء نافعہ کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لاحاصل کو چھوڑتا ہے اسلئے ظالم کس خلافات میں مصروف ہے بھگو جہد و جد اس کام میں کرنی چاہا جس سے شکستگی و عجز و انکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تھیں موجود ہے اسکا بچھا ہا اتار اور انکا بچھا کر میدان میں ناچتا اور خواہشات نفسانہ کیلئے جہد و جد کرنا رندوں اور زخو اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مردخون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جہد و جد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتداء میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اسلئے کوتاہ کرتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں تو وقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب پانچواں نفسان سے لکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کو دیکھنا مردانہ نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور خوش مسرت مقصود ہے مضامین ناچہ کو بھی ظاہری معنی منظور نہ کرنا چاہئے) ان کی باطن محفل رقص

و مرد معتقد ہے اور اباب نشاط شادیانے بجار ہے ہیں اور ان کے اندر شور و جوش عشق حق سبحانہ کے سمند جوش بار ہے  
 ہیں۔ اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطیف آتی سے لہرا رہے ہیں اور جذبہ طرب میں رقص  
 کر رہے ہیں اور تالیاں بجار رہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر ان کے کانوں میں ان شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی  
 آوازیں آرہی ہیں تم بھرتے ہیں کہ تم ہی تالیاں بجائے کو نہیں معلوم کر سکتے اسلئے کہ اس کے لئے گوشت دل کی ضرورت ہے  
 نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اس کے ادراک سے باہر ہے پس اگر تم کو اس بارونی خیر جان کے میر کی ضرورت ہے جس میں لطیف  
 چلے اور ہر بہار باغ میں تو غویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے ٹکودہ بارونی اور لطیف  
 شہر جاں نظر آئے گا نیز تم کو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہئے کہ نہ حرمت کھا و پیو  
 اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرورت ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مانتا ہے  
 اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے (فل ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شریع  
 علیہ السلام ہیں خواہ جو کیا یا اختیار کیا۔ لہذا یہ بالغیر و لگے کو بھی نہیں دو پر قیاس کرنا چاہئے) ان نصائح کو کما حقہ  
 اور اصالۃً توحی سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جبکہ حق سبحانہ نے سرابا گوش فرمایا ہے (یا تو  
 اس سے و تیعہا اذن و اعینہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یا اذن بخیر لکھ کر طرف) اور وہ سرابا گوش اور سرابا چشم  
 ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہو ہم تو ان کے فیض سے علی حسب  
 الاستعداد مستفیض ہیں وہ رحمتہ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم ان کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یفکرم  
 تو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جن کو توحی  
 سے بالا چڑھنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہمتی آدمیوں کو سونگتی ہو اور ان کے معدوں کو دیکھتی ہو تاکہ کہیں اپنے بچے  
 کی کیا بوں کی بو پائے اور تاکہ اپنا غیظ و غضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلا سکے پس جب کسی جگہ اس کو اس کے  
 بچہ کی بو بچاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر و غضب اور اپنی عقوبت اس کو دکھلاتی ہے غرض کہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تاکہ وہ  
 اپنے بچہ کی بو کہیں پائے اور اس کے عوض میں اس کو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پیر صہنون ارشادی کی طرف  
 انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ تم حق سبحانہ کے بند و کاکا گوشت کھا  
 ہو اور ان کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارا جو اس گوشت کھانے کو جاتا ہے  
 لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو بختہ رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہ ہو  
 اسے اس قابل فوسس شخص کی حالت پر کمال فوسس ہے جس کا منہ منکر و نکیر ہو نگہیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکے  
 اور وہ کسی دوسرے بھی اپنی منہ کی بونہ کو سننے کا نہ تو حلیہ تبدیل کر سکے لے کوئی پوڈر وغیرہ ہو گا اور یہ عقل و فہم کوئی  
 تدبیر ربانی کی نکال سکے گی لہذا ان کے گزر اس یہودہ شخص کے سارے چوتھوں پرست ہی ضربیں لگائیں گے تمکو  
 اگر ان کے گزروں میں کچھ شبہ ہو اور کڑی اور بظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گز کو تو اس کے  
 اثر سے بچا سکتے ہو اسی پر قیاس کر لو کہ گز عزرائیل علیہ السلام اس کے ذریعہ سے تو یقیناً معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم

میں محسوس ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اسکی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اریارو  
 یہ سیکے سر تلو اگر کسی ہے اور چونکہ اُس کے یار دوست غیر نہیں کچھ سکتے اسلئے وہ کہتے ہیں کہ ہکو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری تخیل کا  
 اختراع ہے اب سولانا فرماتے ہیں اسے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لیگا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شے ہے جو سبکی  
 دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اسکی نظریں خیال ہو گئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں حقیقت  
 بنا دیا ہے غرض کہ ہمارا وہ گزرا دتلواریں دکھلائی دیتی ہیں تو اسکی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جنگو وہ حقائق سمجھتا تھا  
 وہ خیالات ہو جاتے ہیں اور جنگو خیالات جانتا تھا وہ واقعات ہو جاتے ہیں وہ جانتا ہے کہ یہ سب کیسے ہیں لیکن اور  
 دوستوں اور دشمنوں کی سب کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ اُن کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہو جاتی اور لہو  
 فکشفنا عنک غطاء لك قبصر لك الیوم حدید اسکی نظریہ ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اُسکو پیشینہیں دکھلائی دیتی  
 تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگتی ہیں لیکن افسوس کہ کب کچھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آجاتا ہو اور کچھ کھلنا کچھ مٹنا  
 ہوتا اسلئے کہ اگر غصہ دیگر خصال ذمیرہ کے سبب اسکی آنکھ نے اُس مرغ کی صفت حاصل کر لی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کہ  
 یہ اسوقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جبکہ تلافی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اُس مرغ بے ہنگام کا سر ڈر دینا واجب ہے جو بے وقت  
 گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اُس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ  
 خیال کرو کہ ابھی کا ہے کیلئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کریں گے۔ کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو پس اس  
 حالت نزع میں تمکو اپنی ایمان کی خبریں چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور راندن اشرفیاں گنے  
 واسلئے کہ مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتیٰ کہ وقت  
 یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ گھٹیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گن میں آجاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی  
 ہے یہ تو تھیلی ہے اگر ہاتھ میں سو ہی صرف کیا جائے اور کوئی شے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ رکھی جائے تو ہمارے ہاتھ میں  
 ختم نہ ہو گا بلکہ مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کر دیگی  
 کیونکہ جو زمانہ گذرتا ہے اسکا بدل نہیں ہوتا جو اس کو پورا کر سکے پس اگر تمکو اپنی عمر کا پیمانہ منظور ہے تو اسکی ایک صورت ہے  
 کہ وہ صاحب قدر و حصہ فنا ہوتا جائے اسکی جگہ نہ اعدت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت معانی سے  
 محفوظ رہو گے اور بھروسہ و اسجد اقتوب تم قرب حق سے کلیاں ہو گے اور قرب ہو کر باقی بقا حق ہو جاؤ گے  
 اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں  
 کوشش نہ کرنی چاہئے (ف) یاد رکھو کہ جو کام باہر یا ان شرع ہوں گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقتہً دینی ہیں فی  
 غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے تم خیال نہ کرو کہ ہماری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تمکو مرنا ہے اور کار دنیا کسے تمام نہ کر  
 مسلم ہے پس اس تمام کا انجام بھی تو نامی ہے پھر اس ہیودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیاوی امور  
 ہی کے تمام کی سوج میں چلے گے تو علاوہ اُس خرابی کے کہ وہ کام نہ ہو نہ تمام ہو اور ہمارے ہی بیکار ہوئی ایک خرابی ہو کہ تم  
 روٹی کچی رہے گی جو لسانیکے قابل نہ ہوگی یعنی زاد آخرت بھی تمھارے پاس لسان ہو گا جو تمکو کام دے سکے اور جو تم آخرت کا

(۹)

سامان کر رہے ہو کہ اپنے لئے قبر چننے بنوار ہے ہو یہ سب بغیر ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور دوسرے سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں بنی قبر بناؤ اسکی سستی میں اپنی سستی کو دفن کر دو تم اسکی خاک ہو جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ اس کے انفاس سے تمہارے انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعمال شئی نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں اچھا اب ہم نکو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھانے ہیں جس سے تم کو ان کے خیالات متعلق بہ قبر میں ہی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو زندہ اطلس پوئل کا اطلس کیا اس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اسکی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اسکو اپنا پوریشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے خزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اسکو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اسکا ظاہر آراستہ پرستہ ہے مگر اس کے خیالات اس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رہا ہے اور اس پورانی لکڑی والے فقیر کو دیکھ لو جہاں غم کا نام نہیں اسکو خیالات میں ہی حلاوت اور اس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

## شرح شبیری

(۱۰)

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مست کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستان دیدانائے گروہ دوستان

یعنی تھے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستان دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے یہ دانا صاحب بھی جا پہنچے۔

گرستہ ماندہ شدہ بے برگ و عور می رسید از سفر و زراہ دور

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور و دراز سے پہنچے تھے۔

مہر دانایشن جو شید گفت خوش سلامی شان و چون گل شگفت

یعنی اس دانا کی دانائی کی الفت نے جو شش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح گل شگفت کیا یعنی اس نے سب کو سلام کیا اور ان کو دیکھ کر سرت ظاہر کی۔





گفت داتم از سح و ز خلاصہ جمع آمد سح تاں زیر کربلا  
یعنی اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلور معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف شکوہ جمع ہوتی ہے  
مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ قوم جلیل تانبا شد خورد تاں فرزند پیل  
یعنی لیکن اسے قوم بزرگ خدا سے ذرا اوپر گزرتھاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا محمول محذوف ہے  
یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ ہے کہ اسے کہیں ہاتھی کے بچے مست نہ کیا جائے اگرچہ جو کہ ہو مگر اسکا بہت  
پریشانیہ نہ تھا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہستائیں ہو کہ کنوں میوید پند من از جان از دل شنوید  
یعنی جس طرف کہ تم اب جا رہے ہو اور ہر ہاتھی ہیں اللہ اللہ میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تان صید ایشان بہت پس دلخواہ تاں  
یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لئے کہ۔

بس طریف اند و لطیف اند ہمیں لیک مادرشان بود اندر کہیں  
یعنی وہ خوب سوئے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن انکی ماں گھات میں ہوئی ہے۔

از پے فرزند صد فرسنگ راہ می بگردد در حنین و آہ آہ  
یعنی اپنے بچہ کے مارے سیکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ  
اگر اُس کے بچہ کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سیکڑوں کوس تک انکی فائل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور  
جب پاتی ہے تو اسکو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او الحذر زان بچہ مرحوم او  
یعنی انکی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے انکے اُس بچہ مرحوم سے بن بچنا ہی بہتر ہے انکو  
بھلا کہنا تو درکنار ان کو ہاتھ بھی نہ لگانے والا فرماتے ہیں۔

**اولیا اطفال حق اندازی پیر غائبی و حاضری بس باخبر**  
 یعنی اولیا اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ ان سے باخبر ہیں مطلب یہ کہ اولیا اللہ اگر فوت  
 تھے اسے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور انکو برا بھلا کہو تو تم اس سے کہ وہ خود بدلے لیں اور جبکہ وہ غائب ہوں تب  
 تم ان کی برائی کرو تو وہ تو بدلہ لائیں گے مگر حق تعالیٰ ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کسی کوئی ان کو ستائے گا  
 تو اس سے بدلہ لیں گے۔

**غائبی منہدیش از نقصان شان کو شہدیں از برائے جان شان**  
 یعنی غائبی کو ان کا نقصان مست سمجھو اسلئے کہ وہ (حق تعالیٰ) ان کی ان کیلئے کینہ کھینچے ہیں مطلب یہ کہ اگر وہ  
 اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مست سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہوگا ان کا کوئی حرج بھی نہیں  
 ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستاویگا اس سے وہ خود بدلہ لے لیں گے۔

**گفت اطفال من اندایں ولیا در غربی فرد از کار و کیا**  
 یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیا میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان و شوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ  
 اگرچہ ظاہر حالت میں شان و شوکت ان میں نہیں ہو مگر یہ میری اولاد ہیں لہذا حقیقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے  
 اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے اخلق عیال اللہ مگر اس میں ولیا اللہ کی تخصیص نہیں کی  
 بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سمجھو مثال ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا  
 فقد آذنتہ بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاویگا میں اسکو اعلان جنگ دیتا ہوں یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی  
 شامی صاحب کے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا  
 ہے کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچے کو چھیرنے سے آتا ہے تو  
 اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیا اللہ بھی بمنزلہ عیال اطفال کے ہوتے ہیں اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت  
 تفتی اسلئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاوے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس  
 اولیا اللہ کی نسبت صراحتہ ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ  
 ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ۵۰ میں حقیر گدایان عشق را کس قوم چہ شہان بے کمر و خسروان بے کلامند  
 اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اُسے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

(۱۲)

**از برائے امتحان خوار و تمیم لیک اندر سرمہ یار و تدیم**

یعنی (دوسروں کی) آزمائش کیلئے (ظاہر میں تو) غوار دیکے میں ہیں۔ لیکن باطن میں میں ان کا نہیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کیلئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو مستلزم یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہذا ظاہر میں تو اس طرح دیکھ رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی مصیبت حاصل ہوتی ہے

## پشتدار حبلہ عصمتہائے من گویا ہستند خود اجزائے من

یعنی میری عصمتوں کے پشتدار ہیں گویا کہ خود میری ہی اجزاء ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں ان کے لئے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزاء ہو گئے ہیں اور اتحاد و مطلقہ حاصل ہو گیا ہے اور ارشاد ہے کہ۔

## ہاں ہاں این دلق پوشان من اند صد ہزار اندر ہزار ویک تن اند

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ ہزار ہیں اور ایک تن میں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ انکو میری نسبت حاصل ہوا ان میں کا ایک بھی اس قدر قدرت رکھتا ہے اور اس قدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ ان کے سامنے پہنچ ہیں دس کروڑ اس لئے کہ لاکھ ہزار ہزار ہزار ہزار ہزار کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک بہت بڑا مقابلہ کر سکتا ہے آگے اس کی نظر آ رہا ہے کہ۔

## ورنہ کے کرے بہ یک چوب ہنر موسیٰ فرعون رازیر و زبر

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیر و زبر کر دیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیر و زبر کر دیا اور وہ بھی ایک ذرا سی لکڑی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی پیر ہے پھر اس کے آلات حرب کے آگے یہ لکڑی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

## ورنہ کے کرے بہ یک نفر بد نوح شرق وغرب را غرقاب خود

یعنی ورنہ ایک بد دعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق وغرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے غرقاب خود ہیں اصناف بادی فی ملاست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ ان کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو مصیبت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بد دعا سے تمام عالم کو کس طرح غرق کر سکتے تھے یہ اسی مصیبت کی برکت تھی۔

## یرنہ کندے یک معائے لوط را و جملہ شہرستان شان را بمراد

یعنی لوط بزرگ کی صفت ایک دعائے کی تمام شہر بے مراد کو ہرگز نہ اٹھا سکتی۔ یہ ایک دعائے تمام جہاں کا ہے۔ وہ بالا ہو جاتا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بدو عاصرتہ تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انھوں نے دعا کی رب تجھی و اہلی علیہم لعلہم اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جائے اور ان کو نجات دیا جائے لہذا اس سے بدو عاصرتہ ہوتی ہے بمعیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

## گشت شہرستان چرخ و نشان دجلہ آب سیہ رویش نشان

یعنی ان کا شہر جو شل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے جیسا کہ اب تک نشان باقی ہے آگے ان نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

## سوئے شام است این نشان و این خبر در رہ قدش ہیں بر برگداز

یعنی یہ جزا و نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گزرا گاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب تھیں تو دیکھو یہ ساری برکت بمعیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۳)

## صد ہزاراں اولیاؤں پرست خود ہر قرنہ سیاستا بدست

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ ان کو ستانے اور ایذا دینے کی بہ دولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

## گر جویم این بیان قزوں شود خود جگر چہ بود کہ خار اخوں شود

یعنی اگر بس اُنکو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور صبر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقب تو بہت طویل ہیں ان کے بیان میں خوفِ تطویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جاویں تو پتھر بھی خون ہو جائے۔ جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سہل نہیں سکتا۔

## خوں شود کہ ماو با نال یفرد تونہ بینی خوں شد کہ ہی مرد

یعنی بہاؤ خوں ہو جاویں اور پھر شہر جاویں تم ان کا خوں ہونا نہ دیکھتے نہیں ہوا سئلے کا اندھے اور مردود ہو

اگر تمہاری آنکھیں جڑیں تو نگو ان کا خون ہونا نظر آتا۔

## طرفہ کوری دور ہیں و تیز چشم لیک از اشتہر بینید غیر چشم

یعنی تو عجیب اندھا ہے کہ دور ہیں اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ سے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک سا اون کا ڈھیر ہے اور اس کی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہ کر تم اسکے ظاہر کو دیکھتے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہ کر عبادت اور یاد حق کرنا اچھ نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاہر امن الھینو لا الدنیا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اسکی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اس قدر منہمک ہیں کہ

## مویوبیند ز حرفہ حرص الش رقص بے مقصود اند بچو حرص

یعنی حرص انسانی حرفہ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور بچہ کی طرح رقص بے مقصود جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس قدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوڑتی حصول دنیا کیلئے بہت بہت دور نظر پہنچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کیلئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کیلئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہو گا جیسے کہ بچہ ناپچاس ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ چوبیسے وغیرہ ملے ہیں بچہ والے کو ملے ہیں اسکو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس مویوبیند سے انسان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

(۱۵)

## مویوبیند ز حرص خود بشر رقص او خالی ز خیر و پیر ز شر

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اسکا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پُر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی نہیں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ۔

## رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی پنبہ را از ریش شہوت بر کنی

یعنی رقص تو اس جگہ کر کہ اپنے کو شکستہ کر داور رونی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ د ورنی اس رقص دنیاوی کو ترک کر دو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کر دو کہ جس سے فائدہ دہی حاصل ہو۔

## رقص جولان بر سر میدان کشند رقص اند چون عجم و مغان کشند

یعنی رقص و جولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنی خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق میں وہ تو فنا ہوئے ہیں اور رقص کرتے ہیں ان کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہنماز دست و دستے بند چوں جہنماز نقص بر رقصے تشند

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کر دیتے ہیں۔

مطربان شان از درون فمی نند بحر ہا در شور شاں کف می زنند

یعنی ان کے مطرب ان کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا ان کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی ان کو ان ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر دف و چنگ مجتہد حق کے موجود ہے جس سے کہ دست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا ان کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا بر شاخ ہا کف نہان رقصان نہ تحریک صبا

یعنی کیا تم بچوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینو سے تالیاں بجاتے ہو؟ نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دنیا میں کبھی اپنے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں اسی طرح جب ان حضرات پر واردات عشق پڑتی ہے تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان بچوں کی ہوتی ہے کہ خوش خورم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شان برگ ہا با شاخا ہم کف تران

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن ان کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگ ہا کف زدن گوش دل باید نہ این گوش بدن

یعنی تم ان بچوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اسکے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تم کو پاس گوش دل ہے نہیں لہذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر رہنماز ہزل و دروغ تابہ بینی شہر جاں را با فروغ

یعنی ان گوش سر کو ہزل و دروغ سے بند کر لو تا کہ شہر جاں کو با فروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات

سے بند کرو تاکہ تم اس عالم غیب کو جو کہ بافرغ ہے دیکھ سکو اور اسکی زیارت کر سکو۔

## بس وہاں بر بنداز ہزل و عمو جز حدیث روئے او چیزے لگو

یعنی تبس منہ کو ہزل سے بند کر لو اسے چھا اور سوائے اس ذات کے روئے ذکر کے اور کچھ مرت کو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ کو بند کر لو کہ سب ہزل ہے ۵ در صحف روئے او نظر کن ۶ خسر و غزل و کتاب تاکہ تو گوش و دہاں دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش و دہاں کو بند کر لو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

## کشد گوش محمد و رخن کش بگوید و رہے حق ہواذن

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ہواذن مطلب کہ دیکھو وحی کے وقت حضور قبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کس قدر کان لگاتے تھے کہ جسکی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہواذن پوری آیت یہ ہے ومنہم الذین یوذون النبی ویقولون ہواذن قل اذن خبر لکم یعنی ان منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور حجب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کینحنو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (ان کو جس طرح ہم ہیکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں وہ بہتر ہیں تمہارے لگو تو دل جو ہواذن ہے وہ تو بیاں مراد نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے کہ قل کے بعد ہواذن ہو وہ چونکہ غیر ہے مبتدا محذوف کی اسلئے اسکی تقدیر ہواذن ہو تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ ہواذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اسکی ہرگز نہیں ہو سکتی واللہ الحمد واللہ دیولانا۔

## سیر گوش ارشتم ہر شانی حرمت حق مضع است مابھی

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے پر گوش ہیں اور حرمت حق ہیں جو کہ مضع ہے اور ہم جیسی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور ان کو چشم و گوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہم کو عطا ہو سکتے ہیں اسلئے کہ آپ تو جنت للعالمین ہیں اور ہم نیچے ہیں لہذا اہم یہ بھی حرمت ہو گئے ۵  
مہنوزاں ابر حرمت درفشانت  
خس و غمنا نہ یا مہر و نشانست  
اب فرماتے ہیں کہ۔

## ایں سخن کا بان نہ دار و بانہاں سوائے اہل میل و برآغاز راں

یعنی یہ بات تو انتہا میں رکھتی لہذا لو تو طرقت اہل پل کے اور شرف کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم



علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اسکو یہاں چھوڑ کر اُس پل بچکان کے قصہ کو بیان کر دو۔

**ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنے والوں کے قصہ کا بقیہ**

**ہر وہاں پراپیل ہوئے میکند گردِ معدہ ہر شہر برمی تند**  
یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اُس ناصح نے کہا کہ یہ ست سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اسکو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کر لیں گے وہ ہاتھی منہ سونگتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کر لیتا ہے۔

**تا کجا یاد کیا بپور خوش تازند اندر چرا صد زخم نیش**  
یعنی تاکہ جہاں کہیں وہ اپنے بچے کے کباب پائے تو اسکو سزائیں ہزار زخم نیش کے پائے۔

**تا کجا ہوئے کباب بچہ را یاد و زخم نیش ند اندر چرا**  
یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں بچہ کو کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اس کے زخم مارتا ہے اور اُس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

**لحمہا و بندگان حق خوری غیبستان کنی کیفر بری**  
یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) انکی غیبت کرتے ہو تو بدلا پاتے ہو۔

**ہیں کہ بویائے دہان خالق است کے بوجان غیر او کو صادق است**

یعنی اسے تمھارے منہ کا سونگنے والا تو خالق ہے تو سوائے اُسکے جو کہ صادق ہے کسکو جان بری ہو سکتی ہے تو جب تم نے غیبت کر کے بھقتنا ہے آیہ ایجب احدا کم ان با کل لحم اخیه دینا کے تھے ان حضرات کا گوشت کھایا اور انکو ایذا دی تو ان کی طرف سے تو بدلا لینے والا حق ہے پھر بتاؤ کہ وہ تو عالم الغیب سے اُس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

**دائواں افسوسے کش ہوئے گیر با شد اندر گور مسکراں کیم**

یعنی اُس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جب کامنہ قبر میں سونگنے والے منکر نکلیں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے وہاں نہ دیدن امکان راہاں نے توان خوش کردن از دار و دہاں

یعنی نہ تو نمٹنے کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دواسے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں جس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب روغن نیست مرو پوش را راہ حیلست نیست عقل و ہوش را

یعنی وہاں روپوشی کیلئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کیلئے حیلہ کرے گا کوئی راستہ نہیں ہے جس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کو بد زخم ہائے گرز نشان بر سر ہر زار اتحاد و مرز نشان

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگا دیں گے ہر ہیودہ گو کے سر پر اور چوڑوں پر مرز بضم مہم مقعد یعنی جب چھپاؤں گے نہیں لہذا ان پر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگا دیں گے اور نہیں گے اب کوئی کہتا ہے کہ کتاب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچاس کا جواب دیتے ہیں۔

گر ز عزرائیل را بست گراثر گرتہ بینی چوب و آہن و رصود

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تمکو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے ہی موثر پر لا منتہی ہے لہذا اس نزع والے کے کرب بے جہنی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی چیز ہے کہ جو اسے جنت تر ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کرو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں ہی نظر آجاتا ہے جسکا گے بیان ہے میں

ہم بصورت می نماید کہ گے زان ہم کہ رنجور باشد آگے

یعنی کبھی کبھی صورت میں ہی نظر آجاتے ہیں اور ان سے وہ بیماری آگاہ ہوتا ہے انکو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا اور بیان کرتا ہے اس سے تمکو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم چیت ایں شمشیر برفوق سرم

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اسے کھروالو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں تی بنید اُس از یار اں او در جواب پند ہر یک کاے عمو

یعنی جبکہ اُس کے دوستوں میں سے کوئی اُسکو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اسے چھا۔

## مانی بنیم باشد این خیال چہ خیال است این کہ ہر تازہ حال

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں خیال ہو گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کج ہے یعنی وہ لوگ کہتی ہیں بڑا ہے ہیں سسر ہم ہو گیا ہے خیالات منتشر ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کج ہونے والا ہے تم اُسکو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

## چہ خیال است این کہ این جرح نگوں از نہیں آں خیالے شد کنوں

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ میرے جرح نگوں اُسکے خوفے ایک خیال ہو گیا ہے اسوقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہو گیا ہے وہ وقت از حال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرماویں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرماویں۔

## گر ز ہاوتینہا محسوس شد پیش بیمار و سرش منکوس شد

یعنی تمہاریں اور گر ز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہو گئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

## اور ہی بنید کہ آں از بہر اوست چشم دشمن بتناں چشم دوست

یعنی وہ بعض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اُسکے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ اُن کو دیکھ کر بول کھا رہا ہے اور اُسکو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دی رہی ہیں اُنکی وجہ یہ ہے کہ۔

## حرص دنیا رفت چشم تیر شد چشم او روشن کہ خونریز شد

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اُسکی آنکھ تیز ہو گئی اور اُنکی آنکھ تیری خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان شہیار کو دیکھتے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اُسکی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

## مرغ بے ہنگام شد آں چشم او از نتیجہ کبر او و ز خشم او

یعنی اُنکی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہو گئی ہے اس کے کبر و خشم کے نتیجے سے یعنی پہلے سے کبر و خشم اُنکی آنکھ کو بند کئے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے تو اُس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

(۲۰)

## سر بریدن واجب مد مرغ را کو بغیر از وقت جنباندورا

یعنی ماس مرغ بے ہنگام کاسر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو ای طرح اس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اس وقت تو ہنگوئی نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

## ہر زمان زنی است جزو جاننا بنگرانہ نزع جان ایمانت را

یعنی تمھاری اجزاء جان کو ہر وقت زنی ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع قیوت ایمان کو درست کر لیں گے تو تمھاری جان کلچر توجب ہوگا جب ہوگا اس وقت تمھاری اجزاء کا نزع ہو رہا ہے کہ چون کہ جان مال گذرتی جاتی ہیں ان میں کمی اور اغماط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی نزع دیکھ کر کیا درست ہے یا نہیں خوب کہا ہے ۵ قدر للہ ما ذهب اللیالی + دکان دھا بہن لہ دھا با + اور کہا ہے کہ ۵ ہر دم بچے گھر نیال یہ دیتا ہے منادی + لے ایک گھڑی عمر تری اور گدھا دی + آگے اس عمر کے ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

## عمر تو مانند ہیماں زراست روز و شب مانند دنیا را شمرت

یعنی عمر تری اشرافیوں کی ہیماں کی طرح ہے کہ رات دن اشرافی گنتے والے کی طرح ہے +

## می شمار می دہد ز بیوقوف تا کہ خالی گردد و آید خسوف

یعنی وہ گنتے والا کن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہو جاوے گا خسوف میں آجاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اسکی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی خواہ خزانہ قادیان ہی

## گرز کہ بتانی نہ نہی بجائے اندر آید کوہ راں دن ز پائے

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کر دو اور اسکی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی کچھ گر پڑے اور ختم ہو جائے تو جب تمھاری عمر ختم ہو رہی ہے اور اسکی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک دن ختم ہو جاوے گی لینا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف تخی ہو اور اسکی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے۔ اور اگر عوض رکھ دیا جائے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اسلئے فرماتے ہیں کہ۔

## پس تہم بر جائے ہر دم را عوض تاز و اسجد و اقرب یا بی عوض

یعنی پس ہر دم کا عوض ایسی جگہ رکھ تاکہ واسجہ واقرب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کی عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم ہی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تمکو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

## در تمامی کار با چندین مکوش جز یکاے کہ بود در دیں مکوش

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دیں میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اس قدر کوشش مت کرو کہ بس اسی میں کھپ جاؤ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہئے نہ کہ امور دنیاوی میں اسلئے کہ۔

## عاقبت تو رفتی اسی ناتمام کار بایت ابتر و نان تو خام

یعنی آخر کار تو ناتمام ہی چلا جائے گا کہ تیرے کام ابتر ہونگے اور تیری روٹی کچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تمام کام آخر کار ناتمام ہی رہ جائیں گے اسلئے اس سے ابھی سے اُن کو ترک کر دو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کتاب کو جواب آپ موت کو یاد رکھئے کہ کہتے ہیں تو ہنسنے تو دل میں اس قدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اس قدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

(۲۲)

## وین عمارت کردن گور و لحد نے بہ سنگ است نہ چوبے لید

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ ردوں سے۔

## بلکہ خود را در صفا گورے کنی درستی او کنی دفن این مٹی

یعنی بلکہ اپنی کو صفائیں ایک گور بنا لو کہ اُسکے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کرو مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اُن میں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اُنیں دفن ہو جاؤ۔

## خاک او گردی و مدفونش تا دست یابد مدد ہا از روش

یعنی اُنکی خاک بن جاؤ اور اُنکے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ تمہارا دم و دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرمادیں۔

## گور خانہ قبہ ہا و سنگرہ بنو د از اصحاب معنی آل شہ

یعنی گورخانه اور قبے اور نگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اسلئے کہ

بنگر کنوں زند اطلس پوش را هیچ اطلس دست گیر و پوش را

یعنی اب تم کسی زند اطلس پوش کو دیکھو کہ اطلس نے کچھ پوش میں مرد کی یعنی قبر میں کچھ اس کے پوش جو اس میں اطلس نے مرد کی اور ان کو قوت پہنچائی ہے یا نہیں تم خود ہی سمجھ لو بلکہ جو زند ہی میں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

در عذاب منکرستان جان او کر ژوم غم در دل غمدان او

یعنی اس کی جان عذاب منکوس ہے اور غم کے بچھو اس کے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں بظاہر ش نقش و نگار و ز دروں اندیشہ ہائش زار زار

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں خوب نقش و نگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بچارہ خراب خستہ ہو رہا ہے اس زند اطلس پوش کے تو یہ حالت ہو گئی

واں یکے بینی در اں وق کس چوں نیات اندیشہ و شکر سخن

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پورانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پیش پورانی گدڑی میں ہے اور اس کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب بیکو تو اندر سے مشکفہ ہے اور قبر بھی اگر پر نور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندرون اور قلب کا ہے لہذا اس کو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج ہی نہیں ہے آئے پھر ان ساز و نکی حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

## شرح سیبی

تا دل و جان تان مگر دو متحن

در شکا پیل بچکان کم روید

جز سعادت کے بود انجام نصیح

گفت ناصح بشتویاں پند من

با گیاه و برگ ہا قانع شستویا

من بروں کردم ز گردن نام نصیح

من به تبلیغ رسالت آمدم  
 میں مبادا کہ طمع تان رہے زند  
 این بگفت و خیر بانی کرد و رفت  
 ناگہاں دیدند سوئے جادہ  
 اندر افتادند چوں گرگان مست  
 آں یکے ہمراہ نخورد و پسند داد  
 از کیا بش مانع آمد آں سخن  
 پس بقیہ دند و خفتند آں ہمہ  
 دید پیلے سمنای کے میر سید  
 بوئے میگرد آں دہانش را سہ بار  
 چند بارے گردا و گشت رفت  
 مراب خفستہ را بوئے کرد  
 کز کیا پیل زادہ خوردہ بود

(۲۴)

تا رہانم مر شمارا از ندیم  
 طمع برگ این جہاں تاں بر کند  
 گشت قحط و جوع شان در راہ رفت  
 پور فیلے فریبے نو زادہ  
 پاک خوردند و فروشتند دست  
 کہ حدیث آں فقیرش بود یاد  
 بخت نوبخت ترا عقل کس  
 آں گرسنہ پاسخبان آں رہ  
 اولاً آمد سوئے حارس دو دیدہ  
 ہچ بوئے زو نیامد ناگوار  
 مرد رانازد آں شہ پیل رفت  
 بوئے می آمد و رازاں خفتہ مرد  
 بردر ایند و بختش پیل زود



و ز ماں او یک بیک زان گروه  
 بر هوا انداخت هر یک از گزاف  
 ای خورند خون خلق از ره بگرد  
 مال ایشان خون ایشان را بقتل  
 مادر آن فیل بچه کین کشد  
 فیل بچه می خوری ای پاره خوار  
 بوسے رسوا کرد مکر اندیش را  
 آنکه باید بوسے حق را از زمین  
 مصطفیٰ چون بوسے برد از راه دور  
 هم باید یک پوشاند ز ما  
 تو همی خسی و بوسے آن حرام  
 بهمة انقاس برشتت می شود  
 بوسے کبر و بوسے حرص و بوسے آز

بر در آیند و نبودش زان شکوه  
 تا نمی زد بر زمین می شد ترگاف  
 تا نیارد خون ایشانست نبرد  
 زانکه مال از زور آید در میس  
 فیل بچه خورده را کین کشد  
 هم بر آرد خصم فیل از تو و مار  
 بیل داند بوسے بچه خویش را  
 چون نیاید بوسے باطل را زن  
 چون نیاید از دهاں ما بخور  
 بوسے نیک و بد بر آید بر سما  
 می زند بر آسمان سبتر قام  
 تا به بگیراں گردوں می رود  
 در سخن گفتن بسیار چو سپاز

گر خوری سو گندمن کے خوردہ ام  
آں دست سو گند غمازی کند  
پس دعا بار و شود از بوسے آں  
خسوا آید جواب آں دعا  
گر حدیث کثر بود پیش راست  
و بود معنی کثر و لفظت نکو  
آں بلال صدق و ربانگ نماز  
تا بگفتند اے پیغمبر نیست راست  
اے نبی و اے رسول کردگار  
عیرب باشد اول دین و صلاح  
خشم پنہیز بچو شید و بگفت  
کاسے خان نزد خدا ہی بلال  
و امشورانیست تا سن رازماں

(۲۶)

از پیاز و سیر تقوی کرده ام  
بردماغ ہم نشینان برترند  
آں دل کثر می نماید از زبان  
چوب رو یا شجرائے هر دعا  
آں کثری لفظ مقبول خداست  
آنچنان لفظے نیز و یک تسو  
حی را ہی خواند از روئے نیاز  
این خطا اکنون کہ آغاز نیاست  
یک سوذن کو بود اقصی بیار  
لحن خواندن لفظ حق علی انطلاح  
یک دور مرے از عنایات تہفت  
بہتر از صدی وحی قیلول قال  
وانگویم ز آخر و آغاز تماں \*

گزنداری تو دم خوش در دعا  
 بهر این فرمود با موسی خدا  
 کائے کلیم شد ز من میجو پناه  
 گفت موسی من ندارم آں دهاں  
 آتچناں کن کہو ہانہا مر ترا  
 از دہاں غیر کے کردی گستا  
 یا دہاں خوشستن را پاک کن  
 ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید  
 می گریز و ضد ہا از ضد ہا  
 چوں بر آید نام پاک اندر دہاں  
 آں یکے اللہ می گفتے شبے  
 گفت شیطان نش خمش ای سخت رو  
 این ہمد اللہ گفتی از عستو

رو دعاے خواہ را خوان صفا  
 وقت حاجت خواستن اندر دعا  
 باد ہانے کہ نکردی تو گستاہ  
 گفت مارا از دہاں غیر خواں  
 در شب دور روز ہا آرد دعا  
 از دہاں غیر بر خواں کائے خدا  
 روح خود را چا پاکے چالاک کن  
 رفت بر بندہ بروں آید پید  
 شب گریز دچوں برافروز و ضیا  
 نے پلیدی ماند و نے آں دہاں  
 تا کہ شیریں گردد از ذکرش بے  
 چند گوئی آخرائے بسیار گو  
 خود یکے اللہ را البیک کو

(۲۴)

می نیاید یک جواب پیش تخت  
 او شکسته دل شد و بنهاد سر  
 گفت ہیں از ذکر چوں وامانده  
 گفت لبیکم نمی آید جواب  
 گفت خضرش که خدا گفت این سخن  
 گفت آن الله تو لبیک ماست  
 نے ترا در کار من آورده ام  
 حیلہ ہا و چارہ جو نہاے تو  
 ترس و عشق تو کند لطف ماست  
 جان جاہل زیں دعا جز دوریت  
 بردہاں و بریش قفل است و بند  
 دادم فرعون را صد ملک مال  
 در ہمہ عمرش ندید او در دسر

(۲۸)

چند الله می زنی باروئے سخت  
 دید در خواب او خضر اندر خضر  
 چوں پشیمانی از آن کش خوانده  
 زان ہی ترسم کہ یا شمر و یا  
 کہ برو یا او یگو اے ممتحن  
 این نیاز و سوز و دردت پیک است  
 نے کہ من مشغول فکر ت کردہ ام  
 جذب مابود و کشاد آں پائے تو  
 زیر پر یارب تو لبیک ماست  
 زانکہ یا رفتیش مستوریت  
 تا نالہ با خدا وقت گزند  
 تا بگرد او دعویٰ عز و بسال  
 تا نالہ سوئے حق آن بد گمر

واد او را جمله ملک این جہاں  
 زانکہ در دویخ و باراندہاں  
 در آمد بہتر از ملک جہاں  
 خواندن بے درد از افسردگی است  
 آن کشیدن زریب آواز را  
 آن شدہ آواز صافی و حزمین  
 نالہ سگ در زہش بے جذبیت  
 چوں سگ کہنے کہ از مردار برت  
 تا قیامت میخورد او پیش غار  
 لے بسا سگ پوست کور نامیت  
 جان بدہ از بہر آن جام لے پیر  
 صبر کردن بہر این نبود حسیج  
 زین کہیں بے صبر و ترے کجست

حق نداوش در دویخ و اندہاں  
 شد نصیب و ستانش در جہاں  
 تا بخوانی تو خد را در نہاں  
 خواندن با در داز دل بر دگیت  
 یاد کردن بہر رو آغاز را  
 کائے خد اہمستغات و اہمیں  
 زانکہ ہر را غیب اسیر رہزنی است (۲۹)  
 بر سر خوان شہنشاہاں شہست  
 عارفانہ آب رحمت پے تغار  
 لیک اندر پردہ مے آن جانمیت  
 بے جہاد و صبر کے باشت و ظفر  
 صبر کن کا صبر مفتاح الفسحج  
 حزم را خود صبر باشد پاؤ بہت

حزم کن از خورد کاین زہریں گیات  
 کاہ باشد کوہر بادے جب  
 ہر طرف غولے ہی خواند ترا  
 رہنمایم ہم ہر ت باشم رفیق  
 نے قلاؤزست نے رہ دانداو  
 حزم آں باشد کہ نفیرید ترا  
 کہ تہ چربے در دو نے نوش او  
 کہ بیامہان ماے روشنی  
 حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام  
 یاسم در دست و در دسر ہر  
 زانکہ یک نوشت دہد بانشہا  
 رز اگر نچاہ باشدت دہد  
 گردہ خود کے دہد آں پرحیل

(۳۰)

حزم کردن روز و نور اولیاست  
 کوہ کے ہر بادراوز نے نہد  
 کائے برادر راہ خواہی ہیں بیا  
 من قلاؤزم دریں راہ دسیق  
 یوسفاکم روسوے ایں گرگ خو  
 چرب و نوش دانہ ہاے ایں سرا  
 سحر خواندنی دیدرگوش او  
 خانہ آن تست و تو آن منی  
 یاسقیم خستہ ایں دھمکم  
 یامراخواندست آں خالوپر  
 کہ بکار و در تو نیشش ریشا  
 ماہیا او گوشت درشتت نہد  
 جوز بوسیاست و گفتار و غل

ترغیر آن عقل و مغزت را برد  
یار تو خربین تست و کیسه ات  
و یسه و معشوق تو هم ذات تست  
حرم آن باشد که چون دعوت کنند  
دعوت ایشان صفیر مرغ و آن  
مرغ مرده پیش بهاده که این  
مرغ پندار و که حبس اوست او  
جز بگر مرغی که حرمش و اد حق  
هست بے حرمی پشیمانی یقین  
ز آنکه بے حرمی شقاوت بر دبد  
بشنو این افسانه را و شرح این

صد هزاران عقل را یک شمر  
گر تو را بینی مجو جزو سیرات  
دین بر داینها همه آفات تست  
تو نگوی مست و خواهاں مند  
که کند صیاد در مکمن بناس  
می کند آواز و فریاد و این  
جمع آید بر در دشان پوست او  
تا نگردد گیج از آن دانه سلق  
حرم را گلزار و محکم کن تو دین  
دین رو و از دست دور و سر دبد  
تا شوی حازم برائے حفظ دین

(۳۱)

ناسخ نے کہا کہ میری نصیحت خوب ہے مگر سن لو نہ کہ تمہاری دل و جان بچ دھن کی نصیحت میں نہ گرفتار چلیں  
میکھو میں کہتے تاکہ اگر تمہاری کہ نہاںات اور تپن پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت  
کا عرض اپنے سر سے انا بچا ہوں تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن اگر مانو گے تو یاد رکھو کہ میری نصیحت کا انجام بہتر ہے  
میرا میں اسنے آیا تھا کہ یہ پیغام جسکا پہونچنا نا ہوتا اسنے اسے حکمت مجھ پر واجب تھا مگر پہونچا دوں اور تاکہ تم کو اس میں است



سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب نکلے پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تکوین سے بہتہ کا دسے اور اس  
 جہاں کے بظاہر خوش و لذیذ متاع کی طمع تمھاری بیخ کنی نہ کر دے۔ یہ نصیحت کی اور خدا حافظ مگر خصلت ہو گیا  
 جب وہ چلا گیا تو اُن لوگوں نے سفر شروع کیا اور رستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بچھڑی ہو گئی دفعۃً انھوں نے رستہ  
 کی ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ اس کو سب بھڑیوں کی  
 طرح پٹ گئے اور اس کو چپٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمارا ہی نے نہ کھایا بلکہ اور لوگوں بھی منع کیا کیونکہ اس علم  
 کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اس کو اُسکی کباب کھانے سے مانع آئی۔ اسے رفیق شاباش کہ تو نے اس نصیحت  
 پر عمل کیا تو دیکھتا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھ کو ایک نیا نصیحت عطا کرے گی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے خیر بول  
 کھاپی کر لیٹ رہے اور سب سے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاس بان ہوا اتنے میں اس سے دیکھا  
 کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اُس نے تین مرتبہ اُس کا منہ مونگھا۔ لیکن اُس کو  
 اُسکے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کسی بار اُسکے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اُس تر بدست  
 ہاتھی نے اس بیچارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد اُن سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ مونگھا پس اُن سونے والوں  
 سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اُس کے بچے کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اُس نے اُس کو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور  
 مار ڈالا اُس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اس کو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ اُن کو اٹھا اٹھا کر  
 اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر گر بارہ بارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرما کر آگے مضمون ارشادی کی  
 طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ او مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تاکہ ان کا یہ  
 خون تجھے جنگ باخدا میں مبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لی ولینا فقد آذنتہ بالکرب یا  
 یوں کہو کہ ان کا خون تیرا خالفت نہو جائے۔ اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھ کو کسی بلا میں نہ پھنسانے ایک اور  
 بات بھی یاد رکھنے کی قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کہ سب کے ہاتھ آتا  
 اور کرب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا حق سبحانہ  
 اپنی بندوں کے یوں ہی مرنے میں حیل ہاتھی اپنی بچوں کا بلکہ اُسکی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں علی سچا  
 کھانے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھا  
 ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو سناٹا ہے تجھ کو آگاہ ہونا چاہئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالفت ہو کر تجھے تباہ کرے گا  
 یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اُسکی بوا سے مکار کو رو کر دیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بوجھتا ہے یعنی گناہ میں ایک  
 خاص اثر ہوتا ہے جس کو کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر  
 اس اثر سے ہی جانتے ہیں اخلا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ہیاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت  
 یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم وخبیر ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جو وقت حق سبحانہ  
 چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اُس کے اثر خاص سے علوم کر لیتے تھے اس کا تم کو منکر نہ ہونا چاہئے۔

(۳۲)

کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپتے فرمایا ہے انی لا جد نفس الرحمن من قبل الیمن پس جبکہ وہ الفاس رحمانہ کو پس  
بقدرت حق سبحانہ و بشیرت النبیہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ باطل کو اسکی بواہر خاص سے کیوں نہیں معلوم کر سکتے  
نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کر سکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کر سکتے (فت یاد رکھنا چاہئے  
کہ ادراک مغنیات آپکی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص پر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز آپ میں  
یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اسکا تعلق قدرت الہیہ سے ہے اور جنابک ہول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو انکا اختیاری ہے اور جو بقوت الہیہ کرتے ہیں آپس وہ  
مختار نہیں اسلئے ان میں مشیرت الہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اموقت ان سے افعال خرق  
عادت صادر ہونے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جسوقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیار یہ کی طسج یہ افعال ہی صادر  
ہو جائیں اس بنا پر ہم نے جسوقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائی اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے  
معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہونگے یہ قرینہ ہوا اسکا کہ یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات  
کا کہ ہوا انظاہر اسلئے ”ہم نے اپنی زمانہ میں“ یہ الفاظ بڑھائے اور صبیح حال جو شعر آئینہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے  
کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ مولانا استعمال صبیح میں اکثر تسامع فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر  
محمول ہو سکتا ہے ختم بدوہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہم پر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال  
حسنہ وسیعہ کا اثر تو اسقدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اسکا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ  
جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوئے ہوئے ہو مگر اس حرام کی بوجہ تھے کھایا ہے آسمان سے تاکہ کھاتی ہے  
وہ تمہارے بڑے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتی کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے  
یعنی ان بیان بطور استعارہ کے ہونے کی بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان  
والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط آدمی جب بات کرتا ہے تو جس طرح اسوقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تمکب اور حرص  
اور آزکی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تمکب اور حرص کا پتہ پل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تمکب اور حرص نہیں  
اور قسم ہی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص لسن پیاز کھائے اور تم کھاؤ کہ میں نے نہیں کھاؤ تو ہرگز  
یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چلی کھاؤ کیا اور کیا کاس نے ضرور کھایا ہے اور یہ چھوٹا ہے  
جو انکار کرتا ہے اسلئے کہ اسوقت اسکے منہ سے ایک بھیکار اٹکے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائیگا جبکہ انکا حنوم  
ہو گیا کہ گناہوں کیلئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اسکے منہ سے پڑے ہو قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس  
بو کے ساتھ تبلیس ہوتی ہے اور اس بو کی ناپسندیدگی کو سبب عیبی رد ہو جاتی ہے نیز جس طرح بو کی پیاز سے باطنی نسبت  
معلوم ہو جاتی ہے یوں ہی اس دعا سے بھی دلکی بھی معلوم ہو جاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہو مباد  
ہم سے کلام مست کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے یاد رکھو کہ حق سبحانہ  
کی جناب میں الفاظ کام نہیں لیتے بلکہ وہاں معنی کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہوں اور معنی ٹھیک ہوں تو

(۱)

نا درست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہوں اور الفاظ درست ہوں تو اسکی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حی کے ہی کہتے تھے مگر غلو جس کے ساتھ اسپر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اسوقت دین کی ابتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موزن مقرر فرما جو جسکی زبان صحیح اور صاف ہو کہ وہ نکلا بتدائسے دین و انعام و ہدایت میں حی علی الفلاح کو ہی علی الفلاح پر نقصان سمجھتے عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سنکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنانیوں میں سے ایک دو کو اشارۃ ظاہر فرمایا جو کہ تخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے یا جو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمھاری محض زبانی حی و حی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمھارے راز اول سے آخر تک سب کہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمھارے اندر بصفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کرو جو نیک آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اسکے مرتبہ ہی کے نسبت گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہ واسلئے اسکے حق میں خود اسکی دعا کی نسبت دوسری دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعائیں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے حکیم مجھے مجھ کا ایسے منہ سے مانگا تھا ہے جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لئے دعا منگاؤ یعنی تمکو انکی ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمھارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا منگوانا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنی ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جبکہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں خست و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاوے گی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاک کی آجائی تو ناپاک خود ڈھیر سے ڈنڈا اٹھا اچھلتا ہو گا۔ کیونکہ پاک کی بارو ناپاکی ایک دوسرے کی حندی میں اور ایک ہند دوسری ہند بھانکتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی شب چھپت ہو جاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئے گا تو نہ ناپاکی ہوگی اور نہ ناپاک منہ رہیگا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدالالت مطابق تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدالالت الراجی ذکر اللہ کا مضر دہن ہونا ظاہر ہوگا ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا لہذا ذکر اللہ سے اسکے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھ کر اور اسقدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا ہی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک ہی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کہہا کہ اللہ اللہ کے غرے لگاتا رہیگا اس سے کہہا کہ وہ شکستہ دل ہو کر کریم رہا تب اس نے ایک منبرہ تار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور پھونستے فرمایا کہ ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا۔ اس نے کہا جو نیک میری ندا کا جواب نہیں ملتا اسلئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو

(۲)

سیر الکا رنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو ان کو ناپسند ہے مجھے ایشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علانی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے بخشنی مارو یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری بیگ ہے جو تجھ کو خوش و خشنوع اور درد و سوز کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو مجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے رستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہے اسے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھ کہ خدا کو نہ پہچانے والے کو دعائے ہی میسر نہیں ہوتے کیونکہ اس کو دعا کی اجازت ہی نہیں اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تاکہ تکلیف کی قوت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک و مملکت کی حاجت تھی کہ اُس نے عزت و عظمت حقیقی کا دعویٰ کیا اور مگر نہ میں اس کے سر میں بھی کبھی در و تیں ہوا یہ سب سلئے کیا گیا کہ یہ ہوا اس کے ہونٹوں کے لئے قفل کا کاہ دیں اور تو جہاں اللہ سے اس کو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حصہ میں نہ رو سکے حق سبحانہ نے اس کو ملک دنیا عطا کر کیا اور رنج و غم کو پہنچ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رنج و غم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں توبہ توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کہتے مل سکتے ہیں (فت) یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج و غم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف شانہ ہے بلکہ وہ رنج و غم ان کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں پس در تمام ملکات سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدوین درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض ادب پر ہی دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفنگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور تمکین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریاد رس اور مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطا و حق سبحانہ ہوتا آدمی تو آدمی کئے کا نالہ ہی اس کی راہ میں بدون جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کے طرف راغب ہے اسے وہ پابند ہے ایک بہن کا جو اس کو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دعا کی مسدود کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لئے ہر توجہ الی اللہ ناشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات بعد خدا لان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہوتا ہے) ہنٹے اوپر کیا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں دین جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذب حق ہوتا ہے اس کی کسی کو استبعاد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔ دیکھو سگ اصحاب کعبہ ہر دار سے چھوٹ کر بادشاہوں کے ساتھ خوانِ حرمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آبِ حرمت بڑن تناری کے سیراب ہوتا ہے گایہ تو حقیقی کتا تھا۔ اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہیں اور ان کا نام بھی نہیں جانتا۔ لیکن باطن میں وہ جامِ حرمت خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح ملک و پھر یہ جامِ صہل کرنا چاہئے اور اسے حاصل کر کے

(۶۷)

سے جان ہی دیدنی چاہئے۔ اسلئے کہ بدون مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کیلئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا کلمہ ہے یا در کھوکہ عام طور پر یہی حالت کہ بدون صبر علی الطاعات و عن المعاصی اور بغیر حزم و احتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا الا ما اشار اللہ عز و جل کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کیلئے محذور و معادن بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہو سکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہو گیا ہو گا کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہئے اسلئے کہ یہ زہر بلی گھاس ہے حزم و احتیاط ہی انہی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کیلئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اسلئے کہ انکی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنس دی سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اسکی کوئی وقعت نہیں یوں ہی لذائذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اولیاء اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یا در کہ کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلارہا ہے کہ اسے بھائی اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آئیں رہنا ہوں میں تیری ساتھ چلوں گا میں اس کٹھن منزل کا راہنما ہوں تجھ کو میرا اتباع لازمی ہے یعنی شیاطین تجھ کو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدہا راستہ ہے لیکن تم کو آگاہ ہوتا چاہئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس ایو یوسف نے یکایک اس گرگ خصلت کی طرف نہ جانا اور نہ کھا ہی جائیگا کیسی اچھی بات ہو کہ تو حریب و شیریں غذا سے دیکھ کے دھوکہ میں نہ آئے اسلئے کہ نہ اہمیں حقیقت چکناچی ہے اور نہ شیرینی بلکہ تنگی یہ ظاہری حربی و شیرینی بہتر نہ ایک منتر کے ہے جو تجھ پر چھوڑا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھ کو بھینسا یا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمنا مکان آپ ہی کا ہے اور آپ ہی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اسوقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہو کہ جناب مجھے بڑھئی ہو رہی ہے یا میں ہمارا در قریب لگ رہا ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد دیکھو سکیں تو میں دعوت قبول کر سکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کر دی ہے لہذا میں معذور ہوں غرض کہ کسی نہ کسی طرح چھپا چھوڑا نا چاہئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھانی ہے جس میں سیکڑوں ڈنگ ہیں اور لذت نفسانی کیساتھ روحانی تنگی پیدا ہیں اور اگر وہ بچاس ساٹھ اشرفیاں ہی تجھے دی تب بھی تجھے واپس کر دینی چاہئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جا رہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اسکی اپنی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کہ دیکھتے واسے کو معلوم ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ ہی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں دیتا ہوں حالانکہ دیتا کچھ نہیں بلکہ جان لیتا ہے تم کو بہت ہوشیار رہنا چاہئے اور تمہارا عمل کی ضرورت ہے اسلئے کہ اگر ذرا کوتاہی کر لیا تو اسکی بکواس تیری عقل کو کھود لگی اور تو بالکل اسکی سٹھی میں آجاؤ گا وہ بڑی ہلاکی گفتگو ہے کہ سیکڑوں عقلوں کو ایک کی برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا کہ تیرا یا تو تیرا کیلئے تیری خبر نہیں ہے اہمیں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ویسے چمیں اسکو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ولیہ وہ تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھ کو اسکی قدر کرنی چاہئے اسکی حفاظت چاہئے اور یہ چیزیں جو شیطان نیسے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کی معشوقہ

(۴۰)

والی اور آفتیں میں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو  
تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے وہ آواز جو شرکاری گھنٹا کی  
چھیکر جانور کی آواز کے مشابہ ہوتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آؤزاری  
کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھ کر کٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شرکاری پکڑ کر سبکی کھال اور وہیڑ ڈالتا  
اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آ جاتے ہیں مگر وہی جانور سمجھتا ہے جب کو حق مسجیانہ نے حرم عطا کیا ہے وہ انجس نامہ  
کے دانہ کیلئے احسن نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھ لو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی بھینسے پنا چہ  
عوام بھینس جاتے ہیں مگر اہل اندر جو کہ حرم کو کام میں لاتے ہیں نہیں بھینستے سمجھ لو کہ بدن حرم کے پیشانی یقینی ہے بکینا خرم  
نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین ہی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ  
کی چٹپٹش میں آدمی بھینس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تاکہ تم اپنی دین کی حفاظت کیلئے محتاط مابو فقط۔

## شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کوچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید این سخن تادول جان تان نگر و دمخ

یعنی اُن ناصح نے کہا کہ میری بات سنلو تاکہ تمھارا دل و جان نصیب میں نہ پڑے۔

باگیاہ و برگ باقانع شوید و شرکا پیل بچگان کم روید

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شرک میں مت جانا۔

من بردن کردم ز گردن نام نصیح جز سعادت کے بود انجام نصیح

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب  
ہو گا مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تم پر کرنا کہ تمھارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا

من یہ تبلیغ رسالت آمدم تار ہانم مر شمار از ندم

یعنی میں تو پیام رسانی کیلئے آیا ہوں تاکہ تمکو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہیں بہاد کہ طمع تان رہ زند طمع برگ انہنہا ناں بر کند

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمھاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑھے اوکھاڑ دے۔

ایں بگفت خیر بانیے رود رفت گشت قحط و جوع شان راہ رفت

یعنی اُس نے یہ کہا اور ایک خیر باد کی اور چل پڑا اور اُن لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگماں ویدند سوئے جاوہ پور فیلے قرۃ نوزادہ

یعنی انھوں نے ناگاہ ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ ہوٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندرا و قنادند چوں گرگاست پاک خوردند و فروشتند و ست

یعنی انہیں ست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کما پیکر فانیج ہو گئے۔ (۶)

آں یکے ہمرہ نہ خورد و سپند داد کہ حدیث آں فقیرش بود یاد

یعنی اُس ایک ہمارے نے نہ کمایا اور نہ کو نصیحت کی کیونکہ اُسکو اُس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آں سخن بخت تو بخت ترا عقل کن

یعنی کبابوں سے اُسکو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پورانے لوگوں کی عقل شکو بخت تو بختی ہے اور اُس سے بخت نوحصل ہوتا ہے خیر اُس نے نہ کمایا اور اُن سب کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور چونکہ بھوکا تھا لہذا اُسکو نیند کہاں یہ چکھار کی طرح پیچ گیا۔

پس بقیہ وند و خفت آں ہمہ واں گرسنہ پاسبان آں

یعنی سب پڑ گئے ورسو گئے اور وہ بھوکا اُس جماعت کا پاسبان تھا۔

وید پیلے سہنا کے در رسید اولاً آمد سوئے حارس و وید



یعنی ایک خوفناک ہانچی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چکیدار کی طرف پکڑا۔

بوی می کرد آن ہانش راسہ بار  
ہیج بوئے زونیامد ناگوار

یعنی اُسکے منہ کو تین دفعہ سونگیا تو کوئی ناگوار بو اُس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چہند بار سے گرد او گشت رفت  
مرد رانا زوآں شپیل رفت

یعنی چہند بار اُسکے گرد بچھا اور چلایا اور اُس زبردست ہاتھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد  
بوئے می آمد درازاں خفتہ مرد

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگیا تو ہر سونے والے میں سے اُسکو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خور وہ بود  
بر درانید و بکشتش پیل زود

یعنی کیونکہ کباب پیل زادہ میں سے کھائے تھے تو اُس ہاتھی نے اُسکو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

در زماں او یک بیک زان گروہ  
می درانید و بہودش زان شکوہ

یعنی اُس نے اُس وقت اُس گروہ میں سے ایک ایک کو پھر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا۔

برہو انداخت ہر یک از گراف  
تاہمی ز دربریں می شہر کاٹ

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیا تھا اور زمین پر پڑتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا۔ مگر اُس نے خوب جی گت بتائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

او خورندہ خون خلق از رہ بگرد  
تا نیار د خوں ایشانت نبرد

یعنی اسے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جانا کہ ان کا خون تجھے تقادست پڑے اور اسے مطلب ہے کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھے بدلہ نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے یہاں یہ سنبھہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشان خون ایشان لقیں  
ز انکہ مال از زور آید دریمیں

یعنی ان کے مال کو ان کا خون ہا نو یقیناً اس لئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بیل نفس حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اڑا لے ہو تو گویا کہ ان کا خون اور ان کی جان کھا رہے ہو۔

## ماوراء فیل بچہ کیں کشد فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد

یعنی اُس ہاتھی کے بچہ کی ماں کہینہ ٹھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مرنے پر انتقام لیتے ہیں۔

## فیل بچہ بخوری اسے پارہ خوار ہم برآر خصم فیل از تو دمار

یعنی اسے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچہ کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دیگا۔

## بوتے رسوا کرد مکر اندیش را پیل داند بوتے بچہ خویش را

یعنی اُس مکار کو بوتے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اُسے میری مخلوق کو سنا یا ہے اور اُس نے نہیں بلکہ اُس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونٹے وغیرہ کی ہی ضرورت ہوتی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان سبب کی ہی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے کہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ بھڑی ہے اور یہ نہیں اور یہ بلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مشبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوتے حق و باطل بہت دور سے آجاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

## آنکہ یابد بوتے حق را از زمین چوں نیاید بوتے باطل را من

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو زمین سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میسے اندر سے کس طرح محسوس نہ کریں گے حدیث میں ارشاد ہے کہ انی لا نجد من ایم الرحمن من قبل الیمن شرح حدیث نے لکھا ہے کہ اس کے مصداق حضرت اوس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپ کو بو حق کی آگئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے تو کیوں نہ آوے گی۔

## مصطفیٰ چوں بوے برآز را دور چو نیاید از دہان ما بخور

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمائی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرما دینگے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سبکی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوے حق حضور کو آئی

پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح ہوئے باطل نہ آئے۔ گی یقیناً معلوم ہو جائیگا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بوائی تو کبھی تو ظاہر فرماتے تھے میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرمادیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

## ہم بایک پوشاند زما بوی نیک و بد برآید برما

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن جسے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور انکو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً گہرے لئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اسکو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی مضمون ثابت ہے اسلئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے اور نہ یہ اظہار ہوتا۔

(۹) تو ہمیں خسی و بوی آں حرام میزند بر آسمان سبزہ قام  
یعنی تم تو سو رہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبزہ قام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

## ہمرہ انفاس زشتی شود تاہ بوی گران گردوں می رود

یعنی وہ بوتیر سے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بو گیروں تک جاتی ہے وہی مضمون موانا خود بیان فرما رہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعد کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بو گیر ہیں اسکو محسوس کرتے ہیں اور تمکو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی۔

## بوی کبر و بوی حرص و بوی آز در سخن گفتن باید چوں پیاز

یعنی کبر اور حرص کی بو بات سے نہیں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات نہیں آتی ہے اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اسکی بوی اسی طرح آتی ہے اور اسکو فرشتے اور جنہ محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جائیگا اور وہ تمکو اسکا بدلہ دینگے۔

## گر خوری سو گند سن کے خوردہ ام از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور اس سے تو میں نے پیرہیز کیا ہے۔

## آن دست ہو گند غمازی کند بردماغ ہم نشینان برزند

یعنی اسوقت وہ قسم بخاری غمازی کرے گی اور ہم نشینوں کے دماغ پر حملہ کرے گی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہے سے جو ایک ہوا تھا اسے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوسے پیاز ہوگی اور وہ بتا دے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمنا ہے اس کہنے سے ہی معلوم ہو چاؤ گا کہ سنے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

## پس معاہدہ شو از بوسے آن دل کثر مینماید در زبیاں

یعنی پس اسکی بوسہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہے یعنی اسکا اثر زبان پر آ جاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اسکا قلبیں کج ہے۔

## خسوا آید جواب آن دعا چوب رد باشد جواب ہر دعا

یعنی اس دعا کا (جو قلبیں کج سے ہو) جواب خسوا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دعا باز کی سزا ہے قرآن مشریت میں ہے کہ جب کفار کہیں گے کہ دینا اخر جنا منہا فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہو گا کہ اخسوا فہما ولا تظلمون تو یہ ہوا ارشاد خسو ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ در گندہ تھے اور اس گندگی کی بو ان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوئی اللہم احفظنا فعوذ بآلہ من الشیطان الرجیم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

## گر حدیث کثر بود معنیست رست آن کثری لفظ مقبول خداست

یعنی اگر کتبہا سے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ کجی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قات درست نہیں ہو مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

## وہر بود معنی کثر و لفظت نکو آن چیاں معنی نیز و یک تسو

یعنی اور اگر معنی کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی ہی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البیہرہ ہوں بیسے بھاری مقرر نہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہو گا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں سکے کہ محبوں کی خطا بیگانوں کو صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق بر بانگ نماز حی راہی خواند از روئے نیاز

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاجت کی جگہ بار ہو زان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا جفتند ای پیغمبریت راست این خطا کنوں کہ آغاز نبات

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم غلطی اس وقت ٹھیک نہیں ہو اسے کہ شروع بنار اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملیگا کہ موزن ہی کیسا رکھا گیا جو سچ بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتہ کے فاعل یونین نہیں ہیں منافقین ہیں جنکو کہ اس قول سے پھر دی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہنے فرمایا اور فرمایا کہ ذکر یہ چپ رہو ورنہ تمھارے اترے پتر سے کھول دو لگاتو حضور کی عادت مومنین کیلئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول یونین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور پھر ردی سے ہوتا تو حضور نے اس غور فرماتے اور گمان غالب ہوتا کہ اسکو قبول فرمایتے مگر اس طرح رو فرما دینے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ۔

لے نبی و ان رسول کردگار یک موزن کو بود افسح بیا

یعنی اسے نبی اور اسے رسول خدا ایک اور موزن جو کہ فصیح ہو بلائیے اسلئے کہ۔

عیب باشد اول دین و صلاح کن خواندن لفظی علی الفلاح

یعنی اول دین اور اول صلاح میں لفظی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرے موزن تجویز فرما دیجئے)

خشم پیغمبر پوشید و بگفت یک و فرمے از عنایت

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آگیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمایا کہ اسکو سنکر بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں ان کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

## کائے حنان نزد خدا ہی بلال بہتر از صدی حجی قبل و قال

یعنی اے کمینو بلال کا ہی (بہ ہار ہونے) سیکڑوں حجی (بہ حاحلی) سے او قبل و قال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

## و مشورانیہ تاسم از تان وانگویم ز آخر و آغاز تان

یعنی بہت شورست کرو کہ میں تمھاری راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کر دوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑبڑ مت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمھاری ساری نیکو اور فساد کھول دوں گا اور لوگوں کو بتا دوں گا کہ یہ اس قدر نیکار اور غماز ہیں اب بھلا انہیں سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اسکی ہے کہ یہ سب نجات منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا ان کے الفاظ صحیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ ان کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصری جو کہ ہر فن میں ماہر تھے تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پہلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی انداز میں اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہئے پڑھ رہے تھے حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کر لیں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہوا اور تجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشہد پڑھا کر کہیں اور نماز پڑھ لی بعد تجھ ذرا سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی انھوں نے عرض کیا کہ یاد رب دینی علی عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کو فی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو۔ ارشاد ہوا الصلوۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ اسوقت حضرت حسن بصری نے ان کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اسکی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو کھل رہا ہے ان کے دل سے نکل رہا ہے غرض کہ یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے اس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر انہی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

## گزنداری تو دم خوش در دعا رود عاے خواہ را خوان صفا

یعنی اگر تم دعائیں نہ خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اور اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہو تو خیر خود تو کر دی اور انکی تلافی کیلئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کرو کہ اس گندگی ذہن کی تلافی انکی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کے دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اُس منہ سے پکارو جس سے

کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

بہر ایں فرمود با موسیٰ خدا وقت حاجت سختی استن انہر دعا

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے دعائیں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

(۱۳) کلمے کلیم اللہ من مسیحویناہ بادہانے کہ نہ کر دی تو گناہ  
یعنی اے کلیم اللہ مجھے اُس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من اندام آں گناہ گفت مارا از دہان غیر خواں

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد اُن کے مرتبہ کے موافق لغزش ہو ورنہ انبیاء و معصوم ہوتے ہی میں اندر ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا مانگو اور تو اُس کے منہ سے تم نے گناہ نہ کیا ہو گا اگرچہ اُس شخص نے کیا ہو لہذا یہ ارشاد کہ اُس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ۔

از دہان غیر کر دی گناہ از دہان غیر برخواں کلے اللہ

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کرو کہ اسے الہی۔

از دہان کہ نہ کر دستی گناہ از دہان غیر باشد عذر خواہ

یعنی اُس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے کہ) دہان غیر سے عذر خواہ ہوا ب یہاں پر شہ ہوا



کہ دوسرے دعا کرنا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے  
آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ۔

**آں چیاں کن کہ دہانہا مژرا در شرب و در روز ہا آرد و دعا**

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کی ساتھ بھلائی کرو کہ  
اس سے سب لوگ خود تمہارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سننے کی ضرورت ہی نہوگی اور خیر یہ نہو سکے  
تو آگے اس کی ترکیب فرماتے ہیں کہ۔

**یاد ہاں خوشی تن پاک کن روح خود را چاہک چالاک کن**

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کرے اور روح اپنی کو چاہک چالاک کرے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک  
کرے اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی انشاء اللہ اس لئے کہ۔

**ذکر حق پاکست چون کی رسید رخت بر بند دیر وں آید پلید**

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہنچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعائے  
قبل مستغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور  
ناپاکیاں نازل ہو جاؤ گی اور آب آمینم برخواست کا مضمون ہو جاوے گا اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہو گا کہ اس سے  
دعا کر سکو۔

(۱۴)

**می گزید ضد ہا از ضد ہا شرب گزید چوں برافروز وضیا**

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چلتی ہے۔

**چوں در آید نام پاکست اندر ہاں نے پلیدی ماند وں آں ہاں**

یعنی جبکہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب وہاں پاک ہو گیا لہذا چاہئے  
کہ ہمیشہ دعائے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کرے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں کہ۔

**بیان میں سکے کہ بندہ کا اللہ کننا عین حق تعالیٰ کا بیک فرمانا**

اے ایک اللہ میگفتے شے تاکہ شیریں گرد و از ذکر شے

یعنی ایک شخصیات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تاکہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہوا سنے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطان شے سخت و چند گوئی آخرے بسیار گو

یعنی اُس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بھیا آخر کمانک پکار گیا اے بسیار گو۔

اے ہم اللہ گوئی از عتو خود کیے اللہ را لبیک کو

یعنی اے کرشمہ تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اُس خبیث نے بھکایا کہ ارے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ یہی نہیں کہہ بھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں۔

می نیاید یک جواب از پیش تخت چند اللہ می زنی بارے سخت

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بھیا نے کہا کہ کب تک اللہ اللہ کرے گا۔

او شکستہ دل شد و نہاد سر دید و خواب او خضر را و خضر

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں و اماندہ چوں شپمانی از ان کش خواندہ

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رو گیا اور جبکہ پکارا کرتا تھا اُس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیک نمی آید جواب زان ہی ترسم کہ باشم و باب

یعنی اُس نے عرض کیا کہ یہ جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ و جواب طلب ہے کہ جب وہاں قبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بارگاہ ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت این کہ برو یا او بگو اے ممتحن

یعنی خضر علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اُس سے کہہ دو کہ اے ممتحن۔

گفت اے اللہ تو لبیک است این نیاز و سوز و درد تیک است

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کنایتاً ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز و درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا و کار میں آوردہ ام تے کہ میں مشغول ذکر کرتا کروں

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں ہے۔

جیلہ ہاؤ چارہ جو نہیائے تو جذب بابود و کشادہاں گپا تو

یعنی تیسے جیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس و عشق تو کند لطف است زیر ہر یارب تو لبیک است

(۱۶)

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کند ہے اور تیسے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی ہے تو ہے اور تمھارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کننا ہے اسلئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تمکو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد جو دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اول کو قبول کر لیا اور اسکا جواب دیدیا اور دلیل سکی یہ ہے کہ۔

جان جاہل از دعا جزو نیست زانکہ یارب بخش دستور نیست

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کننا اسکا دستور نہیں ہے یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ مجھو بسے اسکو اللہ کننے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب توفیق ہوتی ہے۔

برو ہاں و دلش قفل است بند تمانہ نالہ با خدا وقت گزند

یعنی اُن محبوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے نصیبیت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔ آگے اس محبوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظم

بیان فرماتے ہیں۔

داود فرعون را صدمک مال تابکر داود دعویٰ عز وجلال

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دئے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا

در ہمہ عمرش ندید او در دسر تانہ نالد سوئے حق آں بدگر

یعنی تمام عمر میں اُسکو در دسویں نہ ہوا کہ وہ بد ذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کر ہی نہ سکے۔

داد او را جملہ ملک ایں جہاں حق ندادش در دو رنج و اندہاں

یعنی اُسکو اس جہاں کہ تو تمام ملک مال دئے مگر حق تعالیٰ نے اُسکو در داؤ رنج اور اندہ نہ دیا اسی لئے کہ وہ مستغرض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در دآمد بہتر از ملک جہاں تا بخوانی تو خدا را در نہاں

(۱۷) یعنی در داس ملک جہاں سے بھی بہتر ہے تاکہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اُس سے وہ در دجو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ انہیں یاد حق تو ہے۔

زانکہ در دو رنج و بار اندھاں شد نصیب دوستانش در جہاں

یعنی اس لئے کہ در دو رنج اور بار اندہ دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو محبوب اور دشمن ہیں انکا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدر و از افسردگیت خواندن باور و از دل بردگیت

یعنی بے در دکی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور باور دکی دعا دل بردگی سے ہوگی انہیں ضرور ایک سوز و گماز ہوگا جو کہ در اجابت تک پہنچا دے گا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را یاد کروں مبدر و آغاز را

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدر کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و خریں کا فداے مستغاث اہمیں

یعنی وہ صاف اور خریں آواز میں ہوں کہ اسے استغاث اور اید و گار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں ہی پوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اٹکی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہونا ہے جسکی وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

## نالہ سگ و ریش بے جذبیت زانکہ ہر راغب سیر رہزنت

یعنی کتے کا نالہ بھی اٹکی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اسلئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا سیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اسکو مانع الخی ہوتی ہے مثلاً کتاب ہے وہ بڑی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سبکے الگ کر کے جو ان کو متوجہ حق کر دیتا ہے یہ وہ جذبہ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جسکو بھی توجہ الی الخی ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

## چوں سگ کتے کہ از مردار است بر سر خوان شنشہا نشت

یعنی اصحاب کف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر پیشہا مطلب یہ کہ دیکھو جذبہ حق وہ شے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر انہیں کوئی ثوابت تھی جو اسکا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبہ حق کی تھی۔

(۱۸)

## تا قیامت و خورد در پیش غار آب حمت عارفانہ بے تنعار

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب حمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اسلئے کہ جب حمت ان صحابہ کف پر نازل ہوتی ہے تو انہیں سے ضرور ہے کہ اسکو بھی حصہ ملتا ہو گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آب حمت کے کھانے والے برتن وغیرہ کی کیس کی ہی ضرورت نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

## ای بسا سگ پوست کو زانامیت لیک ندر پردہ بے آن جامیت

یعنی ہمیشہ سگ پوست کا کہ جبکا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام و نشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پرمیں بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

## جان بدہ از بہر آن جام لے سپر بے جہاد و صیر کے باشت ظفر

یعنی اسے صاحبزادہ اس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دید واسلئے کہ بے جہاد و صیر کے فتح کب چل

ہو سکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جبکہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کرو گے۔

**صبر کردن بہر این نبود سوچ صبر کن کا صبر منفتح الفسح**

یعنی اسکے لئے صبر کرنے کا کوئی چیز نہیں ہے صبر کرو اسلئے کہ صبر کشادگی کی کجی ہے۔

**زین کہیں بے صبر ہونے کی قیمت حرم را خود صبر آید پاو دست**

یعنی اس گھاٹی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حرم کیلئے خود صبر پاؤں اور ہاتھ میں طلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حرم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے

**حرم کن از خورد کاین ہریں گیت حرم کردن زور و اور انبیاست**

یعنی اسکے کھانے سے پرہیز کرو اسلئے کہ یہ گھاس زہر بلا ہے اور حرم کرنا زور اور نور انبیاء علیہم السلام کا طریق ہے کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اسلئے کہ یہ دنیا زہر بلا گھاس ہے کہ ظاہر میں ہر سبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اسکو سوچ سمجھ کر استعمال کرو اور خود حضرات انبیاء علیہم السلام نے حرم سے کام لیا ہے تو تمکو تو ان کی اتباع کی وجہ سے ہی حرم ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۱۹)

**کاہ با شد کو بہر باے جہد کوہ کے ہر باد را ورتے نہد**

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اوچھلنے کو دے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور یہاں تک کہ ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے طوائف کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو بچتہ ہو چکے ہیں انکو تو ان حوادث کی پرواہ ہی نہیں ہوتی لہذا خامی کو ترک کر کے پختگی حاصل کرو۔

**ہر طرف غولے ہی خواند ترا کا بے را در راہ خواہی ہیں بیا**

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اسے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ۔

**رہنمایم ہمراہت باشم رفیق من قلا و زیم دریں راہ رفیق**

یعنی میں رہنما ہوں اور تیری ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ رفیق میں میں رہسبز ہوں غمگین کہ خوب بکھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ بھینس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

**نئے قلا و زیم نے رہ داند او یوسف اکم روستے اس گرگ نو**

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اسے یوسف (جیسے) تم اس بھڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ  
اگر اسکے کہنے کو صحیح مان لیا تو میں پھر غارت ہو گے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا چرب نوش امہای این سرا

یعنی حزم ہی ہے کہ تم کو اس سرا دنیا کے جال کی چکنی چٹری باتیں سمجھانے لیں اسلئے کہ۔

کہ نہ چربی دار و دونه نوش او سحر خواندی و مدد در گوش تو

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے لہذا اس سے بچنا اور پتیز  
کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ۔

کہ بیاممان ما سے روشنی خانہ آن تست تو آن مہنی

یعنی کہ اسے روشن (دل) ہمارا ممان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہو مطلب یہ کہ تو یہاں آگے گھر  
تیری ملک ہو مگر تجھ پر قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے انکار کرو اور کہدو کہ بھالی ہم تیسے گھر  
باہر سے باز کئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

(۲۰)

حزم آن باشد کہ گوی تخمہ ام یاسقیم خستہ این و خمہ ام

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہدو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس و خمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ ہلاکو  
اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھاؤ تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کرو یا یوں کہدو کہ۔

یا سرم در دست و در دسر بر یا مرا خواند است آل خالو پسر

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس  
سے یہ عذر کرو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کرو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا تھا کہ اُس سے نہ ہو سکے غرض کسی  
نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ آگے اسکی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

ز انکہ یک نوشت و پانیشہا کہ یکار و در تو نیشش ریشہا

یعنی اسلئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اسکے نیش تیسے اندر بہت سے زخم  
سبب کر دے۔



زر اگر نچاہ یا شصت دہم ماہیا او گوشت در شصت دہم

یعنی وہ اگر تمہیں چاہیں یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اسے مچلی وہ شصت میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گردہ خود کے دہد آن چیل جوز بوسیدت گفتارش و غل

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا ہے (مگر حقیقت میں) وہ چیل کب دیتا ہے وہ جوز بوسیدہ ہے اور اسکی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتا دیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

شغریں ز مرغ و عقلت را برو صد ہزاراں عقل را یک شہرو

یعنی روپیہ کا پیمانہ ہے مغز اور عقل کو بیجا تا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک ہی نہیں گنا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقلوں کے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل ملب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حاصل اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لئے کہ۔

یار تو خرمین تست و کیسات گرتو را مینی مجوز ویات

یعنی تیرا یار تیری خرمین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو راسین ہے تو سوائے اپنی ویس کے اور کسی کو سب تلاش کر راسین ایک عاشق کا نام ہے اور ویس اسکی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اسکی تلاش کرو اور دہر دہر ہیکے ہوئے مست پھر آگے خود اسکی تعین فرماتے ہیں کہ

ویس معشوق تو ہم ذات تست ویں برو نہیا ہم آفات تست

یعنی تمہاری ویس اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیاء سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه اگر تمکو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو میں تمہارا مطلوب تو تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حرم آن باشد کہ چوں دعوت کنند تو نگونی سرست و خواہان مند

یعنی حرم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلا دیں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے سرست اور خواہاں میں بلکہ انکو غریبی سمجھو اور اپنے

**دعوت ایشان صغیر مرغ داں کہ کند صیاد و در مکن بہاں**

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جبکہ کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

**مرغ مردہ پیش نہ بادہ کہ اس می کنایں باتگ و آواز جنیں**

یعنی اُس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بنگا کر رہا ہے۔

**مرغ پندار د کہ جنس است او جمع آید پروردشان پوست**

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اسکی جنس ہی ہے تو وہ گرد آجاتا ہے اور وہ صیاد اسکی کھالی پہاڑ ڈالتا ہے مطلب یہ کہ سطح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سمجھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں ہم جنس سے ملے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اسکی پاس آکر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسکی شبیا طین تلبیں کرتے ہیں اور ٹکڑے پکارتے ہیں ہم اپنے ہم جنس جانکڑن کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہمکو بھی ہرست بناتے ہیں لہذا ہمکو چاہئے کہ ذرا سوچ بجھ کر دیکھیں جال کر بھیجیں کہ آیا ہمارا ہم جنس ہی ہے یا کوئی اور ہے اگر فرما لے تو

**حیز مگر مرغی کہ حزمش داد حق تا نگر و دینچ از اں دانہ سلق**

یعنی سوائے اُس جانور کے کہ جسکو حق تعالیٰ نے حزم عطار فرمایا ہے تاکہ وہ اس دانہ چا پلو سی سے پریشانی میں نہ پڑے بلکہ یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جسکو کہ حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطار فرمایا ہو بھلا وہ اس بناؤنی دانہ اور چا پلو سی میں کب پھنس سکتا ہے اسکو تو اس سے ہرگز پریشانی نہوگی۔

**ہر سبے حزمیہ پشیمانی یقین حزم را گذار و محکم کن تو دین**

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تاکہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

**زاکہ بے حزمیہ شقاوت برہد دین رو داز دست و دوسر دہد**

یعنی اسلئے کہ بے حزم کے شقاوت پھیل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور دوسر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کی ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تاکہ پشیمانی اور پشیمانی نہ پڑے۔

(۲۲)

## بشنو این افسانہ را در شرح این تاشوی حازم برائے حفظ دین

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تاکہ تم حفاظت دین کیلئے حزم واسے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکمت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہو گا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہئے کہ اسور دین میں احتیاط سے کام لو اسلئے کہ اسور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی لپسیں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہر کا مہاجر رہتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ یہاں سے گیا کرتا تھا آخر کار ایک مرتبہ بیعتی کا نام لایا اس دیہاتی نالایق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہوا اور نہ کیوں پریشان ہوا اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

### شرح حبیبی

لے برادر بود اندر ما مضی	شہرے بارو ستائے آشنا
روستائی چوں سوئے شہر آئے	خرگاہ اندر کو و آں شہری زدے
دو سہ سہ ماہ مہمانش بدے	بر دوکان او در خویش بیے
ہر چو آنچ را کہ بودش آتر مان	راست کر دے مرد شہری انگاں
رو شہری کو دو گشتای خواجہ تو	پنج می ناسے بودہ فرجہ جو
اے اللہ جملہ فرزندان بسیار	کاین بان گشتن است نو بہار
بایاستان بیاہ قست شہر	تا بہ بندم خدمتت راسن مکر
خیل و وزندان تو ست بسیار	در وہ ما با بش خوش بای سہ چار

در بهاران خطه ده خوش بود  
 وعده دانی خواجه و ارفع حال  
 او هر ساله می گفت که که  
 او بهانه ساختن کامسالان  
 سال دیگر که تو انم و از سید  
 گفت بستند آن عیالم منتظر  
 باز هر ساله چون کلاک آمد  
 خواجه هر ساله ز زاد مال خویش  
 آخرین کرت سه ماه آن پهلوان  
 از حجالت باز گفت او خواجه را  
 گفت خواجه جیم جانم وصل جوت  
 آدمی چون کشتی است بادبان  
 باز سوگندان بدادش کای کریم

(۲۳)

کشت زار و لاله و لکش بود  
 تا در آمد بعد و عده هشت سال  
 غم خواهی کرد آمد ماه می  
 از فلاں خطه بیامد میهمان  
 از مهمات آن طرف خواهم دوید  
 بهر فرزندان تو ای اهل بر  
 تا مقیم قبه شهری شد  
 خرج او کرد و کثودی بال خویش  
 خواں نهادن بادوان و شبان  
 چند و عده چند بفریدی مرا  
 لیک هر تحویل اندر حکم اوست  
 تا که آرد باد را آن باد را  
 گیر فرزندان بیابن کریم

دست او گرفت سہ کرت بھد  
 بعد وہ سہ سال پہرے چپیں  
 کو دوکان خواجہ گفتند اسے پدر  
 حاتمہ بروئے تو ثابت کردہ  
 اوہی خواہ کہ بعض حق آں  
 ایس وچیت کرو را اور نہاں  
 گفت حق رہنمایں کو ای سید پو  
 دوستی تنم دم آخر بودہ  
 صحبتے باشد چو شیر قطوع  
 صحبتے باشد چو فصل نو بہار  
 حرم آں باشد کہ ظن بدبری  
 حرم سوراظن گفتم است آن محل  
 رو و صحر است ہوار و سراخ

کا اللہ زو بیا بنماے جہد  
 لایہ ہا و وعدہ ہائے شکرین  
 ماہ و ابرو سایہ ہم دارد سفر  
 رنجہادر کارا و بس بردہ  
 واگذار دچوں شوی تو یہاں  
 کہ کشیدش سحے وہ لایہ کنان  
 اتق من شرم من احسن الیہ  
 ترسم از وحشت کہ او فاسد شود  
 ہچودے در بوستان و در روع  
 زو عمارتہا و دخل بے شمار  
 تاگریزی و شوی از بدبری  
 ہر قدم را دام می داں فیضول  
 ہر قدم دامیت کم رو گوساخ

آل بزکوهی دود که دام کو  
 آنکه می گفتی که تو اینک به بین  
 بے کمین و دام صیاد و ام عیار  
 آنکه گستاخ آمدند اندر زمیں  
 چو بگورستان روی لے مری  
 تا بظاہر بینی آلستان کور  
 چشم چوں داری تو کورانه میا  
 آل عصای حرم و استدلال را  
 در عصای حرم و استدلال نیست  
 گام زانسان نہ کہ نابینا نہ  
 کور لرزاں و تیرس و احتیاط  
 لے زود و دستہ در ناکے شدہ  
 تو بخواندی قصہ اہل سبا

(۳۶)

چوں بتازد دامنش افتد در گلو  
 و شت می دیدی نمی دیدی کمین  
 ونبہ کے باشد میاں کشت زار  
 استخوان و کلمہ ہاشاں را بے بین  
 استخوان شاں را بے بین از ماضی  
 چوں فرو رفتند در چاہ غرور  
 و زنداری چشم دست آور عصا  
 چوں نداری دیدہ می کن پیشوا  
 بے عصاکش در سر ہر رہا سیت  
 تاکہ پا از سنگ و از چہ وارہد  
 می نہد پا تا نیفتد در خبیاط  
 نقیبہ جتہ نقیبہ مارے شدہ  
 یا بخواندی و ندیدی جز صدا

از صد آں کوه خود آگاهانمیت  
 اوهمی بانگ کنده بهوش گوش  
 و ادحق اهل سباز بس فریغ  
 تشکر آں نگداستند آں بدرگان  
 مر سگه را القمه نمانه زور  
 پاسبان و حارس درمی شود  
 هم بر آں در باشدش باش مقرار  
 در سگه آید غریبه روز و شب  
 که برو آنجا که اول منزل است  
 می گزندش که برو به جائے خویش  
 از درون اهل دل آبییات  
 بس غنائ و جد و سکر و پیروی  
 باز این در را بر پا کردی ز حرص

سوئے معنی بهوش گمراهانمیت  
 چون شش که دی تو او هم شمشوش  
 صد هزاراں قصر و ایوانها و باغ  
 در وفا کمتر فدا دند از سگان  
 چون رسد بر در می بندد کمر  
 گرچه بروی جور و سختی می رود  
 کفر داند کرد غیرے اختیار  
 آں گانش می کنند آندم ادب  
 حق آں نعمت گردگان دل است  
 حق آں نعمت فرو مگذار پیش  
 چند نوشیدی و داشتد شپها  
 از دل اهل دلاں بر جان دی  
 اگر در دکان همی گردی ز حرص

(۲۷)



بر در آن منعمان چرب دیگ  
 چربش آنجاواں کہ جاں فربہ شود  
 صومعہ عسیمی است بخان اہل دل  
 جمع گشت تند و زہر اطراف خلق  
 بر در آن صومعہ عسیمی صبح  
 او چو فلغ گشتے از اوراد خویش  
 جوق جوق آن مبتلا دیے نزار  
 گفتے اے اصحاب آفت از خدا  
 ہیں رواں گردید بے پنج و عنا  
 جملگان چوں شتران بستہ پیا  
 جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں  
 شتر رواں حاجت جملہ علیل  
 توش دواں و شادمانہ سوناں

(۲۸)

می دوی بہر شریکے مردہ یک  
 کارنا امید آنخبا بہ شود  
 بان وہاں ای مبتلا این دہل  
 از ضرر نینگ شل و اہل دلق  
 تا بدم ایشان رہاند از جنح  
 چاشنگہ بیروں شدے آن خم کیش  
 شستہ بر در با امید انتظار  
 حاجت و مقصود جملہ شد و ا  
 سوئے غفاری و اکرام خدا  
 کہ شانی زانوے ایشان برا  
 از دم جاں بخش عسیمی زمان  
 ز امر حق و از دم نیک جلیل  
 از دعا و فرستہ شدہ پیاں

تندرست و شادمان و محترم  
از دم میوں آل صاحب قراں

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم  
سوی خانہ خوش گشت تندرستے واں

اے بھائی زمان گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اسی کے یہاں ڈیڑھ ڈال اور اسی کے مکان پر ٹھہرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اسکے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی رہتا اور دکان پر بھی رہتا عرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہر ہی بلاتے۔ کئے اسکے لئے حسیا کر دیتا ایک روز اس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کیلئے ہی ہمارے گانوں میں تشریف نہیں لاتے آپ کو خدا کی قسم آپ ہمارے بال بچوں کے تشریف لیچئے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باتوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہیگا اور اگر اس وقت آپ نہیں چل سکتے تو گریسوں میں جو سو و گاڑنا ہو گا ضرور تشریف لائیے تاکہ میں ہی آپ کی خدمت کروں آپ اپنی ساتھ خدم و شہم اور عیال و اطفال دوست آشنا و کو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گانوں میں قیام فرماتا اگر آپ موسم بہار میں تشریف لیچیں تو بہت ہی چھپا ہے کیونکہ بہار میں گانوں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہوتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکشی کا عالم ہوتا ہے وہ امیر ذوق الہی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتی کہ وعدہ اول کے بعد آٹھ سال گذر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لیچیں گے لیجئے موسم خزاں ہی آگیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ اس سال ہمارے یہاں فلاح مقام کے کچھ مہمان آگئے تھے ان کے سبب آنا نہ ہوا۔ آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوتی تو ضرور آؤں گا اسے وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دعا کرتے ہیں غرض ہر سال وہ لکھاں کی طرح آؤر دہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھہرتا اور وہ امیر خوب دل کھول کر اس پر اپنا رزق و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جو انہو نے تین مہینے تک سکودو نو وقت خوب کھانے کھا لائے اس نے اس امیر بے امید و توقع لطف احسانات سے شرمندہ ہو کر اس کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ملائیں گے اب تو اب کو ضرور ہی چلنا ہو گا امیر نے کہا میرا جی ہی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن مجھ کو جس کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اس کا باوبان اور قضا کے الہی ایسی ہے جیسے ہوا اور حق سبحانہ اس ہوا کو چلائے واسے اور قضا کو نافذ کرنے واسے ہیں اس جب تک اس کا حکم ہوا آدمی کیا کر سکتا ہے اس نے پھر میں میں کہہ رہا تھا کہ ان جیلہ والوں کو جاتے دیکھئے اور اپنے بچوں کو لیکر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو مہی تالوں میں کسی کسی نہ تھیں ہیں۔ وہاں کسی پر لطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اس نے پھر وعدہ کیا اس نے

(۲۹)

تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عبد لیا اور کہا آپکو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخرش وہ سال کے عرصہ کے بعد ہمیں وہ ہر سال دلجوئی اور دلخوشی وعدے کے کرتار ہاں امیر کے ارکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمادیں کہ جاننا بڑا سہاویہ وغیرہ سب اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سی حقوق اس غریب کے ذمہ ہو گئے ہیں اور آپ کے اسکے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھانی ہو اسلئے کہ وہ چاہتا ہے کہ آپ کو ممان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بنا پر اس سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشاں کر کے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ جب وہ بیچارہ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو انکی درخواست کے قبول فرمانے میں کس تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جبکہ ساتھ تم احسان کرو تمکو اسکے شر سے بہت بچنا چاہئے میں اسلئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرے دوست عادی وغیرہ سے مجھے فائدہ پہونچائیں گے اسلئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جائے میرے اس اندیشہ کی وجہ سے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر تراں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور طرح خزاں یا غوں اور کھیتوں کا استیلاں کر دیتی ہیں یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح شہر ثمرات برکا اور خوشگوار تعلقات کو ٹوڑ بائیوالی اور ان کو ایک سے چار کرتے والی ہوتی ہیں ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تاکہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب ہونا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا کہ بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الخضر سورت الظن (کہا ہوا المشور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اسکو صرف ضرورت دینی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرورت دینی سے بچ کر کیلئے بھی اسکو پیش نظر رکھنا چاہئے بل ہوا لاہم۔ اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر چال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور کھینے کو تمکو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے نہ لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر چال لگا ہوا ہے تمکو بے باکانہ اور ایلے پن سے نہیں چلنا چاہئے۔ تم اپنی اپنی مثال سمجھو جیسے بہار کی بیکر کہ وہ میدان کو نظاہر صاف دیکھ کر سمجھتا ہے کہ چلو ہی چال کہاں لیکن جب وہ لا آبا کی بن دوڑتا ہے تو آتش کے گلے میں چال پڑ جاتا ہے اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ چال کہاں ہے دیکھ یہ ہے سخت تو نے سر مری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گمات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدون گمات کے اور بلا شکاری کے چال کے بہی کہیں کھیرت میں دنیہ بند ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھو کہ یہ تلذذات و نعمات دنیوی خطرہ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو مختاری ہی طرح بے خبر ہیں تو کہ پتہ ہی نہیں چسکتا رہے باخبر لوگ سو ان کے قول کو تم غرض نفسانیہ دون ہستی پست خیالی وغیرہ پر محمول کر لو گے اسلئے تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمیں پر بے باکانہ چلتے ہیں ان کی ٹہریوں اور ٹوپڑیوں کو پستخان میں جا کر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات لذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے

(۳)

اگر شے میں گرسے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلانیں گے پس جب حرم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اسے تیسرے درجے میں صوری میں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مسرت چل یعنی اپنی بصیرت سے ہر شے کے حسن و قبح کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لائٹھی لیکر چل اپنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حرم و استدلال کی لائٹھی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا تمہیں مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حرم و استدلال کی لائٹھی بھی پاس نہیں تو کوئی رشع کامل ہونا چاہیے جو عورت ہاتھ پکڑ کر تجھے رستہ پر لچلے اور بدن اس کے ہر رستہ پر چلنے کیلئے مسرت کوڑا ہو غرض کہ جب تجھے بصیرت ہو نہ بتا بصیرت راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اس وقت تجھے بھیجے تک پہنچوں کہ قدم رکھنا چاہئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہئے جیسے اپنے ہاتھ سے تالہ تیرا پاؤں پتھر کی پتھر اور کنوئیں میں پڑنے سے محفوظ رہے یا درگاہ کو تو اندر پاسے اور اندر ہاتھ آؤں گے کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھنا ہے تاکہ وہ گڑبڑ میں نہ پڑ جائے اسے دیکھو میں سے بھاگ کر آگے گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بچانے والے یعنی ضرر دہی سے بیکر ضرر دہی میں مبتلا ہونے والے اور تنہا دینیوی کی خواہش میں نفس شیطانی کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں سنا یا یہاں ہے لیکن اس کے بعد یہ کہ وہ سے زیادہ وقعت نہیں دی پیار کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پیار کی فہم اس کے معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان کے الفاظ کا لئے نہ ان کو خیال سے شکر ادا کرتے ان کے معانی کو اچھوٹا سمجھا بلکہ محض لئے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نہیں پڑا تو اب پڑا اگر پڑا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ چھو حق سبحانہ نے اہل سبا کو بہت کچھ اطمینان اور فراخ اندامی عطا کیا ہے انہیں ہزاروں قصہ و ایوان اور ملنے وغیرہ ان کو عطا کئے تھے لیکن ان فرشتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں گنہگار ہوئے یہی کم دستہ لیا۔ کتنے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی کو ازہ سے آسوا یکٹ کر بلایا جاتا ہے تو اسی درگاہ پر ہوتا ہے وہ اس کی پاس بانی اور پرہ داری کرتا ہے مگر اسے کتنی ہی ناپاکی اور سختی ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتا وہی درہم ہوتا ہے اس کو سواد و سکر در کا اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر بھی غلطی سے کوئی گناہ وہ فاسد کرتا ہے اور رات کو یادوں کو کسی دوسرے دروازہ پر جائز کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کوڑا اس کو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پیچھے ہی تمہارا گناہ پر جاتی قدرت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہئے اور اس کو اس سے عار نہ ہونا چاہئے وہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جاؤ حق نعمت کا پاس نہ چھوڑو اسے طالب اس وقت سے تمہارے کسی سبق لینا چاہئے تو نے اہل سبا کے باطن میں بہت کچھ آب حیات پیاتے اور اس سے تیری انگلیں نکلتی ہیں اور یہ دیکھ کر وہی کو کافی فخر اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اس پر بھی تو نے اس دروازہ کو چھوڑ دیا اور دوسرے آؤں کی کانٹوں کا طواف کر رہا ہے اور یہ حقیت است ثریا ایک غذا کا نام ہے جو شہید پر نکڑ ہے کہ تیرا لہجہ ہے (مغرب ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے)

(۳۱)

تجھے اس ننگری اور بے وفائی سے شرم آتی چاہئے اسے امن تجھے سمجھنا چاہئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے  
جہاں جان موئی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں نا امیدوں کا بھی نجات دہ  
یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے  
اور وہی موتا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے۔ بلکہ بہت سوں کو دھکے  
بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم  
ہی نہیں جاتا بس ایمر نصیب قلبے کچھ خبردار تو اس در کو نہ چھوڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی بحالت  
حق کی کہ دور دور سے لوگ آکر وہاں جمع ہوتے تھے بعض ننگری و بعض لہجے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پُر  
نایاب ہر ہر ملک سے آنکھو اس بلا سے نجات دیں جہیں مبتلا ہیں حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات کے فانی ہوتے تھے  
تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور اگر دیکھتے تھے بہت سے مریض خستہ حال امید و انتظار  
تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھ کر آپ فرماتے کہ اے بتلائے آفات خداوندی حکیم خدا تم سب کی  
حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم میرے رخ و شفقت حق سبحانہ کی غفاری اور اسکے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حاصل  
کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بند ہوا ہوا اور پھر اس کو کھول دیا جائے حضرت عیسیٰ کی بھونک سے  
شفا پا کر چل دیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھونک کی برکت سے ان تمام بیماروں کی جان  
روا ہو جاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس غلیل امام  
صاحب اقبال کی بھونک سے سب کی تکلیف و رنج و غم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش خرم  
اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھر و نکور روانہ ہو جاتے۔

(۳۳)

## شرح شبیری

کنا

ایک یہانی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اس کی دعوت

اے برادر بزدان درما مضیٰ شہریے باروستانی آشنا

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک یہانی دوست تھا۔

روستانی چوں سوئے شہر آئے خرگاند کو و آں شہری نرے

یعنی وہ یہانی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

دوسرے ماہ مہائش بیے      ہر دوکان او و برخواست بیے  
یعنی دو دو تین تین مہینے اسکا مہمان رہتا اور اسکی دوکان اور اسکے خان پر رہتا مطلب یہ کہ انہی کے یہاں  
خوب رہتا سہتا۔

ہر جان نما کہ بودش آن نماں      راست کردی مرد شہری را گل  
یعنی اس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی ان کو نصرت ہی درست کرتا۔  
رو بہ شہری کردو گفت ان خواجہ تو      ہیج می نہائی سوے وہ فرجہ جو  
یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہوا کہ کیا گناہ کیا ہے آپ کبھی گانوں کی طرف سیر کرتے  
ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

(۱) اللہ اللہ جملہ فرزندان بسیار      کاین زمان گلشن است و نو بہار  
یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اسلئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نو بہار کا ہے۔

یابہ تابستان سیا وقت مژ      تابہ بندم خدمتت را من کمر  
یعنی یاد گریوں میں پایوں کے وقت تشریف لائے تاکہ میں آپکی خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں۔

شیل و فرزندان و قومیت بسیار      در وہ ما باشن خوش ما ہے سہ چار  
یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لاؤ اور ہمارے گانوں میں خوب لہجہ طین تین چار ماہ رہو۔

در بہاران خطہ وہ خوش بود      کشت زار و لالہ و لکشن بود  
یعنی بہار کے زمانہ میں گانوں کا خطہ خوب ہوتا ہے کشتی اور لالہ خوب لکشن ہوتا ہے خوشکہ وہ ہمیشہ لایا کرتا  
ہے اس شہری کی یہ حالت تھی کہ۔

وعدہ؟ او نے خواجا اور ارفع حال      تا در آمد بعد وعدہ ہشت سال  
یعنی وہ خواجا اس سے وعدہ کرتی تھی کہ وعدہ کر لیا کہ ہشت سال کے بعد بھی اسے ہر سال گزر گئے۔

او ہر سالے ہی گفتے کہ کے عزم خواہی کرو کا مد ماہ دے  
یعنی دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کرو گے (لو) ماہ خزاں بھی آگیا۔

او بہانہ ساختے کہ سال ناں از فلاں خطہ بیاد میہماں  
یعنی وہ شہری بہانہ کرتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے نہماں آگئے ہیں۔

سال دیگر گرتوانم و از ہر سید از مہمات آن طرف خواہم دوڑ  
یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤں گا۔

گفت ہستند آن عیالم منتظر بہر فرزند آن تو اسے اہل بر  
یعنی دیہاتی بولا کہ اے حضرت میرے اہل و عیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چو نکلک آمدی تا مقیم قہ شہر ہشدر  
یعنی پھر ہر سال نکلک کی طرح آتا اور اس شہری کے گھر ٹھہرتا۔

خواجہ ہر سالے ز زرو مال خویش خرج او کرے کشورے بال خویش  
یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اُس پر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خسرچ کرتا۔

آخریں کرت سہ ماہ آن ہلپواں خواں نہادشن با ملاوان شہان  
یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را چند وعدہ چند بفریبی مرا  
یعنی اُس نے خجالت کی وجہ سے اُس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کرو گے اور کب تک مجھے فریب دے گا یہ ایک سادہ سی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اس کی مکافات نہ دے تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی سہل تھا اور بے مروت تھا مگر آخر طبیعیات تو نہ بدل گئیں تھیں اس وجہ سے اسکو بھی مدت تک اس کے یہاں



قیام کر کے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک عدے کرو گے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جویم جانم وصل جوت لیک ہر تحویل ندر حکم اوست

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اسکے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اس وقت ہی لگا ہو سکتا ہے

آدمی چوں کشتی است بادبان تاکہ آرد باد راں باد راں

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ باد راں (حق تعالیٰ) ہو گا اور اسے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادبان محتاج اسکے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلا دیں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سو گند و ادش کائے کریم گیر فرزندان بیابست گر نعیم

یعنی پھر اس دنیا نے اسکو قسم دی کہ اسے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لیکر تشرفیت لائیے اور عیش و آرام بھی

دست او گرفتہ کرت بعد کالہ انداز و بیابنا کے جہد

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اسکا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد وہ سالے بہر سال حنین لایہ ہا وعدہ ہاے شکرین

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامدیں بھی کیا کرتا تھا۔

کو دوکان خواجہ گفتند اے پدر ماہ و ابرو سایہ ہم دار و سفر

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابرو سایہ بھی سفر کرتے ہیں یہ مطلب یہ کہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اہل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بروے تو ثابت کردہ پنج ہادر کارا و بس برودہ

یعنی آپ نے اس پر بہت سے حقوق قائم کر دیے ہیں اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

اوی خواجه کہ بعضے حق آن واگذار وچوں شوی توں یہاں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق جب آپ ہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کر دمارا اونہاں کہ کشیدش سوئے وہ لایہناں

یعنی اُس دیہاتی نے ہکو پوشیدگی میں ہیبت کہا تھا کہ اُس (اپنے باپ) کو گالوں کی طرف کھینچے کوڑتے کبھی لے آو جب بچوں نے یہ کہا تو اُس شہری نے جواب دیا کہ۔

گفت حق است ایسیں ویہ اتق من شہر من احسن تالیہ

یعنی اُس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہتے احسان کیا ہے اُسکے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اسلئے ہے کہ وہ سمجھ دار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اُس نے کہا کہ جبہر نے احسان کیا ہو اُسکے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا اگر وہ شر کرے گا تو قینابے طرح کر گیا یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ ہے کہ

دوستی تخم دم آخر بود ترسم از وحشت کہ اوفاسد شود

(۴)

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ میں وہ فاسد نہ ہو جاوے طلب یہ ہے کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرہ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اچھا احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں جا کر کوئی شکر ربی پیش آئے اور اللہ واسطے کی دوستی میں حائل ہوئے لہذا اُسکو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اسلئے کہ۔

صحبتے باشد چشم شیر قطوع پچودے در بوستان زروع

یعنی ایک صحبت آتش کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کہیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جسطح کہ خزاں کا موسم برباد کر دینے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبتیں علیحدگی اور بربادی ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد فصل نو بہار زو عمارتہا و دخل بے شمار

یعنی ایک صحبت مثل فصل نو بہار کے ہوتی ہے کہ اُس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ بعض صحبتیں ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اُس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم

ہوا کہ سچے سچے دو لوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بدر کہہ داور اگر  
صحبت بچو احقاد تو کسی کو بچانہ بچو مگر غل یا کھو کہ جیسے بد گمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

**حرم آن باشد کہ ظن ببری تا گریزی و شوی از بد ببری**

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بد لیجائے تو نہ کہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بڑی ہو جاؤ۔

**حرم سور اظن گفت ست آن رسول ہر قدم را دام میدانای فضول**

یعنی الحزم سور اظن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اسے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو حدیث  
میں ہے الحزم سور اظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سور اظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل  
کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

**روی صحراست ہوار و فراخ ہر قدم دامیست کم رو گوستاخ**

یعنی روئے صحرا تو ہوار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا استخوانا ست چلو روئے صحرا سے مراد  
دنیا ہے مطلب یہ ہے کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا  
ذرا بے یاک ہو کر گرت چلو کہ ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اُنکی مثال ہے کہ۔ (۵)

**آں بزرگو ہی دوو کہ دام کو چوں تبار و دانش افتد و گلو**

یعنی بزرگو ہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اُسکے نگلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ  
بزرگو ہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اُسکو زمین فراخ دیکھ کر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا  
ہے کہ بھلا جال کیسے دکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہو گا کیا سمجھ کر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان  
اس دنیا کی سبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے اہمیں منہمک ہوتا ہے کہ نفس و شیطان کے جال میں پھنس جاتا  
ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

**آنکہ می گفتی کہ کو اینک بہیں دشت می دیدی نمی دیدی کہیں**

یعنی (اے بزرگو ہی) تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے نگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو تو نہ دیکھا  
اور یہ سمجھا کہ۔

**بے گمیں دام و صیادای عیار دنیہ کے باشد میاں کشت زار**

یعنی اسے جالاک بے کین کے اور دام و صیاد کے کشت ناز میں دھنک بھرتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کیوں یہ تھوڑا سی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جسکی وجہ سے کہ یہ بہار بھی گئی ہے تاکہ اسکو دیکھ کر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ

آئنگے ستیاخ آمدند اندر زمیں استخوان و کلمہ ہاشاں را بہیں

یعنی جو لوگ زمین میں گستاخانہ آئے تھے اُن کی ہڈیوں اور جڑوں کو تو ذرا دیکھو۔

چوں بگورستان بڑی و مرقی استخوان شاں را بہیں از ماضی

یعنی اے برگزیدہ جب لوگوں بستان میں جائے تو اُن کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے مصاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آن مستان کور چوں فرو رفتند در چاہ غرور

تاکہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے ست کس طرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم اُن ہڈیوں کو یہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ نمکوزبان حال جواب دہنگی اسوقت تکو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے کہ کل پاؤں ایک کاسہ سر چو آگیا وہ سر جو استخوان شکستہ سے چوتھا بولا کہ چل سنبل کے ذرا راہ سنجہ ہمیں بھی کچھ کسی کا سر غرور تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

(۶)

چشم گرداری تو کورانہ میا ورنہ داری چشم دست او عصا

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بنکر دست آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لائٹھی لولاٹھی سے مراد علم استدلالتی مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ کہ وہ بھی کارآمد ہے۔

آن عصاے حرم و استدلال چوں نداری دیدہ می کن پیشوا

یعنی اُس عصاے حرم و استدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بننا لے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنا لو۔

و عصاے حرم و استدلالست بے عصاکش در سر ہر رہ مالیت

یعنی اور اگر حرم و استدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ

پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنا لے کہ جو ٹکڑا ہر مقصود تک پہنچائے اور اس وقت یہ حالت کر لو کہ۔

## گام ز انسان نہ کہ نابینا نہد تاکہ باز سنگ و از چہ وار ہد

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جس طرح نابینا رکھتا ہے تاکہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جس طرح اندھا خوب کچھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب ٹکڑا نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ورنہ ایسا ہر آدمی ہوا اور تم گرے۔

## کور رزان و ترس و احتیاط می نہد پاتا نیفتہ و خطا

یعنی اندھا کا پتہ ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تاکہ خرابی میں نہ پڑ جائے اسی طرح تم بھی ذرا سنبھل کر چلنا کہیں غارت نہ ہو جاؤ۔

## لے زود و جستہ و زنا و شدہ لقبہ تہہ مائے شدہ

یعنی اسے شخص جو کہ دھویں سے لگا لگا میں پڑ گیا ہے اور لقبہ کی تلاطم میں خود لقبہ مار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جستہ نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو جستہ آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل اور نفع اس کی کو اختیار کر آگے اہل سبائی ناظر مانی کی وجہ سے اُن کے تمام عیش و آرام کے چین جائیکہ قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں ٹھک ہوا و آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

## اہل سببا اور اُن کی تاؤ رمانی کا قصہ و اُن کی نعمت کا ناشکری

### کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکرو وفا کی فضیلت

## تو بخواندے قصہ اہل سببا یا بخواندی و نہ دیدی جبر خدا

یعنی کیا تم نے اہل سببا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو جبر خدا کہے کہ کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہیں سبب یا بہانہ میں اگر کوئی آواز کرے تو انہیں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے مگر ان کو کوئی نفع اُس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سببا پڑھا ہے مگر اُس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست سو معنی ہوش کہ را راہ نیست

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہو مطلب یہ کہ اس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا بلکہ

اوہمی بانگے کذبے گوش ہوش چون خم ش کردی توہم شد خموش

یعنی وہ بھی ایک آواز بنے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جائے اسی طرح تھے بھی اس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی تھے ہیں اسی لئے اس سے عبرت حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبائے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

و اد حق اہل سبائے فرغ صد ہزار ان قصروالو اتھاو باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبائے بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

شکر آں نگہار و ندان بد رگان در وفا بودند کمتر از سگان

یعنی اُن نالائقوں نے اُن چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اس لئے کہ۔

مر سکے رائقہ نمانے ز در چوں رسد بدور ہی بند و کمر

یعنی کتے کو ایک روٹی کا ٹکڑا کسی دروازہ سے مل جائے تو وہ اُسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس درمی شود گرچہ پروے جور و سختی می رود

یعنی اُس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اُس پر جور و سختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشندش باش و قرار کفر و اند کرد غیرے اختیار

یعنی اُسی در پر ایسی بود باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا دے کفر جانتا ہے یعنی او کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے اور کچھ اس کے اندر کشتہ و فاکہ نہایت بُری ہوتی ہے آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سکے آید غریبے روز و شب آں سگانش می کنند آند شام و شب

(۸)

یعنی اور اگر کوئی جہنمی کتا رات کو یاد نہ کرے تو کتنے اُسکو اُسی وقت ادب کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ

کہ پروانجا کہ اول منزل است حق آن نعمت گردگان دل است

یعنی اُسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانہ ہے اسلئے کہ اُس نعمت کا حق مرہوں دل کا ہے۔

می گزندش کہ بزرگ بجائے خویش حق آن نعمت فرومندان پیش

یعنی اُسکو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اُس نعمت کے حق کو مست چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنی بھجنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے سپر ایا کئے سر اضمون متفع فرماتے ہیں کہ۔

ازدوروں اہل دل آب حیات چند نوشیدی می و اشہ چشمہا

یعنی اہل دل کے اندر سے تنے آب حیات کس قدر پیاسے کہ تنھاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غداے سکر و جہیز خودی از در اہل دلان بر جان زدی

(۹) یعنی بہت سی سکر اور وجہ اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تنے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی اُن کو اُن کا حال چاہل کیا ہے۔

باز این در بار ہا کردی ز حرص گرد ہر دکان بھی گردی ز حرص

یعنی پھر اس در کو تنے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھرنے لگے۔ یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناکوار ہوئی اور جگہ سے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تکلفیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو سخت ناسخری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاتے تو مضائقہ نہیں ہو لیکن غرض نفسانی کیلئے جانا مسخر ہوتا ہے۔

بر در آں شمعان چرب دیگ می دوی بہر شریای مردہ دیگ

یعنی اسے کیئے تو اُن امیروں، چرب دیگ کے در پر کھانیکے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اُس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جا رہے ہو بڑے شہر میں کی بات ہے۔



چربش آن جاواں کم جان فریہ شود کارنا اسید آنجا بہ شود

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فریہ ہووے اور نا اسید کا کام اس جگہ درست ہو جائے مطلب یہ کہ تو جو اس ضمیر کے فریہ کرنے کے پیچھے ہے ہووے اسکو ترک کرو بلکہ جان اور قلب کی فریبی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہو سکی۔

صومعہ عیسیٰ است خصال اہل دل ہاں وہاں ہے مبتلا ایں درمحل

یعنی خوان اہل دل صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور ای مبتلا اس در کو ہر گز دست چھو نہ مطلب یہ کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سبکو شفا حاصل ہوتی ہے اسی طرح تم کو اُن اہل دل سے جو نفع ہوگا اس سے دین و دنیا دونوں درست ہونگے لہذا خدا کے لئے اسکو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو نہ کر فرماتے ہیں کہ۔

موصیبت وہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعے دروازہ پر

دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

(۱۰)

حج گشتہ زیر اطراف خلق از ضریر و لنگ و ثل اہل دلق

یعنی ہر اہل حق سے لوگ حج ہوا کرتے تھے اندھے لنگرے بچے اور محتاج۔

بر در آں صومعہ عیسیٰ صبح تا بدمشاں وار ہاں انداز حجاب

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہونک سے انکو مصیبت سے بچاویں۔

اوچو فلغ گشتے از اوراد و خویش چاشتگہ برون شہرے آن خویش

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح اپنے اوراد سے فلغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق آن مبتلا دینے زار شستہ پرور در امید و انتظار

یعنی وہ بیماروں و ضعیفوں کو حق و بچت کہ دروازہ پر امید اور انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کر دے و گفتمے از خدا حاجت و مقصود و جملہ کن روا

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سبکی حاجت او مقصود پورا فرما دے۔

گفتمے اے صحاب آفت از خدا حاجت این جملگان تان شد روا

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سبکی حاجت پوری ہو گئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج و عننا سوئے غفاری و اکرام خدا

یعنی ہاں اب بے رنج و عننا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور اُن کے اکرام کی طرت روانہ ہو جاؤ۔

جملگان چل شتران بستہ پایے کہ کشانی زانوے ایشان بنائے

یعنی سارے اُن اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم اُن کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اونٹ  
روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

(۱۱)

جملہ صحت یافتہ گشتہ رواں از دم جان بخش عسی دریاں

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بخش بھونک سے اُسی وقت روانہ ہو جاتے تھے  
اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں حاجت جملہ علیل ز امر حق و از دم نیک جلیل

یعنی اُن سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور اُن نیک و بزرگ کی دعائے روا ہو جاتی تھی

بے توقف جملہ شادان و اماں از دعائے شندی و پرواں

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں اُن کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے دروالم بے رنج و غم تندرست و شادمان و محترم

یعنی وہ سارے بے رنج و الم اور بے درد و غم کے تندرست اور شادمان اور محترم۔

## سوئے خانہ خوش گشت مند و زراں از دم میوں آں صاحب قراں

یعنی اپنے گھر کی طرف اُن صاحب قراں کی بھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو اُن کی بھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اُس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ

### شرح حبیبی

<p>آزمودی تو بے آفات خویش چند آں لنگے تو رہوار شد اے معقل رشتہ برپاے بند ناسپاسی و فراموشی تو لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد زودشاں میاں و استغفار کن مناکستان شاں سوئے تو بشکند ہم برآں در گرداز سگ کم پیش چوں سگاں ہم مرگان بلناصح اند آں در اول کہ خوردی استخوان</p>	<p>یافتی صحت از آں یاران کیش چند جانت بے غم و آزار شد تا خود ہم گم نہ گردی اے لونہ یادناورد آنصل نو شنی تو چوں دل اہل دل ز تو خستہ شد بہجو ابرے گریہ ہاے زار کن میو ہاے پختہ بر تو واکف باسگ کھٹا رشتہ ستی خواجہ تیش کہ دل اندر خانہ اول بہ بند سخت گیر و حق گزاری راہماں</p>
---	---

(۱۲)

می گزندش کز ادب آنجا رود  
 می گزندش کسک طاعنی بر  
 بر بهاں در همچو حلقه بسته باش  
 صورت نقص و قایم باش  
 مر سگان را چون وفا آمد شعار  
 بیوفائی چون سگاز عار بود  
 حق تعالی فخر آورد از وفا  
 بیوفائی داں و قایم و حق  
 نور را هم نور شو بانار نار  
 حق مادر بعد از ان شد کان کریم  
 صورتی کرد درون جسم او  
 همچو جزو متصل دید او ترا  
 حق هزاران صنعت و فن مستقیم

در مقام اولین مفسح شود  
 باولی نعمتت با غی مشو  
 پاسبان چابک و جریب باش  
 بیوفائی را مکن بیوده قاش  
 رو سگان از تنگ بدنامی میار  
 بیوفائی چون رواداری نمود  
 گفت من او فی بعید غمنا  
 بر حقوق حق ندارد کس سبق  
 جائے گل گل باش جائے خار خار  
 کرد او را از جنین تو غمیریم  
 داد و دهش ترا آرام و خو  
 متصل را کرد تدبیرش جدا  
 تا که مادر بر تو مساند خست

(۱۳)

پس حق حق سابق از مادر بود  
 آنکه مادر آفرید وضع و شیر  
 اینجا و ندای قدیم احسان تو  
 تو بفرمودی که حق را یاد کن  
 یاد کن لطفی که کردم آن صبح  
 اصل واحد و شمارا آن نما  
 آب آتش و زمین بگیرت بود  
 حفظ کردم من نکردم رمان  
 چون شدی سرپست پایت چمن  
 چون فدای بوفایا می شوی  
 من ز سهو و بیه قایم با بری  
 این گمان بدر آنجا بر که تو  
 پس گرفتی یار و همراهان رفت

هر که آن حق را نداند خبر بود  
 باید کردش قریب آن خود بگیر  
 آنکه دادم و آنکه ندم آن تو  
 ز آنکه حق من نمی گردد و کن  
 باشما از حفظ در کشتی نوح  
 دادم از طوفان و از چشما  
 صبح او مراجع کنه رانی بود  
 در وجود جد جد بدت ما  
 کارگاه خویش چون ضلعت کنم  
 از گمان بدید آنسوی روی  
 سوئے من آنی گمان بدیری  
 می شوی در پیش همچون دود تو  
 گریز گویم که کو گویی که رفت

(۱۱۳)

یار نکت رفت بچرخ بریں  
 تو باندی در میانہ بچناں  
 واسن او گیر اسے یار دلیر  
 نے چو عیسیٰ سوے گردوں شہود  
 باتو باشد در مکان لامکان  
 او بر آرد از کدورت صفا  
 چوں وقار آری فرستد گوشتال  
 پوں تو دے ترک کردی روش  
 آں ادب کرون بودینی مکن  
 پیش از ایں قبض زنجیری شود  
 رنج معقولیت شود محسوس فاش  
 در محاصی قبضہا دلگیر شد  
 لغو امن اعرض ہما غافل بنا

یار نکت ماند در قعر زمیں  
 بے مدد چوں آتش در کارواں  
 کو منزہ باشد از بالا وزیر  
 نے چو قاروں دوز میں اندر رود  
 چوں بانی از سر او از دوکان  
 مرجھا ہائے ترا گیر دوشا  
 تازن قصاں واردی سوئے کمال  
 بر تو قبضے آید از رنج و تپش  
 ہیچ تحویلے از ایں عسکرن  
 اینکہ دلگیر ست پاگیرے شود  
 مانگیرے ایں اشارت را بلاش  
 قبضہا بعد از اجل زنجیر شد  
 عیشہ تصدنگا و بخشیا لعلے

(۱۵)

دزد چوں مال کسان را می برد	قبض و دل تنگی دشمن را می خلد
او می گوید عجب این قبض چیست	قبض آن مظلوم که شربت گسیت
چوں بدین قبض التفات می کند	با دواصر آتشش را دم کند
قبض دل قبض عوان شد لاجرم	گسیت محسوس آن معانی زد علم
قبض هزار ندان شد است چار میخ	قبض بخسیت و برابر دشمنان پنج
پنج پنهان بود هم شد آشکار	قبض و بسط اندرونی بیخه شمار
چونکه بخسیت بود زودش بکن	تا زود ز شربت خار و دامن
قبض نهی چاره آن قبض کن	زانکه سر با جمله سیر وید زین
بسط ویدی بسط خود را آب ده	چوں بر آید سیوه با اصحاب ده
باز گرد قصه اهل سبا	باز گو تا باز گویم مر حبا
آن سبا ز اهل صبا بود زخام	کارشان کفران نعمت با کرام
باشد آن کفران نعمت در مثال	که کنی با محسن خود تو جدال
که نمی باید مرا این نیکوئی	من بر خیم زین چه رنج می شوی

۱۶

لطف کن این نیکوئی را دور کن  
پس سببا گفتند با عدیبینا  
مانی خواهیم این ایوان و باغ  
شهر را نزدیک همد گیرد است  
یطلب الانسان فی الصيف الشتاء  
فصوله یرضی بحال ابد  
قتل الانسان ما اکفر  
نفسه من سبل است نشد کشتنی  
خار سپه پوست هر سوکش نهی  
آتش ترک هوا و خار زن  
چون زحیدر و نذا صاحب سببا  
ناصحان نشان در نصیحت آمدند  
و قصد خویش ناصحان می داشتند

من نخواهم چشم زودش کو در کن  
شینا خیر لنا خذ زینتنا  
نئے زمان خوبئے من و فراغ  
آں بیایانست خوش کا نجا و دست  
فاذا جاء الشتاء انکفوا  
لا بضیق لا بعیش رغلا  
کلهانال الهدی انکره  
اقتلوا انفسکم گفتاں سنی  
ور خلد از زخم او تو کے رہی  
دست اندر یار نیکو کار زن  
که به پیش ما و بابا به از صبا  
از فسوق و کفر مانع می شدند  
تحم فسق و کافری می داشتند

(۱۴)



چوں قضا آید شود تنک اینجاں	از قضا احلا شود بچ و ہاں
گفت اذ جاء القضاء والقضا	تجلا بصار اذ جاء القضاء
چشم بہ میشود وقت قضا	تا نہ بنید چشم کل چشم را

جب تو صومعہ عسلی کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے شاہ ہے تو اب ہم کہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے اسلئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے ان سے صحت حاصل ہوئی ہے اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگر اپن کس قدر ٹھیک ہو گیا ہے اور تیری جان کس قدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے اسے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھول جائے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اسلئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھو یا جائے تو اسکے ذریعہ سے نوابنے کو پاس کے رفت اس شعر میں ایک احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اسلئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پاسکوں (تیری ناشکری اور بھول سقد برتہ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لڑا نہ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے پس تو نے اہل اللہ کو بچ دیا تو اسکا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھ پر سدود ہو گیا اور خدا لان کی نوبت آگئی اور کجنت اب ہی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور بر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رہتا کہ ان کے فیوض کا بلع تیسرے لئے کھلے اور اسکے پختہ میوے تجھ پر پڑیں رفت اس مقام پر ایک نسخہ بر خود اقدس ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ شکوفہ پھوٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پر اقدس کی اسناد میوہا سے پختہ کی طرف حجازی اور نیز شاگوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر رہتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مایول کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہی بھی ممکن ہیں کہ میوہا سے پختہ خود پھپھکائیں جیسے انا کھل جاتا ہے یا بیہیٹ جاتا ہے واللہ اعلم اگر تو سنگ اصحاب کف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھ کو وفا کرنا چاہئے اور اسی در کا ہو رہتا چاہئے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہئے غور کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہئے اور جس اول گھر سے تجھ کو ہڈی ملی ہے اسی کو مضبوط کر دینا چاہئے اور حق گذاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب ہاں چلا جائے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہو وہ اسکو یہ سمجھائے کہ کو کاٹتے ہیں کہ اچھ سے تجاؤز

(۱۸)

کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے دلی نعمت سے باغی مست ہو اور اسکی طاعت سے دست بردارست ہو تو حلقہ کی طرح اس پر چارہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چکنارہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مست لے اور جبکہ کتوں کا عام دستور و فاس ہے تو تو بیوفائی کر کے ان کی بدنامی اور رنگ کا سبب مست بن تو جبکہ کتے بھی بیوفائی سے عدا کرتے ہیں تو تو بیوفائی کرنا کیونکر جانتا رکھتا ہے وفاق تو وہ وصفت اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنا والا کون ہے پھر تو اسکو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا جبکہ وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جائے تو وہ وفا معیوب اور بیوفائی کا حکم رکھتی ہے اسلئے کہ حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی با حق مقدم ہے اسلئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور ثیلے مجھے نور ہونا چاہئے اور ناکلیف ناز جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن اور جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب ہو وہاں وفا کر اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم مجھے اسکی لم سمجھاتے ہیں کہ حق سبحانہ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق مالک ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہ نے مجھے اسکی پیٹ میں رکھ کر اسکو مثل اپنے مقروض کے بنایا پھر اسکی جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اسکی محل کے اندر مجھے آسائش اور اقتضایات طبعی عطا کئے اور جبکہ اس نے مجھے اسکا جزو متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اسکو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے مان کو تجھیر مہربان کیا اسکی بعد مالک کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہ کا حق مان کے حق سے مقدم ہے اور جب مان نے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا چنانچہ جس شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اسکی پستانوں کو اسکی دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اسکو ہم صحبت کیا یہ اور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اسکا حق مقدم کیوں نہ ہوگا جب کلام مقدم حق اللہ تک نہ ہو تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سورہ عاشر سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ لے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک سے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیا میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک میں تو نے فرمایا ہے کہ تجھے حق کو یاد کرو اسلئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہو سکتا اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہو سکتا نیز تو نے فرمایا کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمھارے ساتھ کی تھی یعنی تم کو کشتی لوح میں محفوظ کیا تھا کہ نہ

(۱۹)

تھکے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمھارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمھارے اصول اور تمھارے اجداد کو جسکی تم  
اولاد ہو اسوقت طوفان اور انکی موج سے نجات دی تھی جبکہ آتش خصلت و ارگ کی طرح تباہ کن پانی کی جڑوں  
زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور انکی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی میں نے اسی حالت  
میں تمکو تمھارے داداؤں کے داداؤں کے داداؤں کے اجداد میں محفوظ رکھا اور تمکو رد نہ کیا جبکہ تم مجھے  
اس قدر عزیز ہو تو میں تم پر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تمکو تباہ کر کے اپنے کا رخا نہ کیونکہ درہم برہم کر سکتا ہوں  
جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت پر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم  
تم بے وفائوں پر کیوں فدا ہونے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اس طرف  
کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھے بدگمانی کرتے ہو میں تو سو سے ہی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے ہی  
پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جنکے سامنے تم جھکتے ہو باوجودیکہ وہ ہی  
تمھاری ہی مثل ہیں پس تمکو ان سے بدگمان ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سے تمہارے بڑے بڑے زبردست یا راستہ بنائے  
لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمھارے یا رکماں ہیں تو تمھارے پاس بجز اسکے کچھ جواب نہ ہو گا کہ وہ تو چل بسے  
تمھارے جو نیک یا رتھے وہ آسمان ہستی بہشت میں چلے گئے اور جو بُرے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے  
گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یار و مددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور  
اب بولنا فرماتے ہیں کہ اسے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑو بلندی دستی سے منزہ ہے اور نہ مجھے چھوڑ کر  
عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ادھر جانا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جانا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو  
میں میری ساتھ رہنا ہے یعنی جسے جسم کے بھی ساتھ ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے  
منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہو نہ تمھارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس میری کی حالت  
میں ہو اسوقت ہی تمھارے ساتھ ہے برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ اسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے  
چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے ۔ سببِ نجاتی میں انسان کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ ہی عبادتہا ہوا انسان  
نیز انہیں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یار دوست کدورتوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ  
اگر صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب ہی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں  
صفا لکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں کہا قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سینما تھم  
حسنات نیز عام دوست جفا و نیکو نظر انداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمھاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اسلئے کہ ہم  
قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمھاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ باینہم اپنی رحمت سے انکو  
قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب کرتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تمکو  
چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور شفقتانہ سزا دیتے ہیں تاکہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو مثلاً جب  
تم کوئی معمول ترک نہو تا ہے تو تم پر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا مالال اور اضطراب تمھاری طبیعت میں پیدا

(۲۰)

ہوتا ہے پس یہ تشبیہ ہوتی ہے کہ خیر دار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اس وقت سے  
 پیشتر ہی اسکی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض نہ خیر ہو جائے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جائے یہ جواب ریحانی مقول ہے  
 وہ پھر محسوس ہو جائیگا۔ اور آخرت میں یا دنیا میں یہی شکل طوق و سلاسل ظاہر ہو گا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی سمجھنا  
 اسلئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد شکل بخیر ظاہر ہوتے ہیں جتنا خیر حق  
 سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے  
 ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو اندھا اندھا دیکھئے (اور دیکھ کا نہ ان کا دماغ ہو گا جہاں وہ  
 زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) مضمون اگر تجارتی سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ  
 تم بھی طرح سمجھ جاؤ اور سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہو نیک کا کیا مطلب ہے مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتدا چراتا ہو  
 تو اس کے دل میں قبض اور تنگی کی غلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس  
 کوئی کسے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہو جسکو تو نے رو لایا ہے لیکن جب اس قبض کو نکال دیا کرتا ہے تو  
 اس کے اصرار کی ہوا اسکی آگ کو بھڑکاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو الاحوال وہ قبض قبضہ پونیس ہو جاتا ہو  
 اور کڑا جاتا ہے اس وقت وہ قبض غیر محسوس ہونے لگتا ہے اور شہرہ عالم میں جاتا ہے وہی قبض جیلخانہ اور شکنجوں کی صورت  
 میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیلخانہ وغیرہ بمنزلہ اسکی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں  
 نکلتی ہی ہیں پس جس طرح پہلے جڑ پوسیدہ ہوتی ہے پھر شاخیں نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض و سبط باطنی کو بھی  
 سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا لکھاڑا ضروری ہوتا ہے تاکہ چمن میں غارتہ پیدا ہو جائیں  
 یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اس کے اوکھاڑنے کی کوشش کرو اسلئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفساد کی حتی کہ قبض اوقات  
 کفر تک نسبت ہو نچا دیتا ہے اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی اور شاخیں جڑ ہی سے پھوٹی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ  
 دو گے تو ان شاخوں کی سرے سے بھی محفوظ رہو گے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب سبط دیکھو تو اسکو سمجھو اور  
 ترقی دو اور جب اس میں میوے نکلیں یعنی اس پر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سوا اپنے یار دوستوں کو ہی دوا چھا آ  
 ٹھنا چاہئے اور قصہ اہل سبایان کرنا چاہئے تاکہ میں ہی داد دوں اہل سبایا حکما نوڈ سے اور نا تجربہ کار سے انکا  
 کام نعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت دکھاؤ ایک مثال سے سمجھانا ہوں مثلاً کہ کوئی  
 شخص تجھ کو فی النعام کرے تو تو اس محسن کی فراحت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ حلیف  
 نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے انکے کی ضرورت نہیں آپ مجھے  
 اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبائی بالکل ہی حالت تہی کہ حق سبحانہ نے ان پر العاہات کو  
 پائرش کی طرح برسیا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں  
 یہ کیا کہ دعا کی کہ اسے اللہ جاعتموں اور سستیوں کو دور دور کرے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے ویرانی ہی  
 اچھی ہے نہ ہکو قصر والیاں درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ اس جہنم نہ فراغت و اطمینان ہمارے شہر بہت قریب قریب ہیں

(۲۱)

یہ بہکود چہ نہیں معلوم ہوتے بہکود چہ معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب ہولنا فرماتے ہیں کہ  
انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اسکو ناپسند کرتا  
اور گرمی چاہتا ہے لہذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بچہ خوش عیش سے  
پس عمارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جبکہ اسکو ہدایت پہنچتی ہے تو اسکو بھی ناپسند کرتا ہے اب کہنا یہ ہے  
کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کوئی چیز معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بنا  
پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان بالکفر فرما کر دوسری جگہ اوکلوا الفسکم تفسیر فرمائی ہے نفس کی حالت  
بالکل اسی ہے جیسے خار سے ہلو (گو کہو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چمبے گا اور تم اسکے زخم سے بچ نہیں  
سکتے اب تمھارا فرض ہو کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اسکے مقتضیات کو چھوڑ دو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد  
کامل) کو بیکر و غرض جب اہل سبائے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ بہکو و باصبا سے اچھی معلوم ہوئی  
توضیحت کروں (انبیاء) نے اُن کو نصیحتیں کیں اور اُن کو اس کفر و فسوق سے روکا سپر وہ اُن کے خون کے پیا  
ہو گئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الہی کے سامنے کسی کی سپین نہیں چلتی آدمی کی نظر  
میں اشیاء برعکس دکھائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلو اُکھاتے تندرہ دکھتا ہے  
کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں  
اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو ستر سے مفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

# شرح شپیری

(FF)

آزمودی تو بے آفات بخش  
یافتی صحت ازیشان بخش

یعنی تین بہت سے اپنے امراض کو آڑ لایا ہے اور ان شاہانِ دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو اور پھر ان حضرات کی برکت ہی سے وہ صحت حاصل ہوئی ہے

چند آن لنگی تو رہو ارشد  
چند جانتے غم و آزار شد

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت و آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو انکو ترک کرتا ہو اور دوسری جگہ جانا ہو بڑے شرم کی بات ہے تو آئے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

ایک تریب بتائے ہیں کہ۔  
تاز خود ہم گم نگردی اے لوندا

یعنی غافل یاوں میں ایک ٹاگا بانہ چلے تاکہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اسے کیلئے ایک شخص جو قوف تھا وہ اپنے منہ پر بہت سے تلے باندھے رہتا تھا کہ کہیں گھونہ جائے ایک روز اس کے تلے اس کے بھائی نے باندھے لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر دہلے فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو ہمیشہ سے ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح ٹاگا باندھو۔ نوٹ: تاکہ پیو گم نہ ہو سکوا اور اس در کو نہ چھوڑو۔

## ناسپاسی و فراموشی تو \* یادنا و در آں عمل نوشی تو \*

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس عمل نوشی کو یاد نہیں لانی مطلب یہ کہ غلو جو حضرات اہل اللہ سے فیض ہوا تھا اسکو کھٹنے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور بھلا دیا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

## لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد چون لہلہ ز تو خستہ شد

یعنی آخر کار وہ راہ (حق) متیر بند ہو گئی جبکہ لہلہ کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تم نے انکو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو ان کے قلب میں کدورت آگئی اور پھر ساری فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اسکو سنگریس کو بچ ہوتا کہ بس اتنو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اسلئے آگے اسکا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جائے تو یہ کرو کہ۔

## زودشان در یاد استغفار کن ہچوابرے گریہ ہائے زار کن

یعنی جلدی سے انکو یاد کرو اور استغفار کرو اور مثل ابرے کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کرو اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور رو اور زاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ۔

## تا گلستان شائے تو بشگند میوہائے نیچتہ بر تو وا کفد

یعنی تاکہ ان کا گلستان تیری طرف کھل جائے اور نیچتہ میوے تیرے اور پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

## ہم برآں در گرد و کم از سنگیناش باسگ کفنا رشتی خواجہ تاش

یعنی اس در پر پھر اور کتنے سے کمیت ہو سنگ صاحب کف کو ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تونیکوں کی صحبت میں رہا ہے اور اصحاب کف کے کتنے کی طرح نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو بنائیں کتوں کو کم تو مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جسکو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ تے کے اندر وفا کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر

کوئی اجنبی کہتا آجاتا ہے تو دوسرے کہتے اسکو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جامی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں مرگان ہم مرگان را ناصح اند کہ دل ندر خانہ اول بہ بند

یعنی کہ جب کتنوں کیلئے ناصح ہیں کہ دلوں کو اول گھر کے ساتھ بند کرنے اور کہتے ہیں کہ۔

از در اول کہ خوروی استخوان سخت گیر حق گذاری را حماں

یعنی در اول کو جس سے کہ تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑے اور حق گذاری کو ترک مٹ کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود در مقام اولیں مفسح شود

یعنی اُس اجنبی کو کاٹتے ہیں تاکہ ادب کی وجہ سے اُس جگہ سے چلا جائے اور پہلے ہی جگہ سے مفسح ہووے مطلب یہ کہ کٹے اُس اجنبی کو اسلئے کاٹتے ہیں تاکہ اپنے پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کامی گسٹ طاغی برود باولی نعمت باغی مشو

یعنی وہ کٹے اسکو کاٹتے ہیں کہ اسے باغی جا اور اپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مست ہو۔

(۲۴)

برہماں در پچو حلقہ بستہ باش پاسبان چابک بستہ باش

یعنی اُسی دروازہ پر حلقہ کی طرح بند ہارہ پاسبان اور چابک اور بستہ رہ۔

صورت نقض وفائی مامباش بیوفائی را مکن بے ہودہ فاش

یعنی ہمارے نقض فاکانہ مست بن اور بے ہودہ ہو کر بے وفائی کو ظاہر مٹ کر۔

مرگان را چون وفائد شعار روگان را رنگ بدنامی میار

یعنی کتنوں کیلئے جب وفاء شعار ہے تو جا اور کتنوں کیلئے شرم اور بدنامی کو مست لا مطلب یہ کہ اسکو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کینٹ کو تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہوگا جو کہ بے وفائی کرے گا گویا کہ نمونہ بیوفائی بننا چاہتا ہے اور سبکو بیوفاشہور کرنا چاہتا ہے اور بے بجائی ایسا مٹ کر اسلئے کہ تو نے لڑی یہ تو بڑی شرم کی بات مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بیوفائی چوں سگانرا عار بود بیوفائی چوں رواداری نمود



یعنی جب کہ بیوفانی کتوں کیلئے عار ہے تو توبہ دہانی کرنے کو سطح جائز رکھتا ہے۔

## حق تعالیٰ فخر آورد از من گفت من اوفی بعهد غیرنا

یعنی حق تعالیٰ سے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کرو وفا کرنے والا ہے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے قرآن شریف میں ہے ومن اوفی بعهده من الله یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھتے ہیں حق تعالیٰ نے وفاء عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور یقین ہے اب یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ جب محسن سے بیوفانی بڑی ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا ماننا بھی مان لے اسکا جواب فرماتے ہیں کہ۔

## بیوفانی واں وفا بار و حق بر حقوق حق ندارد کس سبق

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفانی سمجھا سکتے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا اس کے حقوق پر اسکو مقدم رکھو۔

## نور را ہم نور شو بانار نار جائی گل گل باش مجاہد خار خار

یعنی اگر تم نے نور ہو اور نار کی ساتھ نار گل کی جگہ گل ہو اور خار کی جگہ خار ہو مطلب یہ کہ منافقین حق کیساتھ دوست رہو اور منافقین کے مخالف۔

## حق مادر بعد از ان شد کان کریم کرد اور از جنین تو غم کریم

یعنی حق ماں بنا اسکے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اسکو تیسرے جنین سے برحق کر لیا۔

## صبر تے کردت درون جسم او داد در حاشش ترا آرام و خو

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اس کے دل میں تجھے آرام و عادات عطا کئے۔

## ہم جو جزو متصل دید او ترا متصل را کردت بدیرش جدا

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر سے متصل کو جدا کر دیا۔

## حق تیرا ان صنعت و فن ساخت تاکہ مادر بر تو مہر انداخت



یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے بچہ پر محبت ڈالی ہے۔

بس حق حق سابق از مادر بود ہر کہ آں حق را نداند خسرو بود

یعنی بس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خر ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر بایدر کردش قرین آن خم و مگیر  
یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اس کو از خودست  
فرض کر دہ بلکہ یہ رب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت  
حقوق کا ذکر کیا ہے اسلئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

لے خداوندای قدیم احسان تو آنکہ دانم و آنکہ نے ہم آن تو  
یعنی ای خدا اور اسے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جنہیں جانتا سب کی ملک ہے۔

تو یفرمودی کہ حق را یاد کن زانکہ حق من منگیر و د کہن \*  
یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اسلئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جائیں تو حق  
بھی پرانا ہو جائے جب نعمتیں ہر وقت ہوتی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپکا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آن صبح با شما از حفظ در کشتی نوح  
یعنی اُس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اُس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت کی تھی۔

صلو اجداد شمارا آن زماں دادم از طوفان و از محوش اباں  
یعنی تمہارے باپ دادوں کو اُن وقت میں نے طوفان اور اُنکی مچ سے امن دیا تھا۔

آب آتش خور میں بگرفتہ بود صبح او مرا و کہ رامی ر بود  
یعنی اُس بانی ہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اُنکی مچ پہاڑ کی بلندی سے گزر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکر و روتاں در وجود جد جد بستان

(۲۶)

یعنی تمھاری میں سے حفاظت کی اور تمکو تمھارے بعد جد الجبر کے وجود میں رو نہیں کیا۔ طلب یہ کہ بکھیر اسوقت اگر سب کو ملاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اسوقت سے تمھاری بنیاد ڈالی گئی جو جب تم اسوقت میں جو رہتے ہو۔

**چون شہی نشہ پیت چوں نہم کارگاہ خویش چوں ضائع ہنم**

یعنی جبکہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری نشہ پاکس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضائع کر دوں گا طلب یہ کہ جب تیرے لئے اسقدر تجہید کی اور کچھ وجود میں لایا تو بعد ملاک ضائع کر دوں گا ہرگز نہیں۔

**چوں فلکے یوفایان می شوی از گمان بدیداں جامی روی**

یعنی کس طرح میرے وفائیوں پر خدا ہورہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ جنی فعلی فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت کر دوں گا تو میرے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھ پر گمان بد لجاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

**من زہو و یوفائی ہا بری سوئی من آئی گاہاں بد بری**

(۳۷) یعنی میں تو سہواور یوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ کرے کیا گمان بد کرتا ہے۔

**این گمان بد بر آتجا بر کہ تو می شوی در پیش خود دو تو**

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لیجا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑ نہیں دیتا نہیں ہوں پھر میری ساتھ بدگمانی کر کے اور طرف کیوں جاتا ہے۔

**بس گرفتاریا رہم راہان رفت گزرا پرسم کہ کو گوی کہ رفت**

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھے دریافت کروں کہ کہاں میں تو تو کہہ گا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دوی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

**یا رنیکت رفت بر چرخ بریں یا رفقت ماند در قعر زمیں**

یعنی تیرا رنیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا رفقت قعر زمین میں چلا گیا۔

**تو باندی در میانہ آچنناں بید و چوں آستے در کارواں**

یعنی تو دریاں میں سی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کنگ تافلہ میں (بعد اسکے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار و مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن اوگیراے یار دلیر کو منترہ باشت از بالا وزیر

یعنی اسے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا وزیر سے منترہ ہو۔

نہ چو عیسیٰ سوائے گردوں بر شو نے چو قاروں زمیں ندر رود

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قاروں کی طرح زمین کے اندر جاوے بلکہ۔

باتو باشت در مکان و لامکان چوں بانی از سرا و از دوکان

یعنی وہ تیسرے مکان اور لامکان سب میں رہے جبکہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی ہیکہ ان سے علیحدگی ہو تب اور جبلان میں رہو تب ہر وقت وہ رہا تھ ہے وہ تھیں چھوڑ کر کہیں نہ جائے یہ ایسا درست بناؤ۔

اوپر آواز کہدورتھا صفاہ مرجھاہے ترا گیر و وفا

(۲۸)

یعنی وہ کہدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری حقاؤں کو دکاناے نقواسے پیدا لے لے سیاتھم حسنات ملکات سینہ کہ ملکات حسنہ سے بدلہ لے گا۔ یہاں یہ شبہ نہ تھاکہ سینات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشال تاز نقصان واروی سوئی کمال

یعنی جبکہ تو جفا کرے تو وہ گوشال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرمادیتے ہیں مثلاً انقض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہو کہ پھر توجہ بحق ہو جائے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں

چوں تو ورے ترک کردی فروش بر تو قبضے آید از پنج و تپش

یعنی جبکہ تو نے کوئی در و سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض پنج و تپش سے آیا ہے مطلب یہ کہ اگر کبھی کوئی دروازہ ہو جائے تو اس سے ایک قسم کا پنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یا در ہوتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجہ مختلف ہیں کبھی تو سود مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی اور قوتی سے اور کبھی یہاں سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں

اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرفیت اس قدر وسیع ہے کہ اس میں یہ عیسیت نہیں کرتی۔ تو یاد رکھیے کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد عیسیت قلب میں مکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق محال نہیں ہے بلکہ جو نسبت وہ شیطان ہے ایسے شخص کو سر پر کر دینا چاہئے کہ بڑی بھگتی ہے اور یہ قبض سلئے ہوتا ہے کہ

## آں ادب کردن بود یعنی مکن هیچ تخیلے ازاں عہد مکن

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہ نہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنے روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملی حق تعالیٰ کے سامنے کر لیا ہے۔ لہذا اس قبض سے یہ ادب نہ ماقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اسکو ترک کرو۔

## پیش از اں قبض نہ خبری شود اینکہ دلگیر ست پاکیرے شود

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض نہ خبر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاکیرے ہو جاوے۔

## رب معقولت شود محسوس فاش تانہ گیری این اشارت بلاش

یعنی تیرا رب معقول محسوس اور فاش ہو جائے ہرگز اس اشارہ کہ اشارے مت سمجھنا۔ اس مخفی لاشے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس قبض کے وارد ہو نیکی بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گئے تو ابھی تو اس سے دشمنی ہو رہی ہے پہلے ہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس نیجائی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ کسی عذاب کا بنے اسکو اشارے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

## در معاصی قبضہا دلگیر شد قبضہا بعد از اجل زنجیر شد

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور مری قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پاپا ہے وہ اسوقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اسلئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ ارشاد ہے

## نظم من اعرض هنا عن ذکرنا عیشۃ ضنکا ونحسربا لعل

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو عیش تنگ دیتے ہیں اور اسکا محسوس اندھا کر کے کرتے ہیں اسلئے آگے ایک مثال ہے کہ۔

وزو چوں مال کسانرا می برد قبض دل تنگی و دش را میخلد

یعنی جو جب لوگوں کا مال بجاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چھیتی ہے اس لئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کوئی کرتا ہے تو انہیں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

اوہمی گوید عجب این فیض چہریت قبض آن مظلوم کز شرت گریست

یعنی وہ کہتا ہے کہ عجب ہے کہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی آگ سے روٹا ہے

چوں بدین قبض التفات کم کند باد اصرار کشش را دم کند

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپر معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہو گئی اب نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اس پر مسلط ہو گئی اور وہ

قبض دل قصعوان شد از جرم گشت محسوس آن معانی زد علم

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہو گیا آخر کار اور وہ معانی محسوس ہو گئے اور خوب شعور ہو گئے لہذا اسی طرح محسوسات اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اس طرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ و استغفار سے اس کا دفعہ ضروری ہے۔

قبضہا زندان شد است چارمخ قبض بختیست بر آرد شاح پنج

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاح نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے ہی ثمرات مرتب ہو گئے

بخت پنهان بود ہم شد آشکار قبض بسط اندروں نیخے شمار

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہو گئی اور قلب کے قبض بسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بخش بد بود زودش بکن تا زود ز شرت خائے در چمن

یعنی جب بخت بکری ہو تو اس کو جلدی اوکھاڑ دو تاکہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ آگ آئے مطلب یہ کہ اگر قبض محسوس کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کر لو کہ یہ بہت بُرا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی اللہ نیست تو سمجھو کہ یہ محسوس کی وجہ سے ہو رہا اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور جو

ترقی درجات کا ہے۔

**قبض ویدی چارہ آن قبض کن** **زانکہ سرراجلہ می روید زبن**

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اس کا علاج کرا سکتے کہ شاخیں سب جڑی سے پیدا ہوتی ہیں تو تو میلان الی العصبیت جو قبض کی وجہ ہے ایک ن مفضی الی العصبیت ہو جاوے گا لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

**بسوط ویدی بسوط خود را آب وہ** **چو برآید میوہ یا اصحاب وہ**

یعنی جبکہ بسوط دیکھو تو اسکو پانی دو اور جب میوہ نکلتے تو اور اصحاب کو بھی دینی اور کو کو بھی فائدہ پہونچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو وہما رزقنا ہم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ ومن انوار اللہ ینفیضون تو یہی اتفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اسی قصہ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

**بازگرد و قصہ اہل سبا** **بازگوتا بازگویم مر جسا**

یعنی پھر واپس ہوا اہل سبا کا قصہ کہ گوتا کہ میں تمکو مر جسا کہوں یعنی میں تمکو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا گیا لہذا اول اسکو بیان کر دو آگے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

(۳۱)

## اہل سبا کا باقی قصہ

**اں سبا ز اہل صبا بو دند خام** **کارشاں کفران نعمت یا کرام**

یعنی وہ سبا جو کہ کھپن والوں میں سے خام تھے اُن کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین پرست نہ تھے اور اُن کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اُس کفران کو بتاتے ہیں کہ۔

**باشدا اں کفران نعمت در شمال** **کہ کنی با محسن خود تو جدال**

یعنی شمال میں یہی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

**کہ نمی باید مرا این نی کوئی** **من برنجم زین چہ برنجی شوی**

یعنی (یوں کہو) کہ مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے  
لہذا تم کیوں سچ اٹھا رہے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے عجب کئے لگو کہ جناب مجھے آپ کا احسان کی ضرورت  
نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے کلفت ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت کیا نہیں ہے یا یوں کہو کہ۔

لطف کن این نیکوئی را در کن  
من نخواهم چشم زد دم کو در کن

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں انکے نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو سبب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب! یہی مہربانی ہو گی اگر آپ مجھ پر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہو گئی کہ جیسے کہ کوئی کسے کہ مجھے انکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کر دو اسی طرح اسکی تمنا کرنا ہے کہ مجھ پر احسان مت کرو آگے امیر قول ال سبک و المتعز فرماتے ہیں کہ۔

پس سب گفتند بعد بیتنا  
شیتنا خیر لنا خذ زیننا

بس اہل سبائے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کو درمیان میں دوری فرما دیجئے اسلئے کہ ہماری نحوست بہتر  
 یہ اپنی عزت کے لئے بھیجے نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سباجو کہ ملکین میں ہے اسقدر مالدار تھے کہ جبکی کوئی  
 ہی نہیں ان پر حق تعالیٰ کا بیحد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اسقدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو  
 تو دو پہر کو آرام لے لو اور اگر دو پہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علی ہذا غرض کہ ان کا کلفت  
 نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت سیوہ دار خود رو بے انتہائے کہ کہیں مصوب کا نام  
 نہ تھا کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جا بجا نہریں جاری سجان اللہ کیا ملک تھا ان تالائیتوں کو  
 مستی موبھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اسلئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ  
 امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جارہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خریاں تو شمشیر سے بھری ہیں کوسوں تک  
 نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امر اور غرابو یاٹ رہے ہیں پھل پھل ہے اس طرح تو طفت سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے  
 یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گو یا کہ گھر سے نکلے ہی نہیں لہذا عدا دوری سفر کی کی غیرت حق جو میں  
 آئی ان تالائیتوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کجستو جیسا تھے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی  
 ایسا کہ پھر مل ہی نہ سکیں نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آج کل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام ہی انہیں ہتلا میں یعنی کفر  
 نعمت حق کا اہل سبکی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزی ہیں لٹتے ہیں کہ میاں انہیں کیا مزا ہے معلوم ہی  
 نہیں ہوتا گرمیوں میں مزا ہے عصر سے شربت بن رہا ہے ٹنڈہ سوکھ رہا ہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اس  
 نعمت کی سخت ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرتے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور  
 کلمات زبان کو روکو کہ بجا دعا و غیرت حق جو میں اگر انتقام نہ لے اللہ عز و جل غرض کہ اوہانوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

مانی خواہیم اس اویان و باغ نے زمانِ حُب نے ہن و فراغ

یعنی ہم یہ محل و باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ اس و فراغ۔

شہر ہائے ویک ہمد گیر بدست آں سیایانست خوش کا نجادت

یعنی دو شہر ہائے ویک ہیں یہ بھی بڑا ہے وہ جگہ ٹھیک ہیں جہاں درندہ ہوں غرض کہ ایسی ایسی دعائیں کہیں جسکی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتا فاذا جاء الشتاء انكرا

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اسکو برا سمجھتا ہے۔

فھو لا یرضی بحال ابد لا یضیق لا بعیش رغدا

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما کفر کلمہ مال المدی انکرا

یعنی انسان مارا جاوے کیسا نا شکر ہے کہ جب ہدایت پہنچتی ہے اسکو برا سمجھتا ہے یطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کو خواہاں

نفس تنسیانست نال شد کشتنی اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

یعنی نفس ایسا ہی ہے اسلئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔ اقتلوا انفسکم اگرچہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہو گئے لہذا چاہئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے نہ قتل کرنا چاہئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

خار سہلو پست ہر سوش نہی در خلدہ دوزخ ہم او تو سکے بہی

یعنی نفس تکو نہ کاٹا ہے تم اسکو ضبط رکھو گے چپہ جاو گیا تم اسکے زخم سے کہ یہ بہت سخت و تیز ہے اسلئے اس سے تو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب چپہ ناممکن ہے تو ہمیں کون سی



علامت بھی نہیں لندا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

**آتش ترک ہو اور حصار کن دست اندر یار نیکیو کار کن**

یعنی اس کانٹے میں ترک ہو اکی لگ لگا دو اور یار نیکیو کا میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور جھجے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ آپس لگ لگا دو پس اسکا قصہ ہی ختم ہو اور اس نفس کیلئے آتش ترک ہو لہذا سبب لذات اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کر دینے کے بعد انتشار اللہ یہ نشی نہ کر لگایا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبب کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

**چوں ز حد بردند اصحاب سبا کہ بہ پیش ما و بابہ از صبا**

یعنی جبکہ اہل سبا افران نعمت کو حد سے زیادہ لینگے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو و بابہ سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیاریاں مصیبتیں بہتر ہیں نفوذ باللہ۔

**ناصران شان در نصیحت آمدند از فسوق و کفر مانع می شدند**

یعنی ناصران شان کو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

**قصہ خون ناصران می داشتند تخم فسق و کفری می کاشتند**

یعنی ناصران کے قتل کا قصہ رکھتے تھے اور فسق و کفری کا بیج بڑتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

**چوں قضا آید شو ونگاہیں ہاں از قضا حلو اشود رخ و ہاں**

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہاں تنگ ہو جاتا ہے اور قضا سے حلو الکلیف دہ ہو جاتا ہے

**گفت اذا جاء القضاء القضا تجب لا بصارا اذا جاء القضا**

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور انکسار بند ہو جاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً مستند ضعیف با الفاظ نقل کیا ہے اذا اراد الله انفاذ قضاائه وقدره سلب ذوی العقول عقولهم حتی ینفد فیہم قضاؤه وقدره فاذا قضی امره مدد الیہم عقولہم ووقعت الندامۃ یعنی جبکہ حق تعالیٰ اپنے حکم

قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو دوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم ناظر ہو جاتا ہے اور جب ناقد ہو چکا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور پھر بدلتے ہوئے رہتے ہیں۔

## چشم بستی شود وقت قضا تانہ بنید چشم کل چشم را

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سر پر چشم بستی دکھائی نہیں دیتا اور اس پر وہ قضا جاری ہو جاتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کو پاس جا کر اٹھو۔ اور باکتر اہو نادعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جسکے معنی یہی ہیں کہ اگر قضا معائنہ ہے تب تو دوی ہو جاتی ہے اور اگر برہم بھی ہو تو اسکے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے رو دے اور دعا کرے آگے خود مولا نا اس ضمن میں کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

## شرح حبیبی

(۳)

آں خبارت زان سوارت کرد	لکر آں فارس چو انگیزید کرد
ورنہ بر تو کو بد آں مکر سوار	سوئے فارس روم و سوئے عباد
دید کرد گرگ چوں زاری نکرد	گفت حق آن را کہ ایں گرگش بخورد
با چنین دانش چرا کرد او چرا	او نمیدانست گرد گرگ را
می بداند و بہر سومی خزند	گو سفنداں بوئی گرگ باگزند
می بداند ترک میگوید چہ را	مغر حیوانات بوئے شیر را
با سنا جات و خدرا تہا ز کرد	بوئی شیر خشم دیدی باز کرد

در گشت تنہاں گروہ از گرد گرگ  
 بر درید آں گہ نقد آں را بخشم  
 چند چوپان شان بخواند و نامند  
 کہ برو ما خود ز تو چوپان تریم  
 طعمہ گر گیم و آن یارے  
 حمیتہ بد جاہلیت در دماغ  
 بہر مظلومان ہی کنند چاہ  
 پستین بوج سفان بشگافتند  
 کیست آن بے سفل حق جو تو  
 جبریلے را براستون بستہ  
 پیش او کو سالہ بریان آوری  
 کہ بخور نیست مار الوت نیست  
 زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا

گرگ محنت بعد گرد آمد مترگ  
 کہ ز چوپان خرد بستہ چشم  
 خاک غم در چشم چوپان میزدند  
 چوں تبع گردیم ہر یک سروریم  
 ہیزم ناریم و آن عارے  
 بانگ شہوی در دہن شان کرد باغ  
 در چہ افتادند و می گفتند آہ  
 انجمنی کردند یک یک یافتہ  
 چوں سیر بستہ اند کوئے  
 پرو بالش را بصد جان خستہ  
 گہ کشی اورا بگہداں آوری  
 نیست اورا جز تقار اللہ قوت  
 می کند از تو شکایت با خدا

کئے خدا افتخار نہیں گرگ کس  
 داد تو و خواہم از ہر بے خبر  
 او ہی گوید کہ صبر شد فنا  
 احمد و امانہ در دست یہود  
 اے سعادت بخش جان انبیاء  
 با فراق کافر از تاب نیست  
 کافراں گویند در وقت عذاب  
 حال و این سست کنوڑاں سوت  
 حق ہی گوید کہ آرواے نرہ  
 صبح نزدیک رخت خاش دم من  
 نک بلا شان می رسد تو کم خوش  
 کوشش من بہ کہ کوششہائے تو  
 ہیں گل کن برو خاموش شو

گویدش نک وقت آمد صبر کن  
 داد کہ دہد خدائے دادگر  
 در فراق روئے تو یار بتنا  
 صائم افتادہ در بس ثمود  
 یابکش یاباز خواہم یابیا  
 ایں فراق اندر خور اصحابیت  
 ہر یکے یا لیتنی کنت تراب  
 چوں بودی تو کسے کان تو است  
 لیک بشتو صبر آور صبر بہ  
 کاندرا آمد وقت بیروں آمدن  
 سن ہی کو شتم پئے تو تو مکوش  
 داروے تلخ ہم بہ از حلوائے تو  
 کمتر کنیاں زبان گوشت شو

حیلت مکر و دعا بازیش دامن  
شد ز حد این باز گرد ای یار گرد  
قصداً سبایک گوشه نه  
روستانی در تعلق شیوه کرد  
از پیام اندر پیام او خیره شد  
هم از اینجا کودکش در پسند  
پس چون یوسف کش ز تقدیر عجیب  
آن بازی بلکه جان بازستان  
هر چه از یارت جدا انداز دامن  
گر بود آن بود صد در صد بگیر  
این شنو که چند نردان زجر کرد  
زانکه بریانگد در سال تنگ  
تا نباید دیگران از زان خرمند

هر چه از یارت جدا انداز دامن  
روستانی خواجہ را این خانه برو  
دام بگو که خواجہ چون آمده  
تا که حرم خواجہ را کالیوه کرد  
تا زلال حرم او را تیره شد  
ترتق و تلعب بشادی میزدند  
ترتق و تلعب ببرد از ظل رب  
حیا و مکر و دعا سازیت آن  
مشنو آنرا کان زریان در زبان  
بهر زنگسل ز گنجور اسے فقیر  
گفت صاحب بنی را گرم و سرد  
جمعه را کردند باطل بے رنگ  
زاں جلب صرفه ز ما ایشان بند

ماند پیغمبر جلوت در ساز  
گفت طبل ہو بازو گانے  
قد قضضتم نحو قع هائما  
بهر گندم تخم باطل کاشتند  
صحبت او خیرین هو استیل  
خود نشد حرص شمار این یقین  
آنکه گندم باز خود فردی دهد  
از پئے گندم جدا گشتی ازاں  
که تر از بیضیستی آخر در آب  
باز گوید بطار از آب خیسر  
بطاعا قل گوید شش کای باز دو  
دو چون باز آمد ای بجان شتاب  
باز را گویند در و رو باز گرد

با دو دست و پیش ثابت بر نیاز  
چون تاں برید از رتبانے  
ثم خلیتم نبیا قائما  
وان رسول حق را بگذشتند  
بین کرا بگذشتے چشمه یال  
که منم رزاق خیر الرازقیں  
کے تو کہا ترا ضائع نہ  
کہ فرستاد دست گندم ز آسمان  
کو دہد مر باز داعی را جواب  
تا بزمینی دشت ہارا قنند ریز  
آب مارا حصن این سٹ سرور  
ہیں بہ بیرون کم روید از چھل آب  
از سر ما دست دارا سے پائے رو

ما بری از دعوت دعوت ترا  
 حصن ما را قند و قندستان ترا  
 چونکه جان باشد نیاید بوی تو کم  
 خواجہ حازم بے عذر آورید  
 گفت ایندم کار با دارم مهم  
 شاه کار نماز کم فرموده است  
 من تیارم ترک امر شاه کرد  
 هر صباں جو هر ساسر منک خاص  
 تو روا داری که آیم سوئے ده  
 بعد از آن دیا خشمش چون کنم  
 زین خطا و صدها نه باز گفت  
 گر شود ذرات عالم حیل پیچ  
 چون گزید این زمین از آسمان

ما نوشتیم ایندم تو کا فرا  
 من نخواهم بدایت بهمان ترا  
 چونکه شکرست کم نایدهم  
 بس بهانه کرد باد و یو مرید  
 گریه ایم آن نگر و منتظم  
 ز انتظار شاه شب نغموده است  
 من نتانم شد بر شے زرد  
 میرسد از من همی جوید مناص  
 تا بر ابرو افکند سلطان گره  
 زنده خود را زین مگر بد قوس کنم  
 حیل با حکم حق نفتا و جفت  
 باقضا ئے آسمان همچند هیچ  
 چون کند او خویش را از و کما

ہر چہ آید ز آسمان سوائے زمین  
 آتش از خورشید می بار و برو  
 و رہی طوقاں کند باراں براو  
 او شد تسلیم او ایوب وار  
 لے کہ جزو این زبانی سرکش  
 چو خلقنا کم شنیدی من تراب  
 ہیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم  
 حملہ دیگر تو خاکی پیشہ گیر  
 آب از بالا پستی در شود  
 گندم از بالا بزیر خاک شد  
 دانہ ہر سوہ آمد در زمین  
 اصل نعمتہا ز گرد و تان خاک  
 از تواضع چوں ز گرد و تان بزیر

نے مفرد اردو نہ چارہ نکمیں  
 او بہ پیش آتش بہادہ رو  
 شہر بارامی کند ویراں براو  
 کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار  
 چونکہ بینی حکم زرداں دیکش  
 خاک باشی حسب از وے دستا  
 کرد خاکی و منشل انرا شتم  
 تا کہم جربہ ملہ میرانت اسیر  
 ترا نکہ از پستی بیالامی رود  
 بعد از اں آن خستہ چالاک شد  
 بعد از اں سرا بر آو و از دقین  
 زیر آمد شد غنائے جان پاک  
 گشت جزو آدمی سے دلیر



پس صفات آدمی شد آن جاد	بر فراز عرش پراں گشت شاد
کز جهان زنده اول آمدیم	باز از پستی سوئے بالا رویم
جملہ جزا و در تحریک در سکون	ناطقان کا نا الیہ راجعون
ذکر و تسبیحات جزائ و نہاں	غلغلہ افگند اندر آسمان
چون قضا آہنگ نیرنجات کرد	روستائے شہرے رامات کرد
با ہزاراں حرم خواجہ مات شد	زبان سفردہ معرض آفات شد
اعتمادش بر ثبات خویش بود	گر چہ کہ بدیم سیلش در ربود
چون قضایوں کند اچرخ سر	عاقلاں گردند حسبہ کور و کر
ماہیاں افتند از دریا بروں	دام گیر د مرغ پڑاں رازہ یوں
تا پری و دیو در شیشہ بود	بلکہ ہاروتے بیابل در رود
جز کسے کا نہ قضا اندر گریخت	خون اور اہیج زریعے نریخت
غیر آنکہ در گریزی در قضا	ہیج جیلہ نہ ہدیت ازوے رہا

(۱۰)

اور چنانکہ معلوم ہوا ہے کہ اذا جاز القضا اعمی البصر اب سکی وجہ سنہ بات یہ ہے کہ جب طرح سوار اس گردیں چھپ جاتے ہیں  
انکے گھوڑے کی ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں مجبور ہیں نیکنے واسطے کی نظر ان

اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اسلئے صرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے پہلے کی تدبیر اور شاد و فرح  
 میں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں مشہ سوار سے پناہ و شہرہ منہ منہ چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبار  
 فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار سے لہذا اسی سے انتہا کرنی  
 چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں مگر حق سبحانہ سے پناہ یعنی چاہئے  
 اور اسباب میں نہ اوجھنا چاہئے اگر تم ایسا کر دے تو انہی منہ سے تیرے کو کچل ڈالنے کی اور تم قضا الہی کا کارہو جاؤ گے  
 جب کوئی اپنی حماقت سے قضا الہی کا شکار ہو جاتا ہے جو شل بھیڑنے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس اپنی  
 نے جس بے بھڑیے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے قضا کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں کر گزار دیا  
 کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اسکو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اس کے عزت سے محفوظ رکھتے کیا اس بھڑیے کی گرد سے  
 معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ برستور کیوں چرنے میں مشغول و لہذا آثار  
 و تعالٰت وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے ہی عقل نکلا۔ اسلئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک  
 بھیڑیے کی بویا کر اپنی بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینک جاتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بویا تھیں  
 تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا  
 اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بویا اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو  
 تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہو جانا ہے تاکہ عدم ہے کہ اہل سبب کو مصیبت کیوں  
 برداشت کرنی پڑی اسکی وجہ یہی تھی کہ انھوں نے ترک قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انھوں نے حق سبحانہ  
 کی جناب میں رجوع نہیں کیا لہذا اس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہکر ان بکریوں کو چیر پھاڑا  
 ڈالا یعنی قضا الہی اپنا کام کر گئی اور انکا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انھیں نے انکھیں ہی بند کر لی تھیں جو  
 انکو بچانا یعنی انبیا کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو انکو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیا نے انکو بہت کچ اپنی طرف بلایا لیکن  
 وہ نہ آئے اور انکو طرح طرح کی تکلیفیں دیدیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آیت زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں  
 اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمھاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا لکھا جاوے گا  
 اور تم آگ میں جل جاؤ گے تمھارے دوست ہیں تمھارے ہر جاوے صابو جو بھڑیے کا قلم بننا منظور ہے مگر تم سے  
 دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا اندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عمار گوارا نہیں  
 بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ باغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر گواہ بندختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہذا  
 غرور باغ میں بسا ہوا تھا اور بندختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیا و مظلومین کیلئے کنواں کھودتے تھے  
 اور ان کے ضرر رسائی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بعد حسرت افسوس خود ہی اس کو نہیں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف  
 کی طرح محبوبین اور اہل اللہ کے کپڑے پہنا رہے تھے لیکن جو کچھ انھوں نے کیا ایک ایک کر کے ان سے آگے آیا اہل سبب  
 تو ان یوسفوں کے ساتھ بے سلسلی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستارہ ہو تم مجھے یوسف

کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے جو قیدی کی طرح تمہارے پاس پاب زنجیر ہے غور کر کے کا  
 مقام ہے کہ جسے ایک بیڑی ملے یعنی دو لگو جو واسطہ فیض ہے ستون سے ماندہ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اس کے  
 پروبال اوکھڑے ہیں تمہارا دل صالنا طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہنچ کر واسطہ فی فیض بنانا چاہتا ہے  
 لیکن جسے اسکو مقدمہ دیا گیا ہے کہ وہ حق سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہایت بیجا بات ہے تم اسکو غذا دکھاتے ہو لیکن  
 تو گو سالہ بریاں اس کے رانے رست ہو اور کبھی جاسے برازیرا سے بجا کر کھڑے کر دیتی کہی لڑا لڑا جمانا اسے کھلاتے  
 اور کبھی گندی چیزوں سے اسکا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اسکو کھلاتے  
 ہو وہ اچلی اچلی غذا نہیں بلکہ اکی اکی غذا اور بدار حق سبحانہ ہے اس شکینہ اور صیدیت پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے  
 تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیے سے تو مجھے انکی خبیثہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے  
 ہیں کہ ذرا اور صبر کرو وہ وقت بہت قریب آگیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے مجھے ستایا ہے تیرا انتقام لوں گا قوی  
 بات یہ ہے کہ خدا سے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اس کے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے  
 کہ اسکا انصاف کرے خیر یہ تو جملہ مترضہ تھا بل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ عجیب میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں  
 تیری جہانی میں صبر کر سکوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خواہنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے پھندوں میں  
 پھنس گیا ہوں اور ان نااہلوں کے قبضہ میں آگیا ہوں میں صالح علیہ السلام کی طبیعت رکھتا ہوں لیکن خود اور اپنی  
 قیدی میں ہوں پس اے انبیاؑ اس عداوت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھے چلی فرما۔ تیرا  
 فراق تو اس قدر سخت ہے کہ کافر بھی اسکی تاب نہیں لاسکتے میں کیونکر تاب لاسکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تیرا  
 یہ ایسی دلیل ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یا لیتنی کنت تو آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو بڑا شست  
 نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی انکو تاب نہیں۔ یاوں کہو کہ عذاب عام ہے جو  
 شامل ہے مفارقت کو ہی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو مجھے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو  
 تیری جہانی میں یہ حالت ہو پھر جو تیرا اسکی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صبح کتا ہے لیکن سن ذرا صبر  
 صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے (اشارۃ الی قولہ الیس الصبر بقریب) اور صبر  
 اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آپہنچا ہے تو فوراً صبر کر اور بلا آیا ہی جاتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں  
 میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلو  
 طلبہ مجال سے بہتر ہے میں تو جابر کر اور خاموش رہ اور زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اسکو بسلیج قبول  
 سن (یا درک) کہ یہ سوال وجواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات واقصا و حال کی بنا پر قائم کئے گئے ہیں) جب مجھے  
 یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب مجال حق ہے اور تیرا اسکو اس روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش  
 ہوئے ہیں تو تجھ کو متنبہ ہونا چاہئے اور طلب حق کی فکر کرنا چاہئے اور جو اشیاء مجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں انکو  
 فریب اور کار اور دنیا بازی سمجھنا چاہئے اسے یہ گفتگو حد سے برائی ٹوٹ دیکھ تو مہی وہ دہر قاتی امیر کو اپنے گھر سے

نے کیا اہل سب کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گانوں میں کیونکر آیا اچھا سن بات یہ ہے کہ وہاں سے خوشامد کرنا  
اپنا شیوہ بنالیا تھا صاحب ملتایا ہی کتا کہ آپ آئے ہی نہیں آپ ضرور آتے وغیرہ کا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاج  
بہرہ بخیری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاج کا آپ روایت مکر ہو گیا اور احتیاج  
میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ جلد یا بدلتے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا سلام ہوا اور وہ جو ہم غیب کیلین گئے آپ ہم  
خوب کھائیں گے کے غریبے باندہ کرنے لگے اس بارہ میں انکی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھلنے  
اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا انکو معلوم نہیں کہ کیسی  
نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت جھیلنا ہے اور اس شہر و دیہاتی کی دغا بازی اور کدو فریب کہ وہ اس تدبیر سے  
اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت مرغوب سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تک کہ یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیز  
انکو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہ ہو کبھی انکی طرف التفات نہ کرنا چاہیے کیونکہ انکا اختیار  
اچھا نہیں ہے بلکہ انکا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو لیکن انکو اختیار نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ بالینہ اس نفع سے  
کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے انکو حاصل ہونے والا ہے تقریباً فہم کیلین یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی  
جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی مثال  
خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے انکو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ صفا پتھر ان  
علیہم السلام کو کس قدر تنبیہ فرمائی ہے اور کیا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قسط سال کا زمانہ تھا  
شام کے ایک قافلہ آگیا اُس نے منادی کرانی کہ جسکو غلہ خریدنا ہو چارے پاس چلا آؤ انھوں نے دھول کی آواز  
سنکر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تاکہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے انکے ہاتھ پہنچیں  
اور جناب رسول اللہ قریب قریب ہمارے کیونکہ حیدر آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب جلد و تھے اپنا ارشاد  
ہوا کہ انکو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی دھول کی آواز پر چلے وہ تم پریشان ہو کر گیہوں کی دھول چلے  
اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تھے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا۔ اور رسول کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کی صحبت میں  
غافل کرتے والی تھے اور مال و دولت سے بہتر ہے اب انکو غور سے دیکھنا چاہیے کہ کس حقیر شے کی خاطر تھے کتنی شے  
دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الودار ہیں کا اہم کر دیا۔ اس سے  
انکو معلوم ہوا ہو گا کہ اتنی سی بات پر انکو کس قدر تنبیہ فرمائی گئی حالانکہ انکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض ہشی  
تھا اور انکی تلافی ہی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت انکی بری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صورتی عرض  
ہی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہو گا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو  
کر دو گیہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے کوکل کی قدر کیوں نہ کر بگاڑی شرم کی بات ہے کہ تھے گیہوں کیلینہ اس بات  
کو چھوڑ رکھا ہے جس نے آسمان سے گیہوں برساتے یعنی مینہ برساتا جس سے گیہوں پیدا ہوتے ہیں مینہ اس کیلینہ اس میں  
اس پانی کی بٹ سے تو کم نہیں جس نے باہر بلائے دے بازو کا سا جواب دیدیا تھا جرح کا قصہ بہت ہے کہ ایک بار

بطاعت کیا کہ پانی سے نکل کر دیکھ کہ جگہ قدر بار ہے ہیں اور وہاں کسی کسی پیر الہی عقلمند بطاعت سے جواب دیا کہ وہ ہوا  
 رہا ہے اس کے پانی ہی اس دنیا فیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم بھوکہ تم بھوکہ ہوا اور شیطان بازار  
 اور وہ کہتا ہے کہ اے بلوط تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلا اور اہل شد کہ چھوڑ دو دیکھو تو ہسی صحرائے دنیا میں کہیں کہیں  
 مزیدارتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بطاعت کی طرح ملکہ یہ دینا چاہئے کہ جہاں آب واپس تشریف لیا جائے اور  
 ہمارے چھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جائے ہم پھینکنے والے نہیں ہیں نہ آپ کی دعوت چھوڑی سبھی دعوت  
 آپ ہی کو مبارک رہے اور ہم سب سے خیر ہیں آپ نے دے نہیں تو کیا ہیں بل دیتا ہے ہماری فتنہ تو ہمارا قلعہ  
 ہی ہے اور جس فتنستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ بھی کوروزی رہے ہیں تیرا دلینا منظور نہیں تو ہی سے شے بھی کو  
 دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمھارے پاس قلعہ موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کہو  
 وہ تو اس کے لوازمات ہیں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات ہیں سے ہیں جان کے ہوتے ہو رزق  
 دینا چھنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملے گا تو اسکی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہئے جس سے آدمی بھول لی حق سے  
 غورم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اسکی اعانت کیلئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق  
 اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان بیہوشی  
 سے بہت سی باتیں بتائیں یہاں تک کہ ایک مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤنگا تو وہ سلسلہ انجام نہ ہو سکا  
 اسکی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام سیکر سپرد کیا ہے اور اسکی سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اسکا  
 فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کہ نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نکروں اور مجھے یہ نہیں ہو سکتا  
 کہ بادشاہ کے رو برو مشہر مند ہوں بادشاہ کو اسکی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہر کارہ میسر پاس آتا ہے  
 اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمھیں بتلاؤ کہ کیا تمھیں یہ بات گوارا ہے کہ میں  
 گانوں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھے چین نہیں ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے  
 بعد میرے پاس اس کے غصہ کے فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔ بجز اس کے کہ میں اپنی کوزندہ دو گور کردوں اور اسی قسم کے اور  
 سیکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدبیر حکم حق کی ہمسری کہاں کر سکتی تھیں اور قضائے الہی کے مزاحم کیونکر ہو سکتی ہیں  
 تقدیر الہی کی توت کی تو یہ حالت ہو کہ اگر ذرات عالم والوں پنج پنجائیں بھر بھی اس کے سامنے محض لاشے اور جھپٹ  
 ہیں اس مقام پر ضحکہ اہم ایک نہایت ضروری بات مجھے بتلاتا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح  
 ذہن نشین ہوگی اسلئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچ کر ٹہیں نہیں  
 جا سکتی راہ روہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کر سکتی اسکی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر  
 واقع ہو نہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جا سکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہوا ورنہ اس کے لئے کوئی  
 ماسن ہے اسکی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اسپرگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برسر  
 آفغان پکارنے اور اس کے تمام شہروں کو اجاڑنے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے

اور زبان حال کشتی ہے کہ میں آپکی مفید باتوں کو جو چاہیں کریں جب تک میں یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب تک میں کہ تم  
 اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہذا تمہارے اندر وہی صفت ہونی چاہئے جو زمین  
 کے اندر ہے یعنی اطاعت و انقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لئے صادر ہو جو خدا  
 سے امان لینا چاہئے اور اس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہئے جب تم نے فرمان خداوندی خلقناکم من تراب مستاہے  
 اور تم کو اسکے حق ہونیکا اعتقاد یہی ہے تو تم کو جس خاکسار ہونا چاہئے اور سرتابی نہ کرنا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جسے  
 زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جسے اسے نعمت عطا کی پس یوں ہی تم بھی اپنے  
 خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تاکہ میں تم کو تمام ضروروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری ہی نعمت کا سبب ہے  
 دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان کے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اسکے بعد اسکو کھوپڑی جیسا شکل  
 ہوتی ہے کہ لوگ اسکو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کتوں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں پھر انہیں سے نکال کر پیتے ہیں اور  
 دیکھو گیہوں پر سے زمین میں مدفون ہوا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خوش بنکر املہا نے لگا اور دیکھو ہر سو کا بیج اولاً زمین میں  
 جاتا ہے اسکے بعد اس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بنکر اگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی  
 وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آکر جاندار دن کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اس  
 تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بن گیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اسکا تابع ہو گیا یا موصوف بہ صفات انسان  
 ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اور آرا آیا تو اسلئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدراج جہانی  
 ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی ہی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے عاویز برت سے اسکے جسم کو بھی افزون تھی  
 حاصل ہوا اور آپ میں پانی موجود ہے لہذا اسکو بھی تفوق حاصل ہوا۔ والا اول اذ ضم۔ اس رقت کو دیکھو کہ خوش  
 ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہان زندہ عالم بالا سے بستی کی طرف آئے تھے اب ہم بستی سے پھر عالم بالا کو چھو  
 کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ ہی  
 کی طرف لوٹنے والے ہیں اذن ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ مٹا رکھا ہے اس شہمی گفتگو سے  
 فاش ہو کر ہم پھر گفتگو سے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضا و الہی میں وہ قوت ہو کہ جب اس سے پنا  
 کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک ہفتانی نے شہری کو مات کر دیا اور باد جو دیکھ شہری سے ہزاروں سپیش بندیاں میں لکیر لاکر  
 اسکو غلو ب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور بتیں جھیلیں پھر جھیلیں۔ رہند کہ اسکا اپنی ثبات اور غیر متزلزل  
 پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ اس مصفت میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیداب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور  
 قضا و الہی نے ایک ٹکرا کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضا و الہی آسمان سے نمودار ہوتی ہے تو ترسے بڑے  
 عقلاء اندھے اور ہرے ہو جاتے ہیں نہ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں چلید و نمل یہ حالت ہوتی ہے  
 کہ باوجود پانی کے اسقدر عزیز ہونے کے دریا کو چھوڑ کر باہر آجاتی ہیں اور جال باد و زمین میں ہونے کے ہوا میں  
 اڑتے ہوئے جالور کو بچانے لیتا ہے حتی کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ باروت بابل میں کنوئیں میں



لکھنے کیلئے آجاتا ہے (کہا ہوا المشہور) الا وہ لوگ جو قصا سے بجا آ کر قصا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔  
 فہو من القضا الی القضا کہا قال مید المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انکو کوئی ترجیح ضرور نہیں  
 پہونچا سکتی (رفت یاد رکھو کہ ترجیح ال نجوم کی اصطلاح میں انکو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر  
 اور دوسرا اُس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہوا اس وضع کو وہ نیم دینی کا موجب کہتے ہیں چنانچہ فاعا واث کو  
 اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اسلئے مولانا نے ترجیح کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے فافہم) اور یاد رکھو کہ اگر تو  
 قصا راہی کی پناہ میں نہ آجائے تو کوئی تدبیر چھو کہ قصا راہی سے نہیں بچا سکتی ہے (قصا راہی کی پناہ میں آنے کے  
 بعد دو صورتیں ہونگی اگر مصلحت خداوندی تقضی ہوگی تو وہ قصا ہی کو رد کر دے گا اور اگر مصلحت اس کو تقضی نہ ہوگی  
 تو اُنکی مضرت سے محفوظ رہے اور جہتہ مضرت پہونچنے کی اسکی ملا فی معا وضا وراجہ سے کر دیا دیگی واللہ اعلم)

## شرح شیری

### مکر آں فارس جو انگیزید گرد آں غبارت استعانت و کرد

یعنی اُس سوار کے مکر کرنے جبکہ گرد اٹھائی تو اُس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارسی سوار  
 حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے  
 اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں  
 گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھ کر اُن کے دقیقہ کے درپے ہوتے ہیں انکی  
 ایسی مثال ہو کہ جیسے کوئی اُس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ تجھے سم اسپے محفوظ رکھنا بھلا تا وہ کیا محفوظ کر سکتی  
 ہے پس اسکا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

### سوئے فارس رو مرو سوئے غبار ورنہ بر تو کو بد آں مکر سوار

یعنی سوار کی طرف جاوے غبار کی طرف مت جاوے وہ مکر سوار تجھے کوٹے کا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر پر نظر  
 مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تھے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آوے گی اور تھے  
 انتقام بھی پھر تاؤ کہ کیا علاج ہے۔

### گفت حق آنرا کہ ایں گرش بخورد دید گرد گرگ چوں زاری نکرد

یعنی حق تعالیٰ نے اُس شخص کو فرمایا کہ جبکو اس گرگ (قصا) نے کھالیا کہ اُس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری نہ کرے

نہیں کی مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اس وقت تمہاریوں نہ کی تاکہ ان کے آسپاس چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ۔

## اونی دانست گرد گرگ را با چنین انش چرا کرد او چرا

یعنی کیا گرد گرگ کو نہ جانتا تھا چہر باد جو اس عقل کے کیوں اس نے اس جگہ پر آؤہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اسکا تار قضا معلوم نہ تھے استفہام الکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچنا وہی حضرت علی سے دعا کرنا ہے کہ لا یورد القضا الا الی عام آئے فرماتے ہیں کہ کبھی ہم کا لا نفع ابل معاذ خلی یہ لوگ تو جالوروں سے بھی بدتر اور گئی گذری حالت میں ہیں اسلئے کہ۔

## گو سفندان بو گرگ باگزند می بدانند و بہر سومی خسند

یعنی بکریاں اس باگزند گرگ کی بوجان لیتی ہیں اور ہر طرف چھینے لگتی ہے۔

## مغر حیوانات بوئے شیر می بدانند ترک می گوید چہرا

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور چھپ باتا ہے تو انھیوں سے بچنے آثار سے معلوم کر لیا اندازا رہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے قرض و زاری کیا کرو کہ یہ قاری موبالہ الہیہ اس کے نہیں تو اس کے ضرر سے تونج جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تمکا آثار سے معلوم ہو گیا تو اس کے سے بچنے الہیہ دعا کرو تاکہ اس کے مضار سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو دیا اور بہت سے امور ایسے ہیں جو قضا میں قضا و بلا سے بچا دیں گے۔

## بوئے شیر نے خشم دیدی باز کرد با سنا جارت احذر انما باز کرد

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہوا ویرجہ کر کے سامنے شریاب ہو جاؤ مطلب یہ کہ تمکو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اس کے مضار سے بچ جاؤ گے آئے فرماتے ہیں کہ

## وانگستند آن گروه از گرد گرگ گرگ محنت بعد گرد آمد ترگ

یعنی اس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ نصیبت گردے بد بہت بڑا غلام ہو گیا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو ان سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں آئیں ان کے نشانہ بن گئے ہوئیں اسلئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تمہیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں



سرپوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انھوں نے یہ کیا کہ۔

برادرِ بیکال گو سفندان را بخشم کہ ز چوپان خرد بستم چشم

یعنی اُن بکروں کو غصہ میں لاکر بھار ڈالا جنھوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر کے محض مطلب یہ کہ اُن بلاؤں نے جو کہ مشابہِ گرگ کے تھیں اُن لوگوں کو ہلاک کرو یا جو کہ حضراتِ انبیا علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیا علیہم السلام ہیں۔

چند چوپان شان بخواند و نامدند خاک غم در چشم چوپان میزدند

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے اُن کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک اُن (انبیا) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی اُن کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ پروما خودرتو چوپان تریم \* چوں تیج گردیم ہر یک سروریم

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں نہیں ہم تو سب خود سرور ہیں اور گویا کہ بڑا جان کی بات ہے

طعمہ گریم و آن یار نے ہمیزم ناریم آن عار نے

(۱۸)

یعنی ہم طعمہ گرگ ہیں اور یار کی بلک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر اُن عار نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ انکی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمہ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہونے اور جہنم میں جلنا منظور ہے (نعوذ باللہ) مگر عارِ تابعیت کو برداشت نہ کرینگے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آنکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کی ہے تو کہا تھا کہ اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھے طعن کریں گی تو میں آپکا دل سلماں ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد میں یہی بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اسلئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ لوگ جو بزرگوں سے محبت کرنے پر تہمت کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بناوہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ اناک لا تصدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء یعنی جسکو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لاسکتے بلکہ جسکو خدا چاہے ہدایت دے خدا کیلئے اس فقر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے ۔

کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیز نویت

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جانی

آگے فرماتے ہیں کہ۔

خمیسہ یک جا ہیست ورو باغ بانگ شوی برہن شان کرداغ

یعنی ایک حمیت بد جاہلیت کی ان کے دل میں تھی (گو یا کہ) نحوست کی آواز ان کے منہ پر گرا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے کہ یا کہ تو ان کے منہ پر لول (اس کی بجائے کہ) کہ تو جس خیال کرتے ہیں لہذا انکی نحوست لوشاہت کرتے ہیں۔

بہر مظلومان ہی کند نہ حیاہ درجہ افتادند و می گفتند آہ

یعنی مظلوموں کے لئے کنواں کھود رہے تھے تو کنوئیں میں خود ہی گر گئے اور انہیں گرنے پڑے۔

پوشتین یوسفان بشکافتند  
 انچه سیر و ندیک یک یافتند

یعنی یوسفوں کے پوسٹین کو بھیڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے انکو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرت  
اینبیا علیہم السلام کو ستاتے تھے اور ان کے بدنے ایسا ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو یہ فیکری آئی  
کہ بس آجکل انبیاء تو ہیں ہی نہیں لہذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے ہی  
معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہم پر تو مہر ہی نہیں ملتی اسلئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں اسے  
لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ۔

کیست یوسف آن مل حق چو گئے چوں سیر و ستار اندر کوئے تو

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوجہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تھخار قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تنہا انکو تجسس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں انکو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذا دہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور خرماتے ہیں کہ۔

جہر پلے راہراستن بستہ پروبالش البصد جاخستہ

یعنی ایک جبریل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اُسکے پروبال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلقاً کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبریل جیسا پاک صاف ہے اُسکو تنے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اُسکے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تھا تنے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے

پیش او گوسالمہ بریاں آوری گہ گشتی اور ابگہداں آوری

یعنی اُسکے سامنے بٹھنا ہوا پھر الائنے ہوا اور کبھی خود اُسکو بھیجنا بہت اظہار میں لیجاتے ہو گو سالہ اور گھبران سے ملو  
لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں ہی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم مبرا اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گو سالہ سے اور  
دوسرے کو گھبران سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اسکو لذات میں مبتلا کرتے ہوا اور کبھی اُسکو معاصی میں جھونکتے ہو اور  
پربان حال اُس سے نئے ہو کہ۔

کہ بخیر نیست مارا لوت پوت نیست اور اجز قار اللہ قوت

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اُسکی تو سوا و قار اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیر شکنجہ و امتحان آن مبتلا می کند از تو شکایت با خدا

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کا تو خدا افغان ازیں گے کہ گویدش نک وقت آمد صبر کن

یعنی کہ اسے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اُس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داو تو و خواہم از ہر بے خبر داو کہ دہد جزو خداے داو گر

یعنی (ارشاد ہوتا ہے کہ) میں تیرا انصاف ہر بخیر سے لوں گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوا سے خدا فی داو گر  
کے اور کون دیگا۔

او بھی گوید کہ صبرم شد فنا در فراق رویتو یار بسا

یعنی وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اسے اللہ تیسرے رو کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہو سکتا۔

احمد و اماندہ در دست یہود صالحم افتادہ در جس نمود

یعنی میں (مثلاً) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثلاً) صالح (کے) ہوں کہ  
نمود کے قید میں آیا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثلاً احمد اور صالح کے ہوں ان نفس شیطان  
کے قبضہ میں چسپاں کیا ہوں اس سے پھر ٹرائے۔ اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیا یا بکش یا یا از خواہم یا یا

یعنی اسے ذات جو کہ انبیاء کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آجا۔ اسلئے کہ۔

## پافراقت کافراں تاب نیست ایں فراق اندر جورا صحابیت

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اسلئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہو گا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اُنہی کی وجہ سے اُنکو عذاب محسوس ہو گا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں اُن کو بھی عذاب ہونا چاہئے لیکن چونکہ اُن کو دولت رضا حق حاصل ہوگی لہذا اُن کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ اُن کیلئے رحمت ہو جاوے گی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو پھیلا دست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

## کافراں گوئید در وقت عذاب ہر یکے یالیتی کنت شراب

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کے گا کہ یا لیتی کنت شراب۔ تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اُنکی وجہ صرف یہی ہے کہ اُن کو رضا حق حاصل نہ ہوگی۔

## حال وانہست کوخوئاں سواست چوں بود بر تو کسے کان تبع است

یعنی جو کہ اُس طرف کے لوگ ہیں اُن کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیسرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

## حق ہی گوید کہ آرے لے نرہ لیک بشنو صبر آور صبر چہ

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نرہ ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اسلئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

## صبح نزدیکیست خامش دم منی کا نذر آمد وقت بیرون آمدن

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اسلئے کہ باہر آگیا وقت قریب آگیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

## نک بلا شان می سہ تو کم خروش من ہی کو شمشیرے تو تو کموش

یعنی اب اُنکو مصیبت پہنچتی ہے تو خروش مت کریں تیسرے کوشش کرتا ہوں تو کموش مت کریں۔

## کوشش من بہ زکوش شہائے تو واروئے تلخم بہ از حلو اسے تو

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوہ سے بہتر ہے دار و سنن تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں آپ عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو

ہیں تحمل کن برو خاموش شو کمتر جہان زبان و گوش شو

یعنی کہ تحمل کر اور بجا خاموش رہ اور زبان کو کھلا (ہمتن) گوش را یعنی پس بن کر تحمل کرو اپنی را کو دخل مت دے مولانا نے یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جائے کہ اس کے مقتضیات یہ ہیں اور اسکے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلت مکر و دعا بازیش و اں ہر چہ از یارت جدا انداز و اں

یعنی حیلہ اور مکر اور دعا بازی اسکو جانو جو کہ ٹکویار سے جدا کرنے اب یہ قاعدہ کلیہ بیان کر کے پھر اس روستانی اور خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شہر حیان باز گردے یار گرد روستائی خواجہ را در خانہ برد

یعنی یہ باتیں جسے گز گئیں اب سے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ اُن کا قصہ بیان کر

قصہ اہل سبا یک گوشہ نہ آں بگوکان خواجہ چوں آمد بدہ

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اسکو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیسے گائوں میں جا شیکے قصہ کا بقیہ

روستائی در تعلق شیو کرد تاکہ حرم خواجہ را کا لیوہ کرد

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او خیرہ شد تا زال حرم اور اتیرہ شد

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے تھخیر ہو گیا یہاں تک کہ اُسکی ہوشیاری کا آب صاف تار یک ہو گیا۔

ہم از نیچاؤد کا کش در پند نزع و تلعب بشادی میزدند

یعنی (پہلی رکعت) میں سورۃ الفاتحہ کی خوشی میں نزع و تعلب خوشی سے کر سہا، یعنی ہم نے گمراہی سے عمل کیا یا کہ ہم گمراہی میں رہے ہیں کہ وہ نزع و تعلب خوشی سے۔

نزع و تعلب خوشی سے کر سہا

یعنی پوسٹ علیہ السلام کی طرح کہ ان کو تعلب و عجیب نزع و تعلب ہی سے نزع و تعلب ہی سے کر سہا، یعنی ہم نے گمراہی سے عمل کیا یا کہ ہم گمراہی میں رہے ہیں کہ وہ نزع و تعلب خوشی سے۔

آں بازی بلکہ جان بازیست

یعنی یکمیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکر اور دعا بازی ہے۔

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں

یعنی جو شے کہ تجھے حیلہ دوست سے جدا کرے اسکو دوست سنا سنے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود و درد و صد گیر

یعنی اگرچہ وہ سود و درد بھی سود ہووے تو اسے مست لو اور تھوڑے سے ہونے کیلئے خزانہ سے قلع تعلق مست کرو

ایں شتو کہ چند یزدان ز جبر کرو

یعنی یہ سونے کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم و سرد کیا۔ اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورۃ جمعہ میں مذکور ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من لیلۃ الجمعۃ الخ تو کچھ یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اس پر عتاب ہوا تھا اگے خود بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ بریانگ دل رسال تنگ

یعنی اسلئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انہوں نے جمعہ کو بیعت خلیفہ کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا کو یا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں انجیل تھا نہیں قبط ہر ماہ تھا کہ شام سے انجیل آتا تھا جسباب کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا کر دیں اس لئے یادی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اسکو بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا نباید دیگر اں ارزاں خرمند زان جلب صرفہ زما ایشان بند  
یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اسے لینے کی وجہ سے نفع سے محروم رہیں غرض کہ بہت  
لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر نجوت در نماز بادوسہ درویش ثابت بر نیاز  
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مگر قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہتے

کو فت طبل ہو باز رگائے چوتھاں برید از ربائے  
یعنی ایک سو اگر نے ایک طبل ہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح  
قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا وتوکوا قائما۔

قل فضضتم نحو قمی ماعما ثم خلیتم نبیا قائما  
یعنی تم گہیوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتند و اں رسول حق را بگذاشتند  
یعنی گہیوں کیلئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت و خیر میں ہواست مال بین کرا بگذاشتے چشمے بال  
یعنی آپ کی صحبت تو اہل مال سے بہتر ہے اسے دیکھ کر تو نے کھنکھوڑا ہے ذرا آنکھ مل۔

خود نشد حرص شمارا میں یقین کہ ہم رزاق خیر الراز قیں  
یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اسکا یقین نہو کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والا نکلا۔

آنکہ گندم را کہ خود روزی وہ کہ تو کلمات راضی نند  
یعنی جو ذات کہ خود گہیوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکل کو کب ضائع کرے گا۔

از پیے گندم جدا کشتی از اں کہ فرستادست گندم را سماں

یعنی گہیوں کیلئے اس ذات سے چڑا ہو گئے جسے کہ خود گہیوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمزار بے ہمتی آخر در آب کو دہر باز داعی را جواب

یعنی تو اس بے ہمتی سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا اگے اس بے ہمتی سے بیان فرماتے ہیں

ایک باز کا بطون کو پانی سے جنگل میں بلانا

باز گوید بطرا کر آب خیز تا بہ بینی دشتہارا قنذریر

یعنی باز بے ہمتی سے کہ پانی سے اٹھ تاکہ تو جنگلوں کو قنذریر دیکھے یعنی ہر سبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گوید شش کاے بازو آب مارا حصن اہل است و مرد

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اسے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن و سرور کا قلعہ ہے۔

دو یوچن باز آمدے بطن شبتا میں بہریروں کم زور باز حاصل آب

یعنی اسے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کہ ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر نہ نکلتا حاصل آب مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک نہ کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوید رو رو باز گرد از سر مادست داراے پائرد

یعنی باز (شیطان) سے کہد کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا لے جو اٹھو۔

ماہری از دعوت دعوت ترا مانوشیم ایں دم تو کافرا

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی کو نصیب ہو اور اسے کافر ہم غیر اس دم کو نہیں گے یعنی پیر ہر کانے میل نہ آئیں گے۔

حصن بارقندستان ترا من خواہم بدید استستان ترا

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تجھے ہر یہ کو نہیں لیتا مانوشیم تجھی کو مبارک



ہو ای طرح تم ایسے عذر کرو اور گندو کہ۔

چونکہ جان باشد نیاید قوت کم  
چونکہ شکر بہت کم نیاید علم  
یعنی جبکہ جان ہو عذرا کی کیا کمی اور جبکہ شکر ہو تو عجز نہ کی کیا کمی ہے لہذا ہم تیری اس دعوت سے کعافی چاہتے ہیں آگے پھر اس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

## روستائی اور خواجہ کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ حازم بے عذر آوریہ بس بہانہ کرو یا دیو مرید

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اس کشر شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کار با دارم مہم گریہ ایم آں نگر و منتظم

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گانوں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کار نامہ کم فرمودہ است ز انتظارم شاہ شب تو وہ کہ است

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور یہ انتظار میں وہ رات کو سو یا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد من تمام شد بر شے زرد

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ ہی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صبل و ہر ساسرنگ خاص میرا ز من ہی جوید متاخص

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو رواداری کہ آیم سوئے وہ تا برابر و افگند سلطان گرہ

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گانوں میں آؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جائے۔ یا تجھے منظور ہے۔

بعد ازاں درخان شمشچمن کھنم زندہ خود را زیر مگر مدفون کھنم

یعنی اُسکے بعد اُسکے غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دوں گا۔

زیر مٹا و صدمہ بانہ باز گفت حیلہ بابا حکم حق نفی و جفت

یعنی اسی طرح اُس نے سبکدوشوں حیلہ کئے مگر حکم حق کے آگے حیلہ کیا چلتے اسلئے کہ اُن کی قسمت میں تو وہ ہضمیت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر شود ذرات عالم حیلہ تیج با قضاے آسماں تیج اندیج

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے واسطے ہوں تب بھی قضاے آسمان کے آگے سب تیج ہیں تیج آگے اُنکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریز داین میں از آسماں چوں کند او خویش را از دینے نل

(۲۹) یعنی جو زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور میرا ہے کو اُس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید از آسماں سوئے زمین نے مفرد اور نہ چارہ نکمیں

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آئے وہ اُس سے نہ مفرد کہتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشیدی بار و براو او بہ پیش آتش نہماوہ رو

یعنی خورشید سے اُسپر آگ برستی ہے اور وہ اُسکی آگ کے سامنے ٹنڈے رکھے ہوئے ہے۔

ورہی طوفان کند باران براو شہر ہارامی کند ویران براو

یعنی اور اگر بارش اُسپر طوفان لاوے تو اُسپر شہروں کو ویران کر دے۔

او شہر تسلیم او یوسف وار کہ اسیرم ہر چہ پیچو اہی بسیار

یعنی وہ زمین اُس آسمان کے تابع حضرت یوسف کی طرح ہے کہیں قیدی ہوں تو جو چاہے مجھ پر ایجاب زمین کی

اسے کہ جزو این زمینی سرکش چونکہ بینی حکم یزدان دیکش

یعنی ہر شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جبکہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقنا کم شنیدی مرتب خاک با شمی سب ازوے وشتاب

یعنی جبکہ خلقنا کم سن تراب تو نے شن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے رو تابی نہت کر جب تم تواضع کرو گے تو اس پر عزت مرتب ہوں گے آگے ان کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بین کہ اندر خاک تجھے کاشتم کرد خالی منش افراشتم

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خالی کی تو میں نے ہی اسکو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کرو گے تو تمکو حق تعالیٰ عزت دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

حملہ دیگر تو خالی پیشہ گیر تاکہم جرب سہ میرانت امیر

یعنی (ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب) ایک مرتبہ اور خالی اختیار کرو تاکہ میں تمکو سب امیروں (امیر بادوں) آگے اسکے ایک مثال ہے کہ۔

آب از بالا بہ پستی در رود انکہ از پستی بہ بالا در رود

یعنی پانی اول بلند نمی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اسوقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بریز خاک شد بعد ازاں او خوشہ چالاک شد

یعنی گندم اول وپر سے خاک میں گیا بعد اسکے خوشہ چالاک ہو گیا۔

وانہ بہر سوہ چوں گرد و دھن بعد ازاں سر ہا پر آرد از زمین

یعنی بہر سوہ کا دانہ جب دھن ہوتا ہے بعد اُس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تابناک زیر آمد شد غذاے جان پاک

یعنی تمام نعمتوں کی اہل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر پانی تب جان پاک انسان کی غذا بنی۔

از تو اضع چوں گردوں شد بریر گشت جزو آدمی سے دلیر

یعنی (وہ پانی) تو اضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آل جاد برقرار عرش پراں گشت شاد

یعنی پھر وہ جاد آدمی کی صفات بن گئیں اور بلندی عرش پر خوش پراں ہوئی یعنی اس پانی سے نباتات اُگے انکو آدمی نے پیا تو اس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہنچا تو یہ پانی بھی اسکی ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہنچ گیا اور وہ زبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آسیم باز از پستی سوے بالا رویم

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آتے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی دونوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

(۲۹)

جملہ اجزاء در تحریک در سکون ناطقان کا نا الیہ راجعون

یعنی اجزاء عالم تمام حالت حرکت اور سکون میں نا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ انکی تسبیح بھی حالی انہیں بلکہ قالی ہے۔

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں غلغلے افگند اندر آسماں

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر و تسبیح نے ہی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو شیاء کہ ذات جسم ہیں انکی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں گی جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں ان کی تسبیح نے بھی ایک غل غل بجا رکھا ہے حال یہ کہ تمام عام تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نیرخات کرد رستمی شہر پئے رامت کرد

یعنی جبکہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہر کو رامت کر دیا مطلب یہ کہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجایبات کئے دکھائے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہر کی کچھ نہ تھی۔

یا ہزاران حرم خواجہ مات شد زان سفر در معرض افات شد

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیار یوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لئے

**اعتمادش بر ثبات خویش بود گرچہ کہ بد نیم سیلش در بود**

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا

**چوں قضا پر یں انداز چرخ سر عاقلان گردند جملہ کو رو کر**

یعنی جبکہ قضا آسمان سے نازل ہوتی ہے تو عقل مند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اس کا طور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

**ماہیاں اقتدار ز دریا بروں مرغ پران گرد و از داسے برون**

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور مرغ پرانے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جائے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خالی۔

**تپاری و دیو در شیشہ شود بلکہ ہاروتے بیال در رود**

یعنی سیا شک کہ دیو و پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ تھا جو مشہور ہے اب یک خوف ہوا کہ اس جیکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اس کو کسی طرح رو نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو کر مولانا فرماتے ہیں

**چیز کے کاندر قضا اندر گر خیت خون ورا ہیچ تر بیع نہ خیت**

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اس کے خون کو کسی تر بیع نے نہ گرایا تر بیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دوستاروں کا اس طرح آجانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صبا القضا کی طرف متوجہ ہو جائے اس کو تر بیع ستائیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

**غیر آنکہ در گریزی در قضا ہیچ حیلہ نہ بدت از مے رہا**

یعنی جو اس کے کہ قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ نہ بدت ہو رہا ہی نہیں دے سکتا پس قضا سے بچنے کی ہی

تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ ہر یغی میں ہے کہ لا یدر القضاۃ الا الدعاء میر میں کہا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیرہوں اور بھیجے واسے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے اپنے فرمایا کہ کمان واسے کے پاس جا کر اہو میخی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ معلوم نبوت ہی کے ہیں تو میں معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کیلئے دعا کرو اگر قضا نہ ملے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاو گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جبکہ تو بچیں نہو آگے اسکے تعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں ۔

## شرح حبیبی

قصہ اصحاب بنجر و ان جو اندہ

حیدر سیکر و ند کر و نمیش چند

شب ہمیشہ می سگالیدندر

خفیہ میگفتند سر ہا آن ان

با گل اندا سیدہ اسگالیدر گل

گفت لا یعلم هناك خلق

کیف یغفل عن طعین قد غل

ایما قد ہبطا و صعدا

خفیہ سیکر و ند اسرار از خدا

پس چرا و سپید چوئی با ندہ

کہ برند از روزی درویش چند

روے درو کر و چندیں عمر و بکر

تا نباید کہ خدا در یابد آن

دست کاری میکنہ پنهان دل

ان فی شئنا لا یسر و لا یفرق

من یعاین ابن مشواہ غدا

قد تولاہ و احصى عددہ

آں سگان بجائ از عمل و عملی

(۳۱)

باجا

گوش کن کنکتوں حدیث خواہ  
گوش را کنوں غفلت پاک کن  
تا چہ دید از بلا و از عس  
آن زکاتے داں کہ غمگین را دی  
بشنوی غمهای رنجوران دل  
خانه پر دود دارد پر فتنه  
گوش تو اورا چوراه دم شود  
غمگساری کن تو باما ای روی  
ایں ترود جس زندانی بود  
ایں بد انسوآں بد بنیومی کشد  
ایں ترود عقبہ راہ حق است  
بے ترود می رود بر راہ راست  
گام آہور اکیہ و رومعاف

(۳۲)

کو سوے وہ چون شد دید از جزا  
استماع ہجر آں غمناک کن  
در رہ وہ چون شد از شہ او جدا  
گوش را چون پیش دستانش نہی  
فاکہ سجان شریف از آب گل  
مرو را بکشا از اصغار و زنی  
دود تلخ از خانه او کم شود  
گر بیوئے رب اعلیٰ میروی  
کو نہ بگذارد کہ جاں سغئے رود  
ہر کس گوید مستم راہ شد  
ایں خنک آنرا کہ پایش مطہر است  
رہ نمی دانی بجو گامش کجا است  
تاری از گام آہو تا بناف

تریں روش بر افج نور میروی  
 نے زوریا ترس نے از موج کوف  
 لا تحف وان چمنک خوفت داد حق  
 خوف آنکس است کو را خوف نیست  
 خواجہ درکار آمد و تہمیز ساخت  
 اہل فرزند اس سفر ساختند  
 شادمانان و شتابان سوائے وہ  
 مقصد مارا چراگا خوش است  
 باہزاران آرزو ما خواندہ است  
 تا ذخیرہ وہ زمستان دراز  
 بلکہ باغ ایشا را راہ ما کند  
 عجلوا اصحابنا کے تو بحق  
 من رباح اللہ کو زوار البین

اے برادر گر بر آذر میروی  
 چوں شنیدی تو خطا لا تحف  
 ناں فرستد چوں ستارہ طبق  
 غصہ آنکس را کس آنجا طوفانیت  
 مرغ غمش سوائے دہشتناک  
 رخت را بر گاہ و غم انداختند  
 کہ بری خوردیم از وہ مرز وہ  
 یار ما آنجا کریم و دلکش است  
 بہر ما غس کرم نہادہ است  
 از براو سوائے شہر کریم باز  
 در میان جان خود ما جانکند  
 عقل میگفت از درون لا تقروا  
 ان ربی لا یحب الفحین



افروخواهوناباما اناکم  
 شاد از دوشه و شاد از غیره  
 هر چه غیر است است در آن قسمت  
 شاد از غم شو که غم دام بقا است  
 غم یک گنج است رنج تو چون  
 کو دکان چون نام بازی بشتوند  
 او خزان کو آتش و دام هاست  
 تیر با پراں شده لیکن کمان  
 تیر با پراں کمان نهان غیب  
 گام در صحرائے دل باید نهاد  
 امین آباد است دل و مردمان  
 گلشن خرم بکام دوستان  
 عجز الی القلب سر یا ساریه

(۲)

کل آت مشغال لهاکم  
 کو بهار است و در بهار ماه دے  
 گرچه تخت ملک است قیاس  
 اندرین ره سوائے پستی از قیاس  
 لیک کو در گیر دین در کو دکان  
 جمله با خرگور هم تگ می شوند  
 در کیم این سوائے خون آشام هاست  
 گشت پنهان از دوشم فرمان  
 بر جوانی میر صد تیر شیب  
 زانکه در صحرائے گل بنود کشاد  
 حصن محکم موضع امن و امان  
 چشمها و گلستان و گلستان  
 فیه اشجار و عین جاریه

ده مروده مرد را حتمی کند  
 خواجہ پندارد کہ روزی ده دهد  
 قوت چہ ہمیشہ نواسے مجتبیٰ  
 ہر کہ روزی باشد اندر روستا  
 تا بماندے احمقے دروے بود  
 وانکہ ماسے باشد اندر روستا  
 وہ چہ باشد شیخ واصل نشدہ  
 پیش شہر عقل کلی این حواس  
 این رہا کن صورت افسانہ گیر  
 گر بندہ نہایت ہیں برمی ستاں  
 ظاہر شہ گیارچہ ظاہر کر بود  
 اول ہر آدمی خود صورت است  
 اول ہر مہویہ ہر صورت کے است

عقل را بے نور و نور و نور کند  
 این نمی داند کہ روزی ده دهد  
 کو عقل آمد وطن در روستا  
 تا بماندے عقل او ناید بجا  
 از شیش ده جز اینہا چہ رود  
 روزگارے باشند شہل و غمی  
 دست در تعلق و حجت و زندہ  
 چوں خزان چشم بستہ در خراس  
 ہل تو روزانہ تو گندم دانہ گیر  
 گر بدانشو نیست ہ این ہو بران  
 عاقبت ظاہر ہوئے باطن رود  
 بعد از ان جہان کو جمال میر است  
 بعد از ان لذت لذت حق میر است

اولاً خرگاہ سازند و حسرند  
 صورت خرگاہ و آن معنی ترک  
 بہر حق این را با کن بانیفس  
 خواجہ و بچگان جہاز ساختند  
 شادمانہ سوئے صحرا راندند  
 کہ سفر ہائیدہ کجست و شود  
 از سفر بیدق شود فرزیں راو  
 روز رواز آفتابے خستند  
 خوگشتہ پیش ایشان راہ ہشت  
 تلخ از شیریں لبان جش می شود  
 حنظل از معشوق خرامی شود  
 لے بسا از نازنینان خار کش  
 لے بسا حال گشتہ شیت پیش

ترک رازاں سپن بہماں آوزند  
 معینت ملال و ال صورت چٹ فلک  
 تا خر خواجہ بجنباند جرس  
 برستوران جانب دہ یافتند  
 سافرواکی تغموا برے خواندند  
 بے سفر ہا ماہ کے خوش رو شود  
 وز سفر یابید یوسف صد مراد  
 شب ز اختر راہ می آہستند  
 از نشاط دہ شدہ رہ چوں ہشت  
 خارا ز گلزار دلکش می شود  
 خانہ از ہمت خانہ صحرامی شود  
 برامید گلعدا رساہ و شش  
 از برای دلبر مہ روئے خویش

کرو آہنگ گر جمال خود سیماہ  
 خواجہ تاشب بر دوکانے چاہیج  
 تاجرے دریا و خشکی می رود  
 ہر کرابا مردہ سودائے بود  
 آن دروگر رود در آوردہ چوب  
 برامید زندگ کن اجتہاد  
 ہیں مکن ہونس خسے را از خسے  
 انس تو بامادر و بابا کجا است  
 انس تو بادایہ و لالہ چشید  
 انس تو باشیر و باپستان نماد  
 آن شعاعے بود ہر دیوارشان  
 بر ہر آنچیزے کہ افتد آن شعاع  
 عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود

تاکہ شب آید بوسہ رو ماہ  
 زانکہ فکے در دیش کی دستہج  
 آن مہر خانہ شینے نے رود  
 برامید زندگ سیماے بود  
 برامید و خدمت نہ لے خوب  
 کو نگر دو بعد روزے دو جہاد  
 عاریت باشد درو آں ہونے  
 گر بجز حق ہونسانت را وفاست  
 گر کسے شاید بغیر حق عضد  
 نفرت تو از دیرستان نماد  
 جانب خورشید ارفت آن نشان  
 تو بر آں ہم عاشق آئی لے شجاع  
 آن ز وصف حق چو ز زاند و د بود

چون ز روی اصل رفت و من بماند  
 طبع سیر آمل طبع او بچواند  
 از زبانه و دصفاش پانکش  
 کان خوشی در قلبها عاریت است  
 ز زو به قلب در کان میزد  
 تو را ز دیوار تا خور میسود  
 زین پس بتان تج آب از آسمان  
 معدن منبه نباشد دام گرگ  
 ز گرماں بر دند بسته در گره  
 همچو خندان در قصاں می شنند  
 چون ہی دیدند مرغی پرید  
 هر نسیم که سوزد ده می وزید  
 هر که می آمد زده او سوزد او

(۶)

از زری خوشی تن بفلس بماند  
 پشت بدو کرد دوست از وفشا  
 از جهالت قلب را کم گوی خوش  
 زیز زیت مایه بے زینت است  
 سوز آں کان رو تو هم کان میزد  
 تو بدان خور رو که در خور میزد  
 چون ندیدی تو وفا از ناودان  
 که شناسد معدن آں گسترگ  
 می شتابیدند مغرور آں بدن  
 سوز آں دولا بچرخ میزدند  
 جانب ده صبر جامه می درید  
 گوئی روح رواں می پرورید  
 بوس می دادند خوش بوس

## کہ تو روئے یار مارا دیدہ | پس تو جان جان مارا دیدہ

یہاں ہمارا عقیدہ تقدیر الہی کو ایک قسم سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب غم و غم و غم کا قصہ تو بہرہ یاری سے پھر تو تدبیر میں پھنس کر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی حرمت میں تدبیر چھوٹی وارد قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ خدا کے چند مردم آزاد آدمیوں نے اسکی تدبیر کی کہ فقر کو انکی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل تہہ تدبیر اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس غریب کی بابت کھٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں غضب سے کہ مٹی اور لینے والے کے خلاف کوئی منصوبہ بگاڑے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے افلا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرتے والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہرگز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جبکہ وہ صدق اور تلق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اسکو جانتا ہے جو کج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہو گا اور کہاں وہ بستی کی طرف آئے اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اس پر صورت سے قابض ہے اور اسکی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونیکے کیا معنی بھلا دیکھو تو ہسی یہ جاہل کتے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنی راہ خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرانی اور وہ جل تھن کر خاک سیاہ ہو گیا اور یہ دیکھنے کے دیکھتے رہ گئے خیر قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گانوں کی طرف کیونکر چلا اور اسکو اسکی کسی سزا الہی تم اپنے گانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس بتلائے رنج و محن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گانوں کے پرستار میں اپنے شہر سے جدا ہو کر کیا کیا مصیبتیں اور کیفیات جھیلیں جب تم اسکے قصہ کو کان لگا کر سنو گے تو یہ کہہ دو گی کہ اس مصیبت زدہ کو دو گے اور تم ہر فیض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذت جہانہ میں مبتلا ہوئے گے ان کی ارواح کی غذا نے روحانی سے بھوکا ہو نیکی مصیبت کو تو ضروری سننا تمکین شخسن کے دلی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے ریح کا شمن لینا گو یا کہ اس دھوئیں کے نکلنے کیلئے سولہ کھول دیتا ہے پس تو اسکو سن کر اس دھوئیں کیلئے ضرور سولہ کھول دینا جب تیرا کان اسکی بات کا بگڑے گا تو یہ کہہ دو اور دھواں یعنی ریح اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ پھر اس نکلنے اسکی طبیعت اپنی ہو جاوے گی یہاں تک کہ بتلائے غم کی مصیبت سننے اور اسکی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے سنمون کی طرف متعال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ نہ چھپانا اور

اس تک پہنچنا مقصود ہے تو ہم مجھے محض تیری خیر خواہی کہنے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلو کا نگہسار بن اور ہماری صحبت  
 حسن جو محض در دل اور ہمدردی کی بنا پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مد نظر نہ ہو تو ہم کو اس کے  
 انہماک کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہمیں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدت بالنعمت پر مجبور کیا  
 تجھے اسکے ماننے میں ضرور پس پیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید  
 جیلخانہ ہے کہ اسکو بکسیوں نہیں ہونے دیتا ہمیں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرے خیال دوسری  
 طرف اور ہر ایک اسکا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی  
 تعطیل کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ تیرے ہونے کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ ادھر کی پس تم کو اس قید اور  
 جیلخانہ میں ہرگز نہ پھنسا چاہئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھائی ہے اگر آدمی اس سے پار ہو جائے  
 تو بیزار بار ہے اور اگر ہمیں پھنس گیا تو کیا گدرا ہو اور اسے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بھڑی سے آزاد  
 ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اسلئے تو تحقیقی طور پر  
 اس پر نہیں حل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تعطیل کر کے تردد سے نہیں نجات پاسکتا تو کچھ دنوں کیلئے ایسے  
 لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم  
 کے ہے جو نافذ مطلق تک پہنچتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پاگلے اور بے کھٹکے جلاجل انشاء اللہ ایک دن مطلق  
 حقیقی تک پہنچ جاوے گا۔ اسوقت کو تجھے اس پر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اسکو بمنزلہ آگ پر چلنے کے تجھے گالیں آئیں گی اگر تو اس آگ  
 پر چلنا گوارا کر لیا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج النور اور اس مقام عالی پر پہنچ  
 جاوے گا جو نور سے بے نیاز ہے اور جو بوقت تو نے خطاب حق لا تحف من لیا اسوقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے  
 نہ جہاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے  
 اور آدمی اسکو کیسے مستحق ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اسوقت ہوتا ہے جبکہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے  
 اور اس کے شے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ  
 خوف مثل طبع کے ہے اور بے خونی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل پر روٹی عطا کرنے کی  
 لہذا حق سبحانہ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام ممالک سے بے خوفی عطا کرنے کی اسلئے کہ خوف ممالک  
 تو اسکے لئے ہے جبکہ خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اسکو پینے پڑینگے جو یہاں طلب حق میں تک و دو  
 نہیں کرتا اور جبکہ خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اسکو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین  
 یخشون ربہم بالغیب لہم مغفرۃ و اجر کریم اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول  
 ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گالوں کی جانب بہت جلد روانہ ہو دیکھا پختہ ارادہ کر لیا اسکے گھر کے لوگوں اور مال  
 بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور ان کا ارادہ بھی پختہ ہو گیا اور یہ سب خوش تھے اور گالوں جانشینی بدیں خیال ہی  
 کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گالوں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا

(۸)

ہیں وہاں ہمارے لڑکے ایک عمرہ پر گاہ ہے انہیں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھلیں گے کیونکہ ہمارا یا جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہلکے بہت آرزوؤں سے بلایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے سخاوت کا درست پوایا ہے تاکہ ہم اس سے بے شک متعلق ہوں کہ گاؤں سے آئندہ جائے تک کا سامان شہر میں لے آئیے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہنچنے کی خوشی میں اسکو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہلکے جگہ دے گا یا راجہ جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام بیکار عوام ہو رہے تھے اور عقل انداز سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اترنا اس نفع پر رات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے منتفع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ دنیوی نعمتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں نعمتیں حق سبحانہ نے مخلوق پر عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں ان پر اعتدال کے ساتھ خوش ہوا اعتدال کی اسلئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ ملک اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرصت مختصہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جسکے ملنے پر فرصت مختصہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں لہذا کامل خوشی ملک و اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور کسی کے ملنے پر فرصت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اسلئے کہ وہ بیمار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزان کے اس سے طرح طرح کے فرائد منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے بچ و غم ضرور نقصان اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت و تاج ہی کیوں نہ ہو سب نے یہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بند و کی آزمائش اور انکی استعداد و محنت کا انہماق و مقصود ہوتا ہے کہ جس سے زیادہ محنت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہوئی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے میں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرصت سرمدی حاصل ہوتی ہے ملک و یہ سنگار تعجب ہو گا کہ غم حیات ابدی و فرصت سرمدی کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے لیکن ملک و یقین کرنا چاہئے کہ دائمی یہاں کی ہی حالت ہے۔ اور یہاں پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہو گئے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یا دیکھو کہ مختار اطلاق پنج ایک کان زر ہے اور انکا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسے آزمایا ہو اور تم جو بلند و علی طرح نا تجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو و لعب ہو تھائے دیکھو یہ بات نہ لگی کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی ہی ہے جس طرح بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑ چلے جا رہے ہو لیکن تم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے اندر سے گدھو کہ ہرے جا رہے ہو وہاں ہرے کے جال لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں تو دور نہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ گو گوئی عقلیت کی وجہ یہ ہے کہ تیرا حادث تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا گوئی نظروں سے مخفی ہے اسلئے وہ ان کو غافل میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ کسی قادر انداز تیرا فتن کے چلائے ہوئے ہیں تیرا حادث کے چلنے اور کمان کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑا پے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہو رہا ہے



دن بدن قوی کے اندر منجمل آتا جاتا ہے اعضا کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار میں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا ہی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تک صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہئے اور طرے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہئے اور اسکی صفائی میں مترس طے کرنا چاہئے کیونکہ صحرائے گل سے بشکل حل ہوگی تو گو تھیں لکی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن و امان کی جگہ ہے پس لوگانوں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ جو اہل شہر کو ملائے چشمہ آبِ حیرت کا معدن اور گھلسائے رنگارنگ حقائق و معارف سے بھٹا کرتا ہے تم اسکی سیر کو آؤ اور ہم ارادت غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیض ربانی کے چشمے جاری ہیں گانوں جا کر کیا لوگے گانوں جانے میں علاوہ اول نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ہمیں جا کر آدمی امن ہو جاتا ہے نہ اسکی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گانوں اسنے جاتے ہو کہ گانوں کو روزی دینے والا سمجھتا ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق عالم ہے پس تم جانیکے ارادہ کو فتح کرو اور گانوں کے باغ کو چھوڑو اور گلشنِ قلب اہل شہر کی طرف آؤ دیکھو وہاں جا کر تعاری رہی سہی عقل ہی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گانوں میں رہتا ہے اسکی عقل ماری جاتی ہے اور وہ کوڑے مزاروں کو دن دہاتا ہے جو شخص ایک دن گانوں میں رہ لیتا ہے ایک مہینہ تک اسکی عقل ٹھکائے نہیں ہوتی بلکہ ایک بیٹھک مارتے اندر موجود رہتی ہے بات ہے بھی ہی کہ کو دن پن جماعت کے سوا گانوں کے گھاس پات سو اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گانوں میں رہتا ہے اسکی حالت کو روزی ایک عرصہ تک باقی رہتی ہے تم چاہتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اہملی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گانوں سے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گانوں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر اصل نہیں ہیں اندازہ بہ منزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ نہیں انکی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدہوں کی آنکھیں باندھ کر گدہ پاچکی میں جوت دیا جائے پس سطح وہ اٹکل بچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت نہیں یہاں بصیرت نہیں اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آؤ اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان بو تو نکو چھوڑاؤ گویوں ہی کے دامن لے اگر موتوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی من ظاہر اگرچہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن آئین حقیقت سے وہ بھی اچھا ہے کہ انقضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اسکے بعد باطن اور حقیقت معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اول ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اسکے بعد اس میں جان پڑ گئی جو حال سیرت کے نیز ہر سہ اول صورت ہوتا ہے اسکے بعد ان میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اسکا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اول اخیر قائم کرتے ہیں اسکے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو انکس ہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اسکی

اور مقصد نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جسے کشتی میں چلنے والی کشتیت ملی ہو نیکی کے بغیر کشتی کے نہیں سکیا  
یوں ہی معنی بدون صورت کے نہیں ہو سکتے اور ملاح اول کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت زدنی ہے  
پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صورت میں فضا رالی یعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے پس اگر کہیں صورت ہی مقصد ہو  
اور وصول الی العنی بد نظر ہو تو آپس کوئی خوبی نہیں اب سامع گہرا کرتا ہے کہ خدا کیلئے حق دہری دیر کیلئے بیان حقائق  
کو چھوڑے اور امیر کے گدھے کو گھنٹھ بجائے دیکھئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن حل نہیں مکتا ذرا چلا ہے بھی بھی  
کہ چلتے میں گھنٹھ بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنا امیر اور اسکے بال بچہ تیار  
کر کے اور گھوڑہ ذبیحہ سوار ہو کر گائوں کی جانب روانہ ہو گئے وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے  
سافر و اس کے تفرغ یعنی سفر کو تاکہ تم دلت لوٹو سکتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی  
کھنڈر (بادشاہ اور دولت مند) ہوتا ہے اور بدون سفر کے چاند خوشتر اور مرہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج قرین بجاتا  
اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سیکڑوں مراویں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بنا پر وہ مقرر کر رہے تھے اور دن بھر  
مغروب میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ براستہ ان کی نظریں خوش نما ہو گیا تھا  
اور گائوں پہنچنے کی خوشی میں وہ رستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مغرب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا  
مغروب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں بیوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے اس سے  
حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر غفلت سے تو وہ چھوڑا  
کی مانند لذت ہو جاتا ہے بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گہر جاتا ہے اسے دیکھو بہتے تارین اور نازک بدن اپنی گلستا را اور  
ماہوش محبوبہ کیلئے خوشی سے مصائب جھیلے ہیں اور بہت سے حالوں کی پہچان اپنی مروت لبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے  
لوہار نے محض اسلئے کہ رات کو اگر اپنی چاند ہی بیوی کا منہ چومے گا ایسے حسن جمال کو برباد کر کے دھوئیں سے اپنا منہ  
کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنی کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے نکل نہیں سکتا کیوں محض اسلئے کہ ایک برقعہ بیوی  
نے اس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گزین کیا ہے اور تری خوشی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین  
بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کیلئے ناگوار شے کا گوارا اور  
مکروہ کام مغرب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بیان شو سے تعلق ہے وہ کسی  
زندہ نما کیلئے ہے مثلاً اگر صحنی جو کمرہ کی درستی میں مصروف ہے وہ اسلئے کہ اس کے ذریعہ سے ایک دلکش لڑکی کی خدمت  
کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تمکو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ  
زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کیلئے اور اسی کی خدمت و اطاعت کیلئے جبر و جہد کرنی  
چاہئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مکروہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل  
لگا نیکی قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو موٹس نہ بناؤ اسلئے کہ اس کی موٹسی صرف چند روزہ ہے بلکہ  
حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی موٹسی ابدی ہے دیکھو سب زیادہ ماں باپ تمہارے ہنس تھے اور سب بڑھکر تمکو

(۱۱)

تھکو ان سے اس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی اس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تھا ان اس آج کہاں  
 نیز اگر کوئی خدا کے سوا ہی دائمی طور پر عین و مددگار بن سکتا ہو تو بتاؤ تمھاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے  
 ساتھ جو تھکو ان تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کی ساتھ اس قائم نہیں رہ سکتا علیٰ ہذا القیاس  
 نفرت کی بھی یہی حالت ہے بشلاً شیر و پستان سے تھکو اس درجہ اس تھا لیکن آج نہیں اور مکتبے تھکو اس بلا کی نفرت  
 تھی مگر اب نہیں اب اسکی وجہ پر غور کرو کہ تھکو اس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی  
 مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کیلئے ہے ورنہ  
 المثل الاعلیٰ پس سطح دیوار کی روشنی آفتاب کا پر تو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف متجذب ہو جاتی ہے یونہی  
 مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا غفل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس  
 تمھاری ہوس اشیا کے کمالات بھی ظل و پر تو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بنا پر تھکو اس ہوا تھا اور بعد کو وہ  
 حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو اس بھی جاننا باغرض جس چیز سے تھکو محبت ہوتی ہے اسکا منشا ہی پر تو ہے جب  
 وہ پر تو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تھکو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے  
 پر تو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پر تو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ  
 تیار رہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اسوقت اس سے تمھارا راجی بھر جاتا ہے اور تم اسکو دھتکتا ہو  
 اور اس سے منہ پھیر دیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بنا پر تمھارا فرض یہ ہے کہ اس کے ملمع کی ہوئی صفات  
 تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کھوٹے کے ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا ہے وہ چند روزہ ہے اور انکی  
 زینت کے تحت میں انتہائی بھڑپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف  
 راجع ہو جائیگا اسلئے تھکو بھی اس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جسکی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ لو اس  
 دیوار پر قائم نہ رہیگا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہوگا ایسی حالت میں تمھارا فرض یہ ہے کہ تم بھی  
 خورشید ہی کی طرز متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب و نازیب ہے اس کے  
 بعد ہم دوسرے عنوان سے تھکو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں ان کی مثال پر نالے کے پانی کی ہی ہے  
 اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی ہے جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پر نالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں  
 کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تھکو آسمان سے پانی لینا چاہئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہئے  
 یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کیلئے جال لگایا جاتا ہے تو انھیں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اسکو چھو کر  
 انھیں پھنس جائے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی لیکن بھیڑیا اسکو تو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے  
 یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور  
 ان پر فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ ہر وقت گالوں کی طرف  
 جارہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی لقمینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گدہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بتا پران

(۱۳)

حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شادان و فرحان جا رہے تھے اور اس دہشت کی طرف چکر گھا رہے تھے انکی بیتابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گانوں کی طرف اڑتا تھا تو بیتاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ سی طرح ہم اس سے پہلے پہنچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گانوں کی طرف سے آنے والی ہر شے انکی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گانوں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فطرتاً ہی محبت سے اسکی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کی جان کو دیکھا ہے۔

## شرح شبیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو بونے

ہوئے میوے توڑ لاویں

قصہ اصحاب ضروان خواندہ پس چرا در حیلہ جوئی مانع

(۱۱۳)

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تینے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گانوں کا نام ہے کین میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں بقرار کو ہی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حیلہ ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مر گیا تو اسکی اولاد نے اسکو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرار جمع ہو جائیگے اسلئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تاکہ سویرے ہی لاکر گھر میں پھریں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہذا رات کا ایک بجلی آئی اور باغ جگہ خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انھوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حیلہ میکروند کہ دردمش چہ کہ برند از روزیے درویش چہ

یعنی چند بچھو جیسے ڈنک والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تاکہ چند درویشوں کی روزی بجاویں۔

شب ہمیشہ می سگالیدند مگر روتے در رو کردہ چنیں عمرو بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مگر سوچ رہے تھے کہنی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائی ہو سکے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سراپا آن بدار  
تا نباید که خدا در پاید آن

یعنی وہ بدگوئے خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کیس خدا نہ سن لے یعنی اُن کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے اُن کی ایسی مثال بتی جیسے کہ۔

با گل اندانیدہ اسگالید گل  
دست کا سے منی کند نہان دل

یعنی مٹی گوندھنے والے کیساتھ مٹی (اور مخالفت) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہتے تو کسی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُن کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہ سکتے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ہواک من خلق  
ان فی نجو الصدق املق

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب

کیف یغفل عن طعین دغل  
من یعین این مشواہ غل

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہو سکتا ہے کہ اُسکے ٹھکانہ کو آج ہی دھج رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جسکو مسافر کے مفروض قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اُس سے غافل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اُسکی ساری نشست و ریاضت سے واقف ہو گا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں اُن سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاویں گے۔

(۱۴۳)

اینا قد ہبطا و صعدا  
قد تولاہ و احصی عددا

یعنی وہ مسافر جہاں اُترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اُسکے پیچھے ہے اور اُسکے تمام حالات کو احصا کئے ہوئے ہوتا ہے۔

خفیہ میگرفتند سراپا از خدا  
اُن سگان جاہل ز جہل وعی

یعنی وہ کتے جاہل اپنے جہل و راند سے بن کیوجہ سے اسرار کو حق تعالیٰ سے پوشیدہ کرتے تھے یعنی اُن کی ظاہر حالت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ مگر آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قضا و قدر پر غالب نہ آسکے بلکہ وہی غالب رہی اس قصہ کو ہمیں ختم کر کے آگے بھر خواجہ صاحب کی خبر لیجاتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

گوش کن کنوں حدیث خواجہ  
کو سوزی وہ چون شد و دید او جزا

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گالوں میں کس طرح گیا اسے کس طرح بدلا پایا۔

## گوش را کنون غفلت پاک کن استماع ہجر آں غناک کن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اس غناک کی مصیبت کو سنو۔

## تا چھا دید از بلا و از عنا در رہ دہ چون شد از شہر او جدا

یعنی تاکہ (معلوم ہو کہ) اسے کیا کیا بلا اور مصیبت گالوں کے رستہ میں دیکھی جبکہ وہ شہر سے جدا ہوا گئے وقت میں کہ ہم جو تکو اس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہیں اس لئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو انہیں یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ تنگی اس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو انہیں ایک تو تطیب قلب مومن پر دوسرے فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے نائل ہونے سے اس کا قلب بشاش ہوا اور اس کی وجہ سے اس کو مشغولی بحق ہو گئی تو چونکہ اس کے سبب تم بہت ہولناک اور بوجہ ہو گے لہذا ضرور کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

## تاز کاتے داں کہ غمگین را دی گوش را چون پیش و ستانش نہی

(۱۵)

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اس کو یوں سمجھو کہ زکوٰۃ دے رہے ہو۔

## بشنوی غمہائے رنجوران دل فاقہ جان شریف از آب و گل

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جن کی جان شریف کو آب و گل سے فاقہ ہے یعنی ان کو جو اس آب و گل میں پھنسنے کی وجہ سے اور ترددات میں مبتلا رہے وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو جسے اگر وہ بیان کریں ان کی بات سنلو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہونگے تو تم اس کے سبب ہو گے اور باجوہ ہو گے ان کی یہ حالت ہے کہ۔

## خانہ پروردار دیر فنی مرور ابشار اصغار روزنے

یعنی ایک مہینہ ایک گھر دھوئیں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم انہیں کان لگاؤ ایک ایک روزن کھول دو مطلب یہ کہ اس کا قلب جو گھٹ رہا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی گھوٹ دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جائے تو وہ سارا دھواں نکل جائے اسی طرح اگر تم اس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہوگا گویا کہ تنے ایک روزن اس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا غم اس سے نکل گیا سچا انہیں مثال ہے

گوش تو اورا چو راه دم شود دود تلخ از خانه او کم شود

یعنی تھارا کان آسکے لئے سانس کارستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اٹھکے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تھارا  
سن لینا جب کہ روشن دان کی طرح ہے تو تھارا کان آسکے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اس کا قلب بہت دھکا  
ہو جاوے گا اور پھر وہ مشغول حق ہو گا تو اس سبب سے کالو اب تھیں بھی ملیگا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

نگھساری کن تو باما ای روی گریسوئے رب اعلا می روی

یعنی اسے سیراب اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی نگھساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

این ترد جس زندانے بو کونہ بگذار دک جان سوئے رود

یعنی یہ ترد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

این بدیں سوواں بدانسوی کشد ہر کسے گوید ستم راہ رشد

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ  
ترد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اسلئے کہتے ہیں کہ دل ادم ہوتا ہے نہ او ہر میں بیچ میں تواں  
دول ہے خبر لو۔

این ترد و عقبہ راہ حق است لے خنک آن را کہ پایش مطلق است

یعنی یہ ترد راہ حق کی گھائی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جس کا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ ترد و ات  
نہیں ہیں مری اچھا ہے اور انکی یہ حالت ہے کہ۔

بے ترد می رود بر راہ راست رہ نمی دانی بگو گامش کجا است

یعنی وہ راہ راست پر بے ترد کے چلا جا رہا ہے تو اگر تو راہ نہیں جانتا تو اس کا نشان قدم تلاش کرے کہ کہاں  
مطلب یہ کہ جو علانی اور ترد و ات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سید ہے راستہ پر بے تکلف چلا جا رہا ہے تو اگر تمکو خود  
بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جاوے گے آگے اسکی ایک مثال ہے

گام آہورا بگیر و رومعاف تازی از گام آہوتا بتاف



یعنی کام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم کام آہو سے نازدہ تک پہنچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافرمانی کی تلاش ہے اور تم کے ہمتا ملاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافرمانی مل جاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کے اتباع سے تم کو دولت عقیقی حاصل ہو جاوے گی۔

## زیر روش بر اوج نور میروی اے برادر گر بر آذر میروی

یعنی اس چال سے اوج نور تک چلے جاؤ گے اسے بھائی اگرچہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت مجاہدہ و ریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج نور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

## تے زیریا ترے از موج و کف چوں شنیدی تو خطاب لا تخف

یعنی نہ دریائے ڈرو اور نہ موج سے کف سے جبکہ تھے لا تخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جبکہ تم کو حق تعالیٰ کی طرف سے لا تخف کا خطاب پہنچے تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لا تخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یخزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہذا ہر شخص کو لا تخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اسکو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

## لا تخف داں چو نکہ خوفت را حق نان فرستد چوں سدا تطبق

یعنی جبکہ حق تعالیٰ خوف دین تو تم لا تخف جانو اسلئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو ردی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھو کہ اب خطاب لا تخف ہو رہا ہے اسلئے کہ اسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آواز طباق بھیجتا ہے تو ردی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اس کے اندر خطاب لا تخف بھی ضرور ہے۔

## خوف آنکس راست کو را خوف نیست غصہ آنکس را کشت اینجا طوف نیست

یعنی خوف تو اسکو ہے جسے (بیان) خوف نہیں ہے اور غصہ اس کے لئے ہے جسکو کہ اس جگہ کشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جسکو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اسکو آخرت میں خوف ہو گا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کر دے تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بھیچیں وہ مضمون کچھ مناسب بات سے آگیا تھا۔

## خواجہ کا گائوں کی طرف مہمانی کے لئے روانہ ہوتا

## خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت مرغ غریبش سے دشتاب تہ



یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور انکا مادہ کا جانور گائوں کی طرف جلدی چلا یعنی خوب شوقیں  
سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل فرزدان سفر را ساختند رخت را بر گاو و عزم انداختند  
یعنی اہل و عیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے پیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لگا کر روانہ ہو گئے  
شاو مانان و شتابان سوئے وہ کہ برے خوردیم از وہ مرز وہ وہ  
یعنی خوش اور جلدی گائوں کی طرف جا رہے تھے اور زبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا کہ ہم نے مرز وہ دینے والے  
گائوں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ

مقصد ما را چراگاہ خوش است یار ما آنجا کریم و دلکش است  
یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

بائبراراں از زوما خواندہ است بہر ما غرس کرم بنہادہ است  
یعنی ہزاروں آرزو سے اُس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لگو کرم کا دخت اُس نے لگا رکھا ہے۔

تا ذخیرہ وہ زستان دراز از ہر او سوئے شہر آریم باز  
یعنی تاکہ گائوں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کیلئے اُسکے پاس سے شہر کی طرف لاوینگے مطلب یہ کہ  
گائوں سے خوب ذخیرہ لاوینگے مثلاً لکڑی گہیوں وغیرہ وغیرہ بھر کر لاوینگے پینصوبے سوچتے جا رہے تھے  
اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایشار راہ ماکند در میان جان خود ما جاکند  
یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دینگا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرینگا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھینگا اور تو تھے

عجلا واصحابنا کے ترجحا عقل میگفت از روں لا فرحوا  
یعنی اسے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔  
من رباع اللہ کو نوارا بحین ان ربی لا یحب الفرحین

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اسلئے کہ میرا رب اترائے فالو کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اسکو حاصل کرو۔

## افرحوا ہونا بما آتا کم کل ات مشغل اہا کم

یعنی جو شے کہ تم کو ملی ہے اس پر اعتدال سے خوش ہو اسلئے کہ ہر آنے والا مشغل ہے کہ لو میں تم کو ڈال دیا ہے خدا میں ہے احبب حبیبک ہونا ما عسی ان یکون بغیضک یوما ما و بغض بغیضک ہونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کو شاید کبھی دشمن ہو جائے (تو تمھارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنی دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کہ وہ شاید وہ کبھی ہتھی ہو جائے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ درافج اعتدال پر رکھو آپس سے باہر مت ہو جاؤ۔

## شاد از وہ شو مشوا از غیرے کو بہارست و دیگر ہا ماہ وے

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اسلئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ان کی نعمات پر خوش ہو۔

(۱۹)

## ہر چہ غیر اوست استدراج تست گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب مشغل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

## شاد از غم شو کہ غم دام بقا است اندریں رہ سوئے پستی ارقا است

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم غالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آئے تو اس سے خوش ہو کہ ہمارا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہو گا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

## غم یکے گنج است رنج تو چو کان لیکے در گیر دایں در کو دوکان

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمھارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو نہ کہے کیا جانیں یعنی جو ماہاں ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت کیونکہ اسکا اجر حق تعالیٰ سے ہوتا ہے

عظیم ہے غم کیسے میں کیے تعظیم کیلئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ

کو دوکان چین نام بازی بشتونند جملہ باخز گورہم تنگ می شتوند

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورہ کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چہرے چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سنکر خوش ہوتے ہیں اور اسی خوشی کی انگلی خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

لے خرابان کو راس سودا مہاست در کیں این سوئی خوں شامہاست

یعنی لے اندھے چلنے والے اس طرف جال ہیں اور اس طرف کہیں میں خون کے پیاست میں مطلب یہ کہ حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھ رہے ہیں اسے اس طرف تو تیکر خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف مینی دنیا کی طرف مت جا اور اس میں شتول مت ہو۔

تیرا پیران شدہ لیکن کماں گشت پہاں از دو چشم مردماں

یعنی تیر تو اوڑھ رہے ہیں لیکن کماں لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ ہو گئی ہے مطلب یہ کہ حادثات تو نظر آتی ہیں مگر جہاں سے کہ یہ آتے ہیں آپ نظر نہیں ہے۔

(۲۰)

تیرا پیران کماں پہاں غیب بر جوانی میر صد تیر شیب

یعنی تیر تو اوڑھ رہے ہیں اور کماں پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سیکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دکھو جوانی یہ جو بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہو یہ وہی حادثات ہیں مگر نظر تو آپر چاہئے کہ جس نے ان حادثات کو پیدا کیا ہے

گام در صحرائے دل باید نہاد زانکہ در صحرائے گل نہ بود کشاد

یعنی قلم صحرائے دل میں رکھنا چاہئے اسلئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جگہوں تو خراچی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہذا انکو ترک کر دو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کر کسی نے خوب کہا ہے کہ سست است اگر ہوست کشد کہ یہ سیر دوہمن در آ تو ز غیج کم نہ میدہ در دل کشا بہ چین در آ۔ اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ

ما غزبان را تماشا فی چین در کار نیست داغمانے سینہ ماکتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

امین آبادِ دل و مرواں حصن محکم موضع امن و امان

یعنی اسے گو گو دل ایک امین آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں چشمہ و گلستانِ گلستاں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن بکام دوستوں کے ہے اور انہیں چشمے ہیں اور گلستانِ گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عجالی القلب سیریا ساریہ فیدہ اشجار و عین جاریہ

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ تمہیں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

وہ مرودہ مردِ احمق کند عقل را بنورِ بے رونق کند

یعنی گانوں میں مست جاؤ کیونکہ گانوں انسانِ احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے وہ سے مراد ماسوا را اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر آدھرا آدمی ماسوی اللہ سے دل مست لگاؤ بلکہ اس میں ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندار کہ روزی وہ دہد ایں تمیذ اند کہ روزی وہ دہد

یعنی بیان جانتے ہیں کہ روزی گانوں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گانوں میں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مست کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول سنجیدہ خواجہ محبتیہ کو عقل آمد وطن در روستا

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گانوں میں گھر بنانا کو رہی عقل اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من قسطن

اجادیۃ جفا یعنی جو کوئی محفل میں رہے وہ محنت دل ہو جاتا ہے اور محنت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب کے اور قراتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزی باشد اندر روستا تابا ہے عقل او ناید بجا

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اسکی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در رستا کند روزے و شام تابا ہے عقل او بنود تمام

یعنی جو کوئی کہ گاؤں میں ایک صبح اور شام گزارے اسکی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تابا ہے اجمعی با او بود از حشیش وہ جز اینما چہ رود

یعنی اجمعی ایک ماہ تک اسکی ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اسکے اور کیا ایگا مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھوس سے توبے وغوی اور جانورین ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانکہ ماہے باشد اندر روستا روزگارے باشد شہل و عملی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے تو اسکو ایک زمانہ تک شہل و عملی رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی جو وقت ہو جاتا ہے ایسے قصبے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ و اینٹہ اور پورہ میں کریم علی آباد اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب و ہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک لطیف امر مراد لیا ہے جبکہ خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

وہ چہ باشد شیخ و اصل اشہد دست در تقلید و حجت در زودہ

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہوا ہو اور ہاتھ تقلید اور حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جنکو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اسکو صرف عمل تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو وہ ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص مقلد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہو گا تو اسی طرح شخص ہی گمراہ کن ہے سجان اشہ خوب ہی مثال دی ہے۔

چوں خزان چشم بستہ در خراس پیش شہر عقل کلی ایں حواس

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بند ہے ہوئے کہ ہوں گے ہیں جو کہ چونہ چلی میں ہوتے ہیں حواس  
مراو عقل ناقص اور عقل کل سے مراو عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں  
کہ جیسے گدھے کو چونہ چلی میں آنکھیں باندھ کر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور انکو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ  
کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے  
اور جہاں بٹھا وہیں رہتا ہے آگے فٹہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

## ایں رہا کن صورت افسانہ گیر رو بہل در داتہ گندم داتہ گیر

یعنی اسکو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور در داتہ کو ترک کرو اور گندم داتہ کو بلو مطلب یہ کہ ان  
باتوں کو جو کہ مثل در داتہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کرو واسلئے کہ ان کی نوکیں انتہا ہی نہیں  
لہذا اس پر التفکر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ نشابہ گندم داتہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو ہی  
ذرا دیر چاہئے اسلئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہیں لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

## گر بد رہ نیست ہیں بر جی ستاں گریہاں نیست رہایں سحر ہاں

یعنی اگر مروتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گریہوں ہی سے لو اور اگر اس طرف جائیکا راستہ نہیں ہے تو اسواری کو  
اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ آئیں  
بھی جبکہ نیت غمخواری ہو تو اب ملنے کی امید ہے۔

## ظاہر ش گیر ارچہ ظاہر کر بود عاقبت ظاہر شے باطن رزود

یعنی اسکے ظاہر ہی کو لو اگر چہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف منہ لگا جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے برائی  
باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

## اول ہر آدمی خود صورت است بعد ازاں جان کو جمال سیرت است

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اسکے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

## اول ہر سیدہ جز صورت است بعد ازاں لذت کہ معنی دمی است

یعنی ہر سیدہ کی ابتدا جز صورت کے اور کیا ہے اور اسکے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

## اولا خرگاہ سازند و خرنند ترک سازاں پس بہ مہماں آورند

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اسکے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصول  
الی المعنی والمقصود ہو کر رہی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضرب نہیں ہے بلکہ موصول ہے ہاں صرف صورت میں  
رہ جانا مضرب ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضرب نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

## صورت خرگاہ آل معنی ترک معنیت بلایہ آل صورت چٹ فلک

یعنی تھکاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تھکاری جان بلایہ (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہو  
تو اگر اول خرگاہ اور کشتی ہوگی تو ترک اور بلایہ کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اسلئے صورت نظر مغنی کیلئے کرنا مفید ہے ہاں  
صرف صورت ہی صورت کو لینا مضرب ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے پس اسکو بیان کر کے آگے اس  
خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

## خواجہ اور اس کے کنبہ کا گائوں کی طرف چلنا

### بہر حق اسرار ہاکن یک نفس تاخر خواجہ بجنبد اند جرس

یعنی (مولانا) اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کیلئے ایک لمحہ کیلئے اس بیان اسرار کو ترک  
کر دینا کہ خواجہ کا گاہگاہ ٹھنڈی ہلائے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اسکو ترک کر دو اور انکی روانگی کو بیان کر  
خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

### خواجہ و بچگان جہازی ساختند برستوران جانب دہ ماتخذند

یعنی خواجہ اور اسکے بچوں نے سامان کیا اور سیلوں پر گائوں کی جانب چلے۔

### شادمانہ سحری صحرا راندند سافروا کے نعمنوامی خواندند

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور یہ کہ رہے تھے کہ سفر کر دتا کہ غنیمت حاصل ہو۔

### کز سفر ہابندہ کجتر و شود بے سفر ہاماہ کے خوشتر و شود

یعنی کہ سفر ہوئی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاندکب خوشتر ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر آپ ہیں  
کہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے کہ اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہیکو بھی شعر کرنا چاہئے

از سفر بیزق شود فرزین را دوز سفر یا بید یوسف صمد مراد

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیزق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سیکڑوں مالاں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بیکٹے غرضکہ انکی یہ حالت تھی کہ۔

روز رواج تاب خوری ہو تختند شب را ختر راہ می آموختند

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلا یا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بچائے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشان راہ زشت از نشاط دہ شہرہ چون بہشت

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہو گئی تھی اور گانوں کے شوق کی وجہ سے راہ زشت کی طرح ہو گئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لبان خوش می شود خار از گلزار دلکش می شود

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

خطل از معشوق خرمائے شود خانہ از ہمنخانہ صحرائے شود

یعنی معشوق کی وجہ سے خطل بھی خرم ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از تازنیناں خارکش بر امید گلغزارے ماہ و ش

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ تازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہ و ش گلغزار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حال گشتہ پشت لیش از بلائے دلبر سہ روئے خویش

یعنی بہت سے حال ایک اپنے دلبر سہ رو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ تاکہ شب آید بوسہ دے روئے ماہ



یعنی آہنگ نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تاکہ رات کو اگر اپنی چاند سے ٹکڑے کا منہ چمے۔

خواجہ تاشب بردکانے چار بیج زانکہ شے در دیش دوستیج

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر چھبوس رہتا ہے اسلئے کہ ایک ستر نوٹ کے دل میں جڑ بکڑ رکھی ہے۔

تاجرو دریا و خشکی می رود آل بہر خانہ شینے میورد

یعنی ایک تاجر دریا و خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ شین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے مخففت ہے خانہ شین کا۔

ہر کرا با مردہ سودا فی بود بر امید زندہ سیما کی بود

یعنی جبکہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں دروگر روئے آؤزہ چوب بر امید خدمت مہر و محو خوب

یعنی وہ بڑی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمرہ مرد کی خدمت کی امید پر تاجرو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بر امید زندہ کن اجتہاد کو نگر دو بعد روزے دو جہاد

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد روزے جہاد ہو جاوے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونے مگر بن خستہ را از خستی عاریت باشد و آں مونشی

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اسلئے کہ وہ مونشی صرف عاریتی ہے۔

آتش تو بامادر و بابا کجا است گز بجز حق مونسانت را و فاقا

یعنی تیرا آتش ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو فاقا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمھارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور ب کی محبت غائب ہو چکی۔

آتش تو بامادر و بابا کجا است گز بجز حق مونسانت را و فاقا

یعنی تیری موتی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو با شیر و باستان نماند      نفرت تو از دیرستان نماند

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کی ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت کتب سے نہ رہی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاع بود بر دیوارشان      جانب خورشید از فشان نشان

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف تالی اور عارضی تھیں اور صرف پر تو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع      تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع

یعنی جس شے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے تو اسی پر عاشق ہو جاتا ہے اسے شجاع اور آں اہل کو نہیں دیکھتا کہ جسکا یہ ظل اور پڑا ہے۔

عشق تو بر ہر چیز آں موجود بود      آں ز صفت حق چو ز راند و دود بود

یعنی تیرا عشق ہر شے پر جو موجود تھی وہ صفت حق کی وجہ سے زرا ند و دود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اسلئے ہے کہ وہ صاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود انہیں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ شے جو نہ اہل نہیں ہے۔

چوں آئے با اہل رفت و پس ماند      و ز زری ز خویش متن مناس ماند

یعنی جبکہ زری اہل کی ساتھ ملگئی تو تاننا رہ گیا اور سونے پر سے مناس رہ گیا مطلب یہ کہ جبکہ کمال عاشقی جاتا رہا اور اہل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے وہی رہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق اور ابراند      پشت برے کرد و دست از و نشاند

یعنی اس اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اسکو طلاق دیدی اور آپر پشت کر کے اس سے ہاتھ چھڑا دیا یعنی اب جیکلاس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اسکو ترک کر کے پیچھے رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زرا ند و دصفا نش پائیکش      از جہالت قلب اکم گوئے خوش

یعنی اسکی ان صفت سے پاؤں کھینچ لو اور حالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو مطلب کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیا پر جان مت دو بلکہ سب کو غیر مقصود سمجھو اسلئے کہ۔

## کان خوشی در قلبا عاریتی است زیر زینت مایہ بنی زینتی است

یعنی اسلئے کہ وہ خوشی قلب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بنی زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیا فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چند روزہ ہیں اور پھر کچھ نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلال کے خوان پوش کے نیچے تلاطت بھی ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اسکی حقیقت جو ہے وہ بعد فحاشی کے معلوم ہوگی لہذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

## زیر زروئے قلب در کان میرود سوائے آل کاں رو تو ہم کاں میرود

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جس طرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیا در کچھ انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سب کا معنی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سبکی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

## نور از دیوار تا خورشید میرود تو بدیاں خورشید کہ در خورشید میرود

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑ کر اسکو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹ کر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہئے کہ اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اسکو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آ رہا ہے کہ جب تم نے اسکو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہونگے۔

## زین پس بستان تو آب از آسمان چون ندیدی تو وفا از ماوداں

یعنی اس کے بعد تم بانی آسمان سے حاصل کرو جبکہ تم نے پر نالوں سے وفانہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ جب قدر یہ اشیا در دنیا دی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہوتے دلتے اور ناپائیدار ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیا کو ترک کرو اور شی سے

سوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اُٹکی اور مثال فرماتے ہیں کہ۔

## معادن دنیہ نباشد دام گرگ کے شناسد معدن آں گِ گِستر

یعنی دام گرگ معدن دنیہ نہیں ہو کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنیہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب بھڑے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اس کے اندر ایک وجہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آجائے مگر وہ دنوں کا روتو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہی چوڑھائی دے رہا ہے اور اگر اس گرگ کو روڑ کی خبر ہو تو ظاہر ہے کہ اس ایک دنیہ کو چھوڑ کر روڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ انکو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنسنے ہیں اور اس خزانہ غمیرتنا ہی کو چھوڑے ہوئے ہیں افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جسطرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اسکو فرماتے ہیں کہ۔

## زرگان بردند بستہ در گرہ می شتابند مغروران بد

یعنی وہ (خواہ اور اسکے اہل عیال) گرہ میں سوتا بند ہا ہوا سمجھے اسلئے مغرور ہو کر گانوں کی طرف دوڑے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اسلئے جلدی جلدی اور دہر کو جا رہے تھے اور ان کی فراطشوق میں یہ حالت تھی کہ۔

## پہچین خندان برقصان می شدند سوئے آن دولاب چرخہ نیروند

یعنی ایسے خندان اور قصان جا رہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گانوں کی طرف خوب خوش و خرم چلے جا رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

## چون نامی دیدند مرغے پرید جانب وہ صبر جامہ سے درید

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گانوں کی طرف جا رہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اسلئے کہ سوچتے تھے کہ انشاء اللہ یہ ہم سے پہلے پہنچ جاوے گا اور اس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کر لے گا سوچ یہ ہے کہ شوق عجیب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نیسے کز سوئے وہ مے وزید گویا روح رواں مے پر وزید

یعنی جو ہوا گانوں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد ز وہ او سوئے او بوسمی دادند خوش بر سوئے او

یعنی جو کوئی گانوں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے متہ کو بوسہ دیتی تھی اور بربان حال کہتے تھے کہ۔

کہ تو روئے یار مارا دیدہ پس تو جان جان مارا دیدہ

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے اسلئے اُسکی قدر کرتے تھے اور اس کے متہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنون کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راہ گزروں کے متہ کو چومتے تھے صرف اسلئے کہ ان لوگوں نے اُس دہانی کو دیکھا تھا اور اُسکے گانوں سے۔  
اسے سنا تھا اسلئے تھے اسی طرح مجنون سگ کو نئے پیلے کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے کتے تو ہی وہ کتا ہے اسلئے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اُسکے کوچ میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

(۳۰)

## شرح حبیبی

بوسش می و پیش میکند

ہمچو حاجی گرد کعبے گراف

ہم جلاشب کش میداد صاف

انچہ شیدت اینکہ می آری دم

مقعد خود را بلے استرد

ہمچو مجنوں کو سکے رامی نواست

گردا می گشت خاضع و طواف

ہم سپر پائش ہم می سید و نواف

یہ الفضولے گفت کام مجنوں جام

پوز سگ و ایم پلیدی سے خورد

عید ہائے سگ سیاہی شمر د  
گفت مجنوں تو ہمہ نقشی متن  
کاین طلسم بہ مولی استایں  
ہمتش ہن دل و جان و شناخت  
اوسگ فرخ رخ کف من است  
آں سگے کہ گشت کوشش مقیم  
آں سگے کہ باشد اندر کوئے او  
آنکہ شیران مرگانش را غلام  
گر ز صورت بگذریدے دستل  
صورت خود چو شکستی ہوختی  
بعد از ازاں ہر صورتے را شکستی  
سغبہ صورت شد آن خواجہ سلیم  
سوئے آں دلمے تعلق شادماں

عید ہاں از غیب ہاں پوئے نبرد  
اندرا آہنگر تو از چشمان ہن  
پاسبان کو چہ لیلی استایں  
کو کجا بگذرید و مسکن گاہ ساخت  
بلکہ او ہم در دو ہم لطف من است  
خاک پایش بہ ز شیران عظیم  
من بشیران کو دہم یک سوئے او  
گفتن امکان نیست خاموش و لسان  
جنت است گلستان و گلستان  
صورت گل را شکستی آمیختی  
ہمچو حیدر باب خیر بر کنی  
کو بدہ می شد بگفتار سقیم  
ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحان

از کرم دانست آن مرغ حریص  
از کرم دانست مرغ آن روانه را  
مرغیگان در طمع دانه شادمان  
گز شادی خواجه آگاهت کنم  
مختصر کردم چو آمده پدید  
قرب ما ہے ده بدہ می تا ختمند  
ہر کہ گیر دیشہ بے اوستا  
ہر کہ در رہ بے قلا و زمرے رود  
ہر کہ تازد سوئے کعبے بیل  
جز کہ نادر باشد اندر خاقین  
مال او یاید کہ کسے بیکنند  
مصطفائے کوکہ جشمش جان بود  
اہل تن را جسمہ علم بالقلم

دانه را بادام لیکن شد محص  
غایت حرص است نے جو دوا عطا  
سوئے آن تزویر پزان و دواں  
ترسم اے رہرو کہ بے گاہت کنم  
خود نبود آن ده ده دیگر گزید  
زانکہ راہ ده نکو نشناختند  
ریشخندے شد بشہر و روستا  
ہر دور روزہ راہ صد سالہ شود  
پہچو این گشتہ گان گرد و بیل  
آدمی سر برزند بے والدیں  
نادرے باشد کہ بر گنج زند  
تا کہ حملن عسک القرآن بود  
واسطہ افراشت در بڈل کرم

<p>چوں در صمان تنگ مروا ہست چوں عذاب مرغ خاکلی بند آب دشکر ریزی چنان ناو ستا بے نوا ایشان ستوراں بجلت</p>	<p>ہر حرفی بہت محروم لے پیر اندریں رہ پنجاویدند و تاب سیر گشتہ از دہ و از روستا بعد ماہ چوں سید نال نظر</p>
---	---

اس بارہ میں اسکی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ بلی کی وقعت کرتا تھا اور اسکو چومتا تھا اور اسکے سامنے گھلا جاتا تھا اور بہت عاجزی کے ساتھ اسکے گرد بھر بھر کر اسے قربان ہوتا تھا بلا سبب الغہ اسکی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد بھرتا ہو وہ کبھی اسکا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اسکو شکر کا شربت پلاتا تھا اسکی یہ حالت دیکھ کر ایک بیہودہ نے کہا کہ اسے مجنوں یہ کیا کر رہے جو تو ہمیشہ کہہ کرتا ہے کہ کائنات ہمیشہ ناپاکی کھاتا۔ اور ہونٹوں سے اپنی پانچخانہ کا مقام صاف کرتا ہے بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس علیکے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا ہی نہ لگی تھی جو اسکے ان کمالات سے واقف تھا جو اسکی نظر سے مخفی تھی اسکا اعتراض سنکر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سر اسر ظاہر پر سیکے ذرا میری آنکھوں سے اسکی باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اسکو ایک عجیب طلسم بتایا ہے یعنی کہ بلی کے کوچ کا پاسبان ہے ذرا اسکی بہت اسکی روح اور اسکی تیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ایسے یہ مبارک رکھتا تو میری بلی کا کتا ہے جو کہ میری جان بچاتا ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ یہی بلی کا دوسرے ہے اور میں ہی۔ جو کتا کہ کوچ بلی میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اسکے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھ کر ہے اور جو کتا اسکی گلی کا رہنے والا ہے میں اسکا ایک بال شیروں کے بوسے میں نہیں دے سکتا۔ اور بلی جسکے کتوں کے شیر غلام ہیں اسکے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہذا خاموش رہنا چاہیے فقط اشعار اسکے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولہ مجنوں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا کا مقولہ ہوا اور اس سے مراد وہ اہل لٹریچر ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دعویٰ وجاہت اصلا نہیں رہتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امرا و سلاطین ہوں اُسوقت ہی ترجمہ وہی ہو گا جو لکھا گیا تھا بلی کی بجائے حق سبحانہ رکھتا تھا اس کے مولانا اشتغال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صورت سگ نے انسانی حقیقت کو خوب کر رکھا تھا



جو جنون کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری سے حقیقت واقعہ کو محسوس کر رکھا ہے پس اگر تم صورت کو  
 چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گنہگار ہی گنہگار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا  
 کہ صورت سے گزرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دیا اور بدل دیکھو نہ گنا تو تجھ کو سب  
 صورتوں کو نکال دیا اور گنا اسکے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکے گا اور جناب علی کریم اللہ جب کی طرح اس درخبر کو ادھیر  
 سکے گا۔ (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات و شہوات و فانی اللہ ہے) جس طرح اُس مترض جنون نے  
 صورت سے دھوکا کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ یوقوت امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی  
 بنا پر گانوں چارہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہنچا وہ خوشا کہ کے جال میں پھنسنے کیلئے  
 خوش خوش چارہا جس طرح پرناس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اسکو مصیبت میں پھنسا ہوا ہے یہ خیر نصیر نہ چلے  
 کے دانوں کو ناستی از کرم و سخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اسکی رہائی اور آزادی نصرت ہو جاتی ہے وہ انکو  
 سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقعہ میں ان کا منشا نمانیت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت و بخشش لیکن  
 چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اسلئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اُس نام فریب کی طرف اوڑھتے ہوئے چلے  
 جاتے ہیں یہی حالت بالکل اسی امیر کی تھی اور وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کیلئے جارہا تھا اور اتنا خوش  
 تھا کہ اگر میں تھے اسکی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں نادم نہ ہو جائے اور ضروری باتیں  
 بیان سے بچائیں اسلئے میں اسکو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گانوں نظر پڑتا اور وہ دہاں پہنچتا اور  
 پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گانوں نہیں بلکہ ہم کسی اور گانوں میں چلے آئے چونکہ گانوں کو جانتے نہ تھے اسلئے آخر کیا  
 ایکھا تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھر ناہی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص بدون استاذ کے کوئی کام کرتا ہے  
 تو کیا شہر کیا دیات ہر جگہ سخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی رستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ  
 ستارہ تو وہ دونوں کا رستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اسکے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص  
 کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران و پریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز انہیں یہ ہے کہ  
 عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر متوجہ نہیں ہوتے اسباب نہ فی حد ذاتہ اسوئز ہیں نہ حق سبحانہ ان کے  
 محتاج لیکن انھوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا واسطہ وہ نتیجہ مرتب نہیں  
 فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا مان باپ کے بچے ہو جائے اسلئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو گنا  
 ہے اور ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ مل جائے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جکا جسم ہی بوجہ غایت  
 لطافت و صلاحیت و فقدان مقتضیات انسانیہ کے روح کے محال۔ تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اسکو بلا واسطہ  
 تعلیم فرمائیں جس طرح جناب رسول اللہ کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے الرحمن علم القرآن بلکہ عام طور پر لوگوں پر  
 غالب ہے جو کہ افاضہ بلا واسطہ سے عادتہ مانع ہے اسلئے ایسے لوگوں کیلئے علم بالقلم فرمایا اور صرف کرم کیلئے تعلیم  
 واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کیلئے راہ کی ضرورت ہے اور بدون راہ ہر کے چلنے والا پریشان

(۲)

ہوتا ہے اس بنار پر اسکا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل فشا درص تھا لہذا درص کے متعلق ہم ایک مفید اور نہایت کارآمد بات ملحوظ کرتے ہیں سنو ہر خریص محروم ہوتا ہے کیونکہ درص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور ناعاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ عرومی دنیا کا می ہے لہذا انکو جو لیسو کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہئے بلکہ آہستہ اور سچ سمجھ کر اور مال ریٹھ کر کے کام کرنا چاہئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں ہمارا اسیکے ساتھ دنا و بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت بیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوتی جیسے منشی کے ہاتھ کو پانی میں ہوتی ہے حتیٰ اگر گانوں سے بھی ان کا بخی بھر گیا اور اس دہقانے سے بھی اور اس گندہ زانراش کی مستکریزی اور کو بھگت سے بھی مگر کرنے کیا مجبور تھے اسلئے گانوں ہی کو لاش کیا اور لاش کر کے ایک ٹیپے کے اندر گانوں میں پونے چپ وہاں پہنچے ہیں تو ان کے پاس سامان رہا تھا اور ان کے قسور و غنیمت لے کر چارہ تھا کیونکہ ران لیکر چلے گئے دو چار دن کا لگ گیا ایک ماہینہ۔

# شجہ نسبی

مجنون کا اس کتے کو نوازنا جو کہ کوچہ لیے ایں رہا کرتا تھا (۳)

پہلو مجنوں کے رامی نواخت      بوسہ شیدا و پیشش سگدخت

یعنی مجنون کی مانند کہ وہ کہتے کہ لو! اگر کرتا تھا اور اسکو چور مارتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرواؤمی گشت خاضع و طواف  
ہیچو حاجی گرد و عیب بے گزاف

یعنی وہ مجنون اس کتے کے گرد و اطراف میں بہت ہی خضوع میں پھیرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے سحرگی کے پھیرتا ہے مطلب یہ کہ اُسکو اس سے سحر کی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی تھی جتنی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

ہم سرپائش ہی بوسیدناف ہم جلاش کرش سید اوصاف

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف جو باکڑیاں تھا اور اس کو شربت قند اور شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بہا الفضولے گفت کامیجنون خام  
 اینج شیدت اینکدی آری ملام

یعنی ایکسا بوا الفضول نے کہا کہ اے مجنون خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اس کے قلب میں تو اسکی الفت نہ تھی اسلئے آجنگو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سنگ وایم بلیدی می خورد مقصد خود را بلب مے استرد

یعنی کتے کا تہہ ہمیشہ بلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقصد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اسکے پھر تو اسکو چومنا چاہتا ہے آج تھو۔

عیدیاں بے اومی شرد عیدیاں از عیدیاں بونے نبرد

یعنی اس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیدیاں رازداں سے کوئی بونہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اسلئے تھا کہ یہ شخص تو عیدیاں تھا اور مجنون عیدیاں یعنی رازداں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اسکو تو مجنون ہی جانتا تھا اس چپا رہے کو کیا خبر کہ ہمیں کیا بات ہے کہ جس سے یہ اسقدر مجبور ہے غرض کہ جب اس نے کتوں کی بہت برائی کر لی تو مجنون بولا کہ۔

گفت مجنون تو ہمہ نشی وتن اندر آو بنگرش از چشم من

یعنی مجنون نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن پرست ہے تو اندر آکر اسکو میری آنکھ سے دیکھ۔

کیں طلسم بستمہ مولی است این پاسبان کو چہ لیلی است این

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اسکی صورت کتنی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی حر نگار کھی ہے اور وہ طلسم اسکی وہی صفت درباری لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اس کی صورت پر۔

ہمتش بین دل مجاہز اشناخت کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت

یعنی اس نے کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اسنے (کیسا) پہچانا اور اس بات کو دیکھو کہ اس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اندر ایک لیلیٰ کے کوچہ میں جو اسنے جگہ بنائی۔ یہ تو اسکو کہ اس سے عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

اوسا گشت رخ آفتاب من است بلکہ او ہمدرد و ہم آفتاب من است

یعنی یہ کتاب مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لطف ہے۔ لطفِ حق تعالیٰ یعنی درو مطلب یہ کہ یہ تو اس کی بدولت میرا ہمدرد اور چاہنے پناہ بن گیا ہے تو جس طرح کہ یہ مجھ کو صرف اس بنا پر اس سے کہ اس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اس کی امداد و منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو اوپر سے آتا تھا اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لئے کہ اس شخص کو دیکھنا ہی تو جو ان کا دوست تھا دیکھنا تھا خوب کہا ہے کہ

مازمہ چشم خود کہ جمال تو دیدہ است  
انتم پیائے خود کہ بکویت رسیدہ است

اے گے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

## آں سکے کہ گشت در کوشش مقیم خاک پایش ز شیران عظیم

یعنی جو کتا کہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پاؤں سے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کھر من اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جیسا اس کتے کی جو کہ مقیم کو پر لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو کہ ظاہر حالت میں اگرچہ خراب و خستہ ہیں مگر مقیم کو حق میں کیوں قدر کے قائل نہ ہونگے ان کی تو خاک پا ہی ان ظاہری غی اور با عزت دنیا داروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

## آں سکے کہ باشد اندر کوئے او من شیران کے دم یکے کوئے او

یعنی جو کتا کہ اس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال ہی شیر و نگو ب دوں مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ ظاہر ذلیل و خوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اس کی تو میں ان دنیا دار و نگو ب دوں ہی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت و الو کو اس کے ہاتھ ہی نہ لگاتے دوں۔ اس لئے کہ اگرچہ اس کی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اس کا ایک ایک بال اس قدر معزز ہے کہ اس کا سارا جسم ہی اس قدر معزز نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اس بال کو ہی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جثہ کو ہی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور عاریتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی با عزت کیوں نہ ہو حقیقی ہمیشہ برتری ہوگی اگرچہ ظاہر میں ہتھوڑی اور کم ہی ہو۔

## ایک شیران مر سگانت را غلام گفتن امکان نیست خالص اسلام

یعنی اسے وہ شخص کہ شیر اس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے لہذا چپ رہو و اسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ شیران دنیاوی ہیں ان کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اس قدر استعداد ہی نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں و اسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت

ہی نہیں بلکہ

## گر ز صورت بگزید ای دوستاں جنت است گلستان و گلستان

یعنی ای دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستان ہی گلستان ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے ناپسندیدہ ہے اگر تم اس سے نظر نہ کرنا چاہو تو پھر تو نوری نور اور جنت ہی جنت ہے اس لئے کہ اُن کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بہر ہے جنت میں اسب کوئی کہ نہ سکتا تھا کہ جلاکس کسی صورت سے قطع نظر کرتے پھر میں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں ہر زمانہ اسکی ایک بہت اہل تہذیب فرماتے ہیں کہ۔

## صورت خود چوں شکستی سوختی صورت گل را شکست سوختی

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ اس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہی اور اسکو فنا کر دو گئے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اسکی صورت ہی تہ ہو گی کہ کو الگ الگ توڑتے اور اُن سے قطع نظر کرتے پھر وہیں جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکے ہو تو یہ بہ ناکہ۔

## بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی پچو حیدر باب خیر بر کنی

یعنی اسکے بعد تو ہر صورت کو توڑ دیکھا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیر کو اوکھاڑ دیا گیا صورت کے توڑنے سے مراد اُن سے قطع نظر کرنا ہے مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ خواجہ صاحب اُن الفاظ کی صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور یہ خبر سنوئی کہ اُسکے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے اُسکے سوالنا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

## نسخہ صورت شد آن خواجہ سلیم کو بدہ می شد گفتار سقیم

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہو گیا کہ وہ اُس گفتار سقیم کی وجہ سے کانوں میں جا رہا تھا یہ کہ چونکہ وہ اُن فنسول باتوں پر فریفتہ ہو گیا تھا اور کذب کو صدق سمجھ ہوئے تھے اسلئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گانو کو روناہ ہو گیا۔ اُسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

## سوئے آن دلے تعلق شادماں پچو مرغے سوئے دانہ متحان

یعنی اس جگہ کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دائہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جا رہا تھا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ جال میں دانہ رکھا گیا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور چھپس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخر کار چھپس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حرص  
دانہ را با دانم لیکن شد چھپس  
یعنی وہ مرغ حرص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال نہ کیا مطلب یہ کہ وہ جانوروں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اس کا غایت کرم ہے کہ نہ کو دانہ کھلا تا ہے مگر وہی اس کے لئے دام تزیویر بن گیا کہ چھپس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را  
غایت حرص است جو دو عطا  
یعنی جانور تو اس کو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جو دو عطا نہیں ہے اس لئے کہ جب صیاد کو حرص نکار ہوئی جب ہی تو اس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

(۷) مرغگان و طمع دانہ شاد ماں  
سوائے آں تزیویر تران دواں  
یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جال کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اوڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اسکے اہل و عیال خوش خوش اس دام تزیویر کی طرف چلا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

گزر شادی خواجہ آگاہت کم  
ترسم سے رہو کہ بی گاہت کم  
یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اسے خواجہ میں ڈیتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کروں گا مطلب یہ کہ اگر میں اس کی خوشی کی لوری کیفیت کو بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہو جائے اور اہل مقصد بھی ہاتھ سے جاتا رہے اس لئے آگے قصہ کو مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں اور خود فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کروم چو آمد وہ پدید  
خود بود آں وہ دیگر گزید  
یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گانوں آیا تو خود وہ گانوں نہ تھا بلکہ کوئی گانوں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا آخر تک بچارے راستہ بہک گئے۔

قرب ماہر وہ بدہ می تاختند  
ز انکہ راہ وہ نکو شاختند

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گانوں در گانوں دوڑ رہے تھے اسلئے کہ گانوں کا راستہ پوری طرح پہچانتے تھے  
مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ گیر و پیشہ بے اوستا رشتہ بے شد بہ شہر روستا

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کرے تو اسکا مذاق ہر شہر اور گانوں میں ہوگا اسلئے کہ کام ہوگا  
نہیں تو مذاق ہی آڑ لگے۔

ہر کہ در رہ بے قلاوڑی رود رہ دوروزہ راہ صد سالہ شود

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اسکو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے مولانا کے کلام  
الفاظ تو اس راہ و چہرہ وال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئی کعبہ بے بیل ہنجو ایں گشتہ گان گرد و بیل

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا بیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

زاتکہ نادر باشد اندر خافقیں کا دمی سر بر زند بے والدین

یعنی اسلئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جیسا سبب ہی  
سے سبب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پائے کا سبب جو درہر ہی ہے اس کے بغیر راہ یا بی بہت مشکل ہے اور اگر  
کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اسکی مثال ہے کہ۔

مال و یا بد کہ بے سیکند نادرے باشد کہ بر گنجے زند

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پرہیز نہ کرے۔

مصطفائی کو کہ جسمش جان بود تاکہ جسم علم القرآن بود

یعنی وہ مصطفیٰ کہاں ہیں کہ ان کا جسم ہی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن ہوں مطلب یہ کہ ایسے  
لوگ کہاں ہیں کہ جبکا جسم ہی مشغول حق میں جان کی طرح ہوا ورائے کام رہی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے  
کہ اسباب کو مہیا کرو اور کام ہو جائے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اسلئے کہ۔

اہل تن را جسمہ علم بالقلم واسطہ فراشت در بزل کرم



یعنی اہل تن کو توجہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالنا مطلب یہ کہ جنگو کہ بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی وہ تو بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کیلئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حر لیسے بہت محروم اے پھر چوں حر لیمان تگ مروا تہستہ تر  
یعنی اے صاحبزادے ہر حر لیس محروم ہے تو تو حر لیمان کی طرح دور کرست چل آہستہ چل تاکہ مطلب تک وصول ہو جائے آگے پھر اس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رہا دیدند و تاب چوں عذاب مرغ خاکلی اندراب  
یعنی اس راہ میں آنکھوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکلی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور انکی یہ حالت ہو گئی تھی کہ۔

سیر گشتہ از دہ و از روستا و ز شکر ریزی چنان ناوستا  
یعنی وہ گانوں سے اور روستائی سب سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اسلئے سخت پریشان ہو کر گئے تھے کہ۔ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ

## شجرہ چیبی

روستائی بین کہ از بدینستی	سیکت بعد اللتیا والتی
روئے نہاں میکند زیشان بروز	تا سوعے باغش نہ بکشاند پوز
آچنناں رو کہ ہمہ برق شوست	از سلمانان نہاں اولیٰ مرست
روہا باشد کہ دیوان چوں گس	بر سرش نبشتہ باش چوں حس



چوں بینی روئے او در تو رفتند  
 در چنای روئے خجیث عاصیه  
 چوں سپید و خانہ اش یافتند  
 در فرو بستن اہل خانہ اش  
 بیک ہنگام درشتی ہم نبود  
 بر درش ماندند ایشان بخیزد  
 نے ز غفلت ہو ماندن ختری  
 بالیہمان بستہ نیکان ز اضطراب  
 او بھی دیدش ہی گفتش سلام  
 گفت باشند من چہ دانم تو کئی  
 والہم روز و شب اندر صنع ہو  
 از خودی خود ندارم ختم بسر  
 ہوش من از غیر حق آگاہ نیست

یاسین آن یا چو دیدی خوش مخند  
 گفت نزد او اسفعا بالنا صیہ  
 بہم خوشیاں سوئے درشت یافتند  
 خواجہ شذریں کہروی یوانہ اش  
 چوں در افتادی بچہ تیزی چہ بود  
 شب بسر روز خود خورشید سوز  
 بلکہ بود از اضطراب بے زری  
 شیر مر دارے خورد از جوع زار  
 کہ فلا نم مر مرا نیست تمام  
 یا بلیدی یا قسریں پاکئی  
 ہیچگونہ نیستم پروائے تو  
 نیست از ہستی سہوئے اثر  
 در دل و جانم بجز از غنیت

گفت ایندم باقیاست شنبه  
 شرح میگردش که من آنم که تو  
 نه فلان روزم خریدم آن متاع  
 نه تو بودی سالها مهمان من  
 سر مهر باشنید ستند خلق  
 او همی گفتش چه گوئی ترهات  
 پنجین شب بار و باران گرفت  
 چون رسید آن کار داند راخوان  
 چون بصدالحاح آمد سوئے در  
 گفت من آن جهمابگذاشتم  
 پنج ساله رخ ویدایں خببروز  
 یک جفا از خوشی و از یار و تبار  
 زانکه دل نهاد بر جور و جفاش

تا برادر شد یمن اخیر  
 لوتها خوری زخوان من و تو  
 کل سر جاوز الا شین شاع  
 نه رسیدت بیکرا ان من  
 شرم دار و رو چو نعمت خور و خلق  
 نه ترا و آنم نه نام تو نه جات  
 کاسمان از بارشش شد در گشت  
 حلقه زد و خواجه که متر راخوان  
 گفت آخر حیرت ای جان پدر  
 ترک کردم آنچه می پنداشتم  
 جان مسکینم دریں سرا و سوز  
 در گرانی هست چوں سه صد هزار  
 جانش خوگر بود بر مهر و وفاش

ہر چہ بر مردم بلاؤ شدت است  
 گفت ای خوشید مہر زوال  
 اشبائے باران بادہ گوشت  
 گفت یک گوشہ است آن باغیان  
 و کفش تیر و کمان ز بہر گرگ  
 گر تو آن خدمت کنی جان تبست  
 گفت صد خدمت کنم تو بجائے وہ  
 سن خنچہم حارسی روز کنم  
 بہر حق مگذارم اشبائے و دودل  
 گوشت خالی شد و اوباعمال  
 چون بلخ بہر گشتہ سوار  
 شب بہر شب جلد گویاں کاؤ خدا  
 این ستر اما کہ شد یا خساں

این لقین دامن خلاف عادت  
 گر تو خونم بختی کردم حلال  
 تابیا بی در قیامت تو شہ  
 ہست اینجا گرگ او پاسباں  
 تازند چون آید آن گرگ ترگ  
 ورنہ جائے دیگر قریبا محبت  
 و ان کماں و تیر در کفم بست  
 گر بر آرد گرگ سہ تیرش زخم  
 آب باران بر سر و در زیر گل  
 رفت آنجا جہان تنگ و مجال  
 از نہیب سیل اندر گنج عمار  
 این ستر اما کہ ستر اما ستر  
 یا کسی کرد از برائے ناکساں

این سکه آنکه اندر طبع خام  
 خاک پاکان بسوی دیوارشان  
 پندۀ یک مرد در روشن دل شوی  
 از ملوک خاک خبر بانگ دل  
 شهرهای خود را زنان نسبت بروج  
 این سکه آنکه بے تدبیر عقل  
 چون شیمانی ز دل شد باشتافت  
 چون پشیمان گشت از دل تاجه کرد  
 آن کمان و تیر اندر دست او  
 گرگ خود بر دوش مسلط چو شهر  
 هر چه هر یک چو گرگ گشتند  
 فرصت آن شهر را ندان هم نبود  
 تا بساید گرگ استیبه زند

ترک گوید خدمت خاص کرام  
 بهتر از عام در زوگلزارشان  
 به که بر فرق شکرهاں روی  
 تو نخواهی یافت از سپیک سبل  
 روستائی کمیت کیچ بے فتوح  
 بانگ غوغای آمدش بگزید نقل  
 زان پس سوغه ندارد و اعتراف  
 بعد از آن سوغه ندارد و آه سرد  
 گرگ را جویاں شهبه سوبه  
 گرگ جویاں دزگرگ او بے خبر  
 اندراں ویرانه شان زخمی زده  
 از نهیب حسد گرگ عنود  
 روستائی ریش خواجه بکند

انچنین دندان گزان تانیش  
 ناگهان تماشال گرگ هشته  
 تیرا بکشد و آن خواجه بر شست  
 اندر افتادن ز حیوان با حبست  
 ناجوان مرد که خر کرده من است  
 اندر و اشکال گرگ ظاهرست  
 گفت باده که حبست از فرج و  
 گشته سخر کرده ام را در ریاض  
 گفت نیکوتر تقصص کن شبست  
 شب غلط بنماید و مبدل بے  
 هم شب هم ابرو هم باران شرف  
 گفت آن برین چو روز روشن است  
 در میان سبت باداں بادرا  
 جان شان از ناف می بدلیب  
 سر بر آورد از فراز پشته  
 ز دریاں حیوان که تا افتاد شیت  
 روستانی ها و کرد و گوشت و  
 گفت این گرگ چون آهرست  
 شکل او از گرگنی او مجبرست  
 من شناسم همچنان کلبه و  
 که مبادت بسط هرگز از القباض  
 شخصه او در شب ناظر محجب است  
 دید صائب شب ندارد و هر کس  
 این سحر یکی غلط آرد شگرت  
 می شناسم با خر کرده من است  
 می شناسم چون مسافر ز اورا

(۱۳)

خواجہ حبیب بیامد تا شگفت  
کابلہ طرار شید آورده  
در تار یکی شناسی با دخر  
آنکہ داند نیم شب گو سالہ را  
خویش تن را عارف و والہ کنی  
کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست  
آنچہ دی خورد دم از اتم یا د نیست  
عاقل و مجنون چشم یاد آر  
آنکہ مرداری خورد یعنی نبید  
مست بنگی را طلاق و نیست  
مستے کا یز بے شاہ فرد  
پس براؤ کلیف چوں باشد روا  
بار کہ نہد و جہاں خر کرہ را

روستانی را گریانش گرفت  
بنگ وافیوں برو با ہم خوردہ  
چوں ندانی مر مرا سے خیرہ سر  
چوں نداند ہمرہ وہ سالہ را  
خاک در چشم مروت می زنی  
در دم گنجائے جزا شد نیست  
این لال زغیر تحیر شاد نیست  
در چنیں بے خویشیم معذور دار  
شرح اورا سوائے معذوران شید  
ہمچو طفل است معاف و معافی است  
صد خم مے در سر مغز آن نکر و  
اسپا قوا گشت و شد بروت و یا  
درس کہ وہد پارسی بومرہ را

بار بر گیرند چوں آمد عرج	گفت حق لیس علی لاعلی حرج
سوئی خود اعمی شدم از حق بصیر	سن محافم از قلیل و از کثیر
لاف مرویشی زنی و بخودی	ہاو ہوئے عاشقان ایزدی
کہ زمین را من ندانم ز آسماں	امتحان کرد غیرت امتحاں
باوخر کر چنیں رسوات کرد	ہستی نفی ترا اثبات کرد

امیر بیچارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے یہو نیچے پروہ دیہاتی کیا جلد یہاں کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا نامہ بدین خیال چھپاتا ہے کہ سب او ایہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پہل کھا نیے لئے نہ کھولیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سدا پاک اور سدا شریف نہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اُس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت سے نہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تمکو لپٹ جائیں بس ایسوں کے ساتھ ٹکرو طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہئے ایسے ہی غیبت اور نافرمان حیروں کیلئے فسق بالائنا صبیحہ دارد وہاں ہے (اس عبارت کو یا تو تقریبہ ماہق بخودی بے مروتوں پر مجبور کیا جائے یا کہا جائے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ تسفعا بالنا صبیحہ زیادہ مناسب و اقرب ہے یا مطلق بے مروتوں پر مجبور کیا جائے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے قد بر) اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب بے گالوں میں یہو نیچے اور وہاں پہونچ کر دریافت کیا کہ فلاں چودہری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے تہ بننا سے ان کو انکا گھر لگ گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھ کر دروازہ کی طرف بڑھے اُس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا ایسوں بدسلوکی کو دیکھ کر بیخود غصہ کے سبب دیوانوں کی مثال زخو درفتہ ہو گیا لیکن سنجی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنوئیں میں گرتے کے بعد تیزی فضول ہے اسلئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اُس کے دروازہ پر پیسے رہے رات کو سردی میں مڑتے تھے دن کو دھوپ میں جلتے تھے اسکا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بُری بلا ہے اُسکے سبب چھ لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوئے ہیں اور

بھوک سے مضطرب ہو کر شیر نرم دار کھاتا ہے۔ امیر جب کبھی اسکو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے امیر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہیں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا برے میں راستہ دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہد میں مصروف ہوں اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپکا اصلاً خیال نہیں مجھے اپنی ہی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں اسلئے کہ میں اپنے کو بالکل مشاچکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر ہی نشان نہیں دیکھتا اس کو غیر بشر کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل و جان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سن کر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے مشابہ ہو گیا کہ اسوقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اسکو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جسکے یہاں تم جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے نہیں بتلاؤ میں نے نہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا ضرور دیا تھا ہر شے لوگ اسکے شاہد ہیں اسلئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاویز کر جائے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں نہاں نہیں ہے اور میں نے تم پر بچہ احسان نہیں کیا میں نے تم پر اسقدر احسان کئے کہ تم سے اور سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تمکو کچھ ہی آن کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے سنہ کھائے اگلے لجاے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نے تمہیں جانتا ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں ان کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابراہیم اور اس روز سے بائش شمر ع ہوئی کہ آج بھی تیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدمہ بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہنچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اس چودہری کے بلائے کو نہ تیر کھٹکتا۔ فی اول تو اس نے اسنے میں چرچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی سخت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے امیر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑ دیے اور جو توقعات مجھے تھے ان سے ان سے وہ بھی چھوڑیں میری اس چپاری جان کو اس سردی اور پیش آفتاب میں رہنے کو سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اسکی وجہ یہ ہے کہ میں تمکو اپنا خالص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یا دوست یا کسی کنبہ واسے سے پہنچتی ہے وہ گرائی میں نہیں لاکر تکلیفوں کی برابر ہوتی ہے بلکہ وہ اسکی ہر وہ وفا کا ذکر ہوتا ہے اسلئے اسکی زیادتی اور ظلم سہنے کیلئے تیار نہیں ہوتا چونکہ وہ تکلیف اسکو خلاف توقع اور خلاف امید پہنچتی ہے اسلئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تمکو نتیجہ نکالنا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہنچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب اند آدمی کو چاہئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جسکے ہونیکے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو حرامہ عرصہ تھا اب اصل مطلب اسامیر نے کہا کہ ات دو بتائی جسکی محبت کا آفتاب نے ال میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب عاف کیا۔ لیکن اتنا کہ آج کی رات ہمکو ایک گوشہ میں جگہ دیدے تاکہ ہم بائش سے بچ جائیں خدا مجھے قیامت میں اسکا اجر دے گا



اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہ وہاں بیٹھ کر بھیڑیے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اُس بھیڑیے کے لئے تیرکان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تاکہ جب وہ آج تو اس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانا دھونڈھ لے میرے لئے کہا کہ آپ ایک خدمت کئے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دیدیجئے اور تیرکان دیدیجئے میں رات بھر سوں گا اور انگوٹھی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیہ میری نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کیلئے آپ مجھے اُس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی ہے اور نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ سب بال بچوں نے اُس تنگ رستے کی بجائیں جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے ورنہ کئی کے سب بچے پر تلے یوں پڑے تھے جیسے مڑباں تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری ہی سزا ہے ہماری ہی سزا ہے ہماری ہی سزا ہے کہ ہم نے یہی سزا ہے کہ ہم نے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب سولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کہیں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اطمینت کا برتاؤ کرے اور اس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طبع خام کیلئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اور اُن کی دیوار چاٹو یہ تمہارے غلام اور اُن کے انگوڑوں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشن دل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اُس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہو گا یعنی اُن سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملیگی وہ دھوکے کی آواز کی طرح دور ہی سے دلو بھانسنے والی ہوگی روح اہل اللہ کے لحاظ سے شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اس کو چاہئے تھا کہ دیہاتی تو دیکھنا شہریوں سے بھی دوستی نہ کرنا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرنا لیکن اُس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لئے یہ مصیبت بھگتنی پڑی علی ہذا شخص بلا سوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چلے گئے اس کی یہی سزا ہے جو اُس شہر کو اسکے تہذیب نہ کر سکتے اور دیہاتی کے قریب میں آجائے پر ملی جبکہ پیشانی دل کی تہ میں اور گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو اپنی غلطی کا اقرار کچھ نہیں بخشا اور جبکہ وہ تہ دل سے اپنے لئے پریشان ہو اور تلافی نہ ہو سکے تو اُس وقت آہ سرد کچھ نافع نہیں ہوتی پس اگر وہ شہری اب پیشیان ہی ہوا تو کیا نتیجہ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہو بھیڑیے کی تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا بھیڑیے تو اس کو خود پٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھیڑیے کی تلاش میں تھا یعنی ہر چھوڑ اور ہر چھوڑاں کیلئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اُس پرانے میں اُن کے ڈنگ لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ نکلتے اور اگر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے اور وہ دیہاتی اس کی فرائی ہو دکھاڑے اس کو اتنی ہی فرصت تھی کہ چھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یوں ہی پریشان رہا حتیٰ کہ ماسے تکلیف کے اس کو اپنہ دم آگیا تھا دفعۃً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے نشہ اپنے تیر چھوڑا حتیٰ کہ وہ نیچے گر گیا اُس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اس کو سنکر اُس نے قافی کے منہ سے آہ نکل گئی اور اپنے اپنے چار پائے سر پٹ لیا اور کہا کہ اسے یا جی یہ تو میرا گدہ ہی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو

صورت یقیناً بھڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اسکے اندر بھڑیے کے علامات ظاہر ہیں اور اسکی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اسکو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو سپہری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہو اور تو کبھی خوش نہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجئے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اسوقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے رات کو اکثر اشیاء مظاہرہ واقع اور دوسرے حقیقت دکھائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اسوقت رات ہی ہے اگر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں پس گوز کی کے درمیان پہنے گیسے کے بچہ کے گوز کو یوں پہچاں سکتا ہوں جسطرح مسافر نوشہ کو یہ سنکر امیر سے صبر نہو سکا وہ کو دا اور کو دا کر انکار کیا نہ پکڑ لیا اور کہا کہ ادا حق بدعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بنگ وافیوں ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں ہی نہیں پہچانتا۔ ابے الحق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچے کے بغیر کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو یہ پہچانے گا تو اپنے کو عارفنا و درخو رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی ہی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سمجھتا مجھے رات کا کھایا یہی یاد نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یا در کہو کہ میں عاشق حق بنانا اور اگر کا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنی بنیہ وغیرہ کی طرف توجہ نہ کرے تو شریعت اسکو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اسکی بیعت اور طلاق ہی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل بھوکے کے اور مفرغ القلم اور غیر مکلف ہے پس جو سستی حق سبحانہ کے کمالات کی بنا پر ہوتی ہے تو سو خم سے بھی دماغ میں پڑا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی سستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مگالت ہو سکتا ہے کہ یہ خدا ہوں عقل کا گھوڑا اگر کرے دست دیا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہے تو کیسے بتا کر میرا رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لا دتا ہے اور تو مرہ کو ہی کوئی قازی یہ باتا کہ نہیں کہ وہان پر اہل ہی نہیں علی ہذا یہی اہل تکلیف نہیں دیکھو نگرے سے بعض احکام کی تفسیر و تشریح ہوتی ہے جو بتا کر بتا کر بتا کر ہیں لیس علی الاصحیح حرج کیوں ہر محض اسلئے کہ وہ اسکی طاقت نہیں کہتا اور انکا اہل نہیں علی ہذا سستی ہی اہل نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اسلئے میں یہ تکلیف سے آزاد ہوں۔ نہ صرف تو اس قسم کی خرافات بلکہ تنہا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الہی کی تسبیح و تہلیل کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی ہی خبر نہیں لیکن غیر امتحان کو تیسکر یہ دعوے ایسے معلوم ہوسکتے ہیں کہ امتحان یہ امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھو کر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی سستی لے کر کہہ رہا ہے

گوز نے تیری ادعائی نفی کو اثبات

بنادیا۔

## شرح شبیری

خواجہ و اسکی قوم کا گائوں میں پہنچنا اور رستانی کا انکو شرارت کی وجہ سے پہنچنا

بعد ماہوچوں رسیدہ آن طرف بینوا ایشان ستوران بے علف

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہنچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور ان کے بیل بے گھاس

روستانی بین کہ از بد بیتی سیکند بعد اللتیا والتی

یعنی اُس گنوار کو دیکھو کہ (کج بیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

بروئے پنہاں سیکند ز ایشان برو تاسوئے باغش نہ بکشانید پوز

یعنی ان لوگوں سے دن دھاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اُسکے باغ کی طرف نہ نہ مکھولیں مطلب یہ کہ وہ لوگ تو بیچارے اکیلاہ کے بعد مارے تھارے اُس گائوں میں پہنچے اور وہ کج بیتی روستائی دن دھاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھر تا ہے اگر رات ہو تو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی نہیں اُنکو تو چارہ انہوں پہاں تلخ نالایت اس قدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دھاڑے دیروں میں دیدے ڈال کر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہو گئی اور صرف اسکو کہ اگر انکی ساتھ مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کیلئے تو یہی کہا جاوے گا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آگیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آن چہاں رو کہ ہمہ رق و شمت از مسلمانان ہاں ولی ترست

یعنی ایسا نہ ہو کہ بالکل کراؤ شہر وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کج بخت شخص کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

روہا باشد کہ دیوانچن گس بر سرش تیشہ نہ باشد چو جس

یعنی بہت بُرا نہ ہوئے ہیں کہ اُن کے سر پر شیطا طیں مکئی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہان ہوں

مطلب یہ کہ بعض ایسے نالایق ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

## چوں بیٹی رئے شان تو فتند یامیدین جان چون بدی خوش مخند

یعنی جب تم ان کا منہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر بیٹیں (یعنی ضرر پہنچاویں) تو یا تو ان کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اسلئے کہ مثل مشہور ہے کہ سنئے اور بچنے بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

## درجہاں رونے خبیث عاصیہ گفت یزداں سفعا با لناصریہ

یعنی ایسی ہی رونی عاصی کے بارہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سفعا با لناصریہ (یعنی اسکی بیٹانی کے بال بکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر ان مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے ہیں کہ۔

## چوں پسینہ خالاش یافتند پھچو خوشان ہو درشتا فتند

یعنی اونھوں نے پوچھ پانچ کر اسکا گہر پالیا تو عزیزوں کی طرح اسکے دروازہ کی طرف دوڑے تاکہ دروازہ کھلوایں مگر گہر والے ہی تو اسی نالایق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انھوں نے یہ کیا کہ۔

## در فرو بستند اہل خانہ آتش خواجہ شد زین کجروی لواہوش

یعنی اسکے گہروالوں نے دروازہ بند کر لیا تو یہ خواجہ ان کی اس کجروی سے دیوانہ سا رہ گیا۔

## لیک ہنگام درشتی ہم نبود چوں در افتادی کچہ تیزی چہود

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنوئیں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا قاتل ہو تو اب تو اچھٹے اگر اسوقت تیزی کرتے میں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جلد راسید ہو لی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخری پانچوں نے یہ کیا کہ۔

## بر درش ماندن ایشان خپس روز شرب بسر باروز خود خوشید روز

یعنی یہ لوگ اس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خود آفتاب لایا اور انہوں نے زحمت ہو دماندن نے خری بلکہ بود از اضطرار و بسے نہ رہی

یعنی اُن کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا لگہ جھبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطراب اور بے زری کی بدولت  
تھا کہ بیچاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہو گیا تھا اُن کی یہ حالت تھی کہ۔

یا لہٰیاں بستہ نریاں راضطراب شیر مرداری خور واذ جوع زار  
یعنی نیکو انسانوں کی ساتھ بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و زار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح  
مصیبت کے مارے پر پڑے ہوئے تھے۔

اوہمی دیدش ہی گردش سلام کہ نام مر مر انیسیت نام  
یعنی وہ خواجہ اُس نالایق کو دیکھتا تھا تو اُس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ اسے میں فلاں ہوں اور میرا کیا نام

گفت باشند من چہ دانم تو کئی یا پیدی یا قسین پاکئی  
یعنی وہ روستائی جہیت کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلیدی یا کسی بالکی کا ساتھی ہے۔  
یہ کہ وہ جہیت کہتا کہ بھائی تم کوئی ہو گے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا بڑے ہو اور کہتا کہ کیا میری تو یہ

والہم روز و شب اندر صانع ہو ہیچ کو نہ نیستم پر وائے تو  
یعنی میں تو صانع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبری نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر نیست از ہستی سرویم اثر

یعنی میں تو اپنی ہستی کی ہی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سرو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ جہیت صوفی  
بننا تھا اور کہتا تھا کہ جیسا میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی ہی خبر نہیں  
میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تھاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری  
یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست در دل و جانم بجز اللہ نیست

یعنی میں سے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں میں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہو جب اس خواجہ  
سے اس قدر سہ مہری دیکھی تو اُس کو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفتہ اندام باقیامت شد شبیہ تیار اور شد لفر من اخیه

یعنی وہ خواجہ ابوالاکرم یہ وقت تو مشاہیر قیامت کے ہو گیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھائی گئے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس  
خواجہ کو اس وقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے غیث کو غارت ہی کرے الحمد للہ الذی عافانی  
مما ابتلاکے تو فضلہ علی کثیر ممن خلق تفصیلاً اسکی حالت کو دیکھ کر تو یہ دعایا داتی ہے اللہ ایسے  
شخص سے بچا دے۔

شرح میکر و ش کہ سن آنم کہ تو لو تھا خوردی و خواں من و تو

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کبھی) میں دو ہوں جبکہ دسترخوان سے تو نے دونوں وقت کھانے  
کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع کل سراج و زلاتین شام

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ سب بابت خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گزر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب  
یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ تجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا  
تھا اور میں تیری ساتھ احسان کیا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ۔

نے تو بودی سالہا مہمان من نے رسیدت بکراں احسان من

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے سیرجید احسان میں ہونے والے ہونے والے ہونے والے  
انکاری ہے یعنی ہونے والے ہیں۔

سر مہر ما شنیدستند خلق شرم دار درو چو نمست خورد و خلق

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر خلق کوئی نعمت نہ لکھا لیتا ہے تو نہ کو شرم آیا کرتی ہے  
اور وہ اس صاحب نعمت کا شکر گزار ہوتا ہے مگر وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا کر لی تھیں

اوہی گفتش چہ گوئی تر بات نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات

یعنی وہ (خجندہ) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نے تجھے جانوں تیرے نام کو انہی تیری بات  
قیام کو غرض کہ وہ بچا ہے اسی طرح باہر سے ہے اور اس نالائق نے انکو پوچھنا تھا کہ پوچھا کہ کیا اس کا نام ہے کہ اس کا نام ہے

پنجہیں شب بار بار نے گرفت کا سماں زباں ششتر ششتر و ششتر

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اسقدر بارش ہوئی) کہ آسمان اس بارش سے تعجب میں ہو گیا کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

**چوں رسیدش کار اندر استخوان** **حلقہ زد خواجہ کہ مہتر انجواں**

یعنی جبکہ چھری اسکی ہڈی تک پہنچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہنچ گئی تو) خواجہ نے کہندی کھٹکھٹائی کہ دریا جو دہری جی ٹوٹا اور بیجا یہ ہے کہ چھیٹ اردو زبان کا مہتر (یعنی غبنکی) تھا۔

**چوں لبدا الحاح آمد سوئے در** **گفت آخر چسیت ام جان پدر**

یعنی جبکہ وہ خواجہ سیکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بوالاکہ میان آخر کیا ہے۔

**گفت من آن حقما نگذاشتم** **ترک کردم انچه می پنداشتم**

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے اُن حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اُسکو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا اُن سبکو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھے یہ کہتا ہوں کہ۔

**پنج سالہ رنج دید این پنج روز** **جاں سکینم دریں سرا و سوز**

یعنی میری جاں سکین نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اسقدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک کلفت ہی کلفت گزری ہے

**یک جفا از خوش و از یار و تبار** **در گرانی ہست چہل ہی صد ہزار**

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے۔

**ز انکہ دل نہ داد بر جور و جفاش** **جانش خوگر بود با مہر و وفاش**

یعنی اسلئے کہ اس شخص نے اُن لوگوں کی جفا پر تول نہ رکھا تھا تو اسکی جان تو اُن کی مہر وفا کی خوگر تھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کوئی ذرا سی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اسلئے کہ اُسکو ان لوگوں سے امید وفا ہی کی ہوئی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو نہ لاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے بولانا فرماتے ہیں کہ



## ہر چہ پر مردم بلا و شدت است این یقین و اس کہ خلاف عادت است

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے پس اگر کسی سے امید نہ ہو تو اس کے خلاف بھی نہ ہو گا اور پھر کلفت بھی نہ ہو گی تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حجت سے امید رکھتا ہے بلکہ امید رکھتا ہے کہ ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے نہ ملے اور امید ہی مست رکھو غیر حبس نے بہت ہی الحاح و زاری کی تو وہ تالافت بولا کہ۔

## گفت یک گوشہ است این باغبان ہست اینچا اگر گراو پاسباں

یعنی اُس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھڑیے کا پاسباں ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک گوشہ باغبان کا ہے زمین وہ رہتا ہے اور رات کو وہ سپاتی کرتا ہے تاکہ بھڑیا نہ کھسکے۔

## دکفش تیر و کمان زبر گرگ تازند چوں آید آں گرگ ترگ

یعنی اسکے ہاتھ میں بھڑیے کے لئے تیر و کمان ہے تاکہ جب وہ گرگ قوی ہو جائے تو اسکے مار دے۔

## گر تو آں خدمت کنی جان بست ورنہ جائے دیگر و فرماے حسرت

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمھاری ہے ورنہ دوسری تلاش کرو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر و جگہ تم کو مل سکتی ہے۔ نیز اس بیچارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اُس نے اُسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

## گفت خدمت کنم تو جائے وہ واں کمان و تیر در کف دست

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری خدمتیں کروں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر یہ سب ہاتھ میں ہے۔

## من نہ چسپم حارسی کہنم گر بر آرد گرگ سر تیرش زخم

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں کو تو نگاہ نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھڑیا ترنگا لیا تو میں اسکے تیر مار دوں گا۔

## بہر حق مگذارم اشبا و دؤل آب باراں بر سر در زبر گل



یعنی اسے درود سے خدا کے واسطے اچکی رات مجھے (باہر است) چھوڑا سنے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے پٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دید سے خیر اُس نے وہ جگہ اور وہ عمدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشہ خالی بدو او با عیال رفت آنجا چاہے تنگ و پر مجال

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ مع اہل و عیال کے اُس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولا نگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب فی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ بر بہار گزشتہ سوار از نہیب بیل ندر کبج غار  
یعنی مڑی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اُس غار کے کونے میں خوف بیل سے سوار تھے یعنی بیل ایک پر ایک بیڑا ہوا تھا۔

شب بہ شب جگہ گویاں کا تو خدا ایں کراما سنا سنا  
یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور تمہاری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں کراما شد یا خساں یا کسے کرد از برائے ناکساں  
یعنی یہ اُس شخص کی سزا ہے جو کہ مکینوں کا دوست بنایا اُس نے نالائقوں کی ساتھ لائق جیسا معاملہ کیا۔

ایں کراما ندر طمع خام ترک گوید خدمت خاک کرام  
یعنی یہ سزا اُس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرات اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کر دے مولانا انکی حالت استقلال فرماتے ہیں اُن لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ انکو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدہری کا نہ رکھا۔

خاک پاکان بسی دیو ارشاں بہتر از عام و رز و گلزار شاں  
یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور انکی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور اُن کے انگوروں اور اُن کے گلزار سے بہتر ہے طالب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے ہی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

## بندہ یک مرد و شندل شوی بہ کہ بر فرق سر شاہان روی

یعنی کسی مرد و شندل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ پاؤں شاہوں کے سر پر چاہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو۔ اس لئے کہ۔

## از ملوک خاک جز بانگ دل تو نحو اسی یافت ایسی کیل

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی ہجر اسکے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

## شہریان خود روزنانبشوح روستائی کیست کیجے فتوح

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کر رہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک حق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہ زن ہیں تو بھلا یہ گنوار جسکو کہ عقل ہی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

## این سکر آنگہ بے تدبیر عقل بانگ غولے آمدش بگزید نقل

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جسکو ایک آواز غولائی تو اس نے بے تدبیر عقل سے نقل اختیار کر لیا مطلب یہ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اسکی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

## چوں پشیمانی ز دل شد باشتا زان پس سوئے نادر اعتراف

یعنی جبکہ پشیمانی دل سے سویا ہے قلب تک پہنچ گئی تو اس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اسکی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

## چوں پشیمان گشت از دل زنجیر کرد بعد از ان سودش نادر او سرود

یعنی جبکہ اپنے کئے پر دل پشیمان ہو لیا تو اسکو آہ سرد کرتا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہو کر قی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب کام ختم ہو چکا تو اب

افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو چلتا ہے سے جب چڑیاں جگ گئیں کہیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اسے مکر اور کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہو آخر کار یہ ہوا کہ۔

اے کمان تیر اندر دست او گرگ راجیاں ہمہ شب سو سو

یعنی وہ کمان اور تیر اسکے ہاتھ میں تھا اور ایدہر او دہر بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ برے خود مسلط چوں شرر گرگ جویاں وز گرگ او بخیر

یعنی بھیڑیا تو اسیہ خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈ رہا تھا اور اس گرگ سے بخیر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خیال نہ تھی کہ وہ اسیہ مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بخیر تھا آگے ترقی کو کہے فرماتے ہیں کہ۔

ہر شب و ہر یک چوں گرگے شدہ اندراں ویرانہ شان خمے شدہ

یعنی ہر چھپر اور ہر سو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اُس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا ان بیچاروں کے اوپر ہر شب اور ہر سو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا عرض کہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشاندن ہم نہ بود از نہیب حملہ گرگ عنود

یعنی اُس بچہ کے ہٹانے کی ہی اُس گرگ عنود کی خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تا تیا پید گرگ آسبے زند روستائی ریش خواجہ کند

یعنی تاکہ کہیں بھیڑیا نہ آجائے اور گزند ہو پنچائے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے

ایں چندین دن ان زنان تانمیشب جان شان از نات می آید بلب

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدمی رات تک نہ انت بچا پھر اور انکی جان نات سے لب پڑتی تھی غرض کہ وہ بیچارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گر کے ہشتہ سر بر آورد از فراز پشته

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیے کی جیسی شکل نے ایک پختہ پرستہ سزکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر ایکشاد آں خواجہ ز شست ز دریاں حواں کہ تا افتاد پشت

یعنی خواجہ نے شست تیر کو کھینچا اور اُس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتاد ز حواں با جمیت روستائی ہا و کرد و کویت

یعنی گرنے میں اُس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

تا جوافردا کہ خر کہہ من است گفتن ایں گرگوں آہرین است

یعنی اے تا جوافردا کہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑ یا مثل شیطان کے ہے۔

اندر و اشکال گر کے ظاہر است شکل اواز گرگی او مخبر است

یعنی اسکے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اُنکی شکل اُنکی گرگی سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ یہ یقیناً

بھیڑ یا ہے اور اسکے اندر تو صاف طور پر بھیڑیے کی شکل ظاہر ہے تو اُس روستائی نے کہا کہ۔

گفتن بے کہ جرئت فرج و می شناسم بچپاں کا بے زو

یعنی اُس روستائی نے کہا کہ نہیں اُنکی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اُنکو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کپانی

کو مشراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اُنکو ایک دوسرے سے شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اُنکے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشمہ خر کہہ ام را در ریاض کہ مبادت بسطہ گز از نقباض

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچے کو باغوں میں بارڈالا ہے تو خدا کے تجھے حالت نقباض سے بسطہ کھی نہو۔

مطلب یہ کہ اُنکو بد دعا دیتا ہے کہ خدا کے تجھے بھی آرام نصیب نہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفتنیک تو تر نفس کن شب است شخصہا در شب ناظر مجب است

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کرو اسلئے کہ رات ہے اور جسے رات میں نہ سمجھنے والے سے پوشیدہ ہونے میں  
یعنی اس نے کہا کہ ذرا تلاش کرو اور غور کرو اسلئے کہ اکثر دھوکہ اہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیے کو گمراہی  
کا کچھ نہ بنے ہو۔

شب غلط نہایت مہل ہے دید شب صائب نثار و ہر کے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مہل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ  
رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب و ہم ایر و ہم باران نثار ایں سہ تار کی غلط آر و شگرت

یعنی رات بھی ہے اور بار بھی اور بارش سخت ہی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ  
خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھ تو اندھیری ہی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ایر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر  
جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھے کی بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر چرخ روز روشن است می شناسم باد خزر کہ من است

یعنی اس نے کہا کہ یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر ہے) اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے

در میان بہت باد آں باد را می شناسم چوں مسافر زاد را

یعنی بیس گوزوں میں نہی میں گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سچاں مشہور لانا نے تشبیہ  
بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو اسی تو ہو داد داد وادہ سچاں  
قربان جائے جب اس غیبت نے یہ کہا تو آخر اس بچہ پر خواجہ کو بھی غصہ آگیا۔

خواجہ چہرہ بہت مہل و ناشگفت روستائی را گریبان نش گرفت

یعنی خواجہ اوجھلا اور بے صبر ہو گیا اور اس دیہاتی (غیبت) کا گریبان بکڑ لیا اور بولا کہ۔

کابلہ طرار شید آورده بنگ افیوں ہر دو با ہم خوردہ

یعنی کہ اسے بے وقوف چالاک تو نہ لایا ہے اور بنگ اور افیوں تو نے لاکر کھائی ہیں اسلئے نفہ زیادہ ہو گیا جو  
ایسی باتیں کر رہا ہے۔

دست تاریکی شناسی باوخر چوں ندانی مر مرا سے خیر و سر

یعنی تین تاریکیوں میں گوزر کر تو پہچانتا ہے تو اسے یہ وقت مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب کو سالہ را چوں نداند ہمدہ سالہ را

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان سے وہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب یہ کہ جب شناخت اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو اسکو کیوں شناخت نہیں کرتا اور اگر اسکو نہیں پہچانتا تو اسکو کس طرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شدارت ہے اور کچھ نہیں۔

خوشی تن اعارف و والہ کنی خاک در چشم مروت می زنی

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ڈالتا ہے یعنی بے مروتی تو اس قدر کرتا ہے اور پھر عارف حق ہی بنتا ہے شہم نہیں آتی ہے اور اگلتا ہے کہ۔

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست در دم گنج ابجز اشد نیست

یعنی کہ مجھے اپنے سے ہی آگاہ ہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوا خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

انچہ دے خور دم از انم یاد نیست این دل ز غیر تحیر شاد نیست

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر تربت سے شاد نہیں ہے یعنی آئیں جو حق کے اور ٹوٹی ہے ہی نہیں۔

غافل و مجنون حشم یاد آر در چنین خویشیم معذور وار

یعنی مجھے غافل و مجنون حشم یاد آ رہی ہے تو اسی بے خویشی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تمکیر بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اہمیں مجھے معذور سمجھو سنا کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیند شرع اور اسوئ معذوران شید

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب نوشی نے اسکو ہی معذوروں کی طرف کھینچا ہے۔  
مست و تنگی ر اطلاق و بیعیت ہم چو طغیاست و معاف و مطلق است

یعنی است اور سنگ داسے کی طلاق اور بیعت نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور طلاق چھوڑا  
کہ اسے ہمارے امام صاحب کے یہاں نہ باز کی طلاق تو واقع ہو جاتی ہے مگر بیعت واقع نہیں ہوتی۔ اور امام شافعی  
کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص کہ حرام شے کھا کر بخود ہوا ہے اسکو بھی معذور کہا  
جاتا ہے اگرچہ بعض امام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کا یزید بوسے شاہ فرد صد خم سے در سر مغز ایں نگر د

یعنی جیستی کہ اس شاہ کیتا کی بوسے آئے اسی تو سر شراب کے مشکوں نے ہی سر اور سر مغز میں نہیں ہے  
یہ کہ جیستی کہ مستی حق ہے دینی تو سیکڑوں خم میں ہی نہیں ہے۔

پس براؤ تکلیف چوں باشد روا اسقاط گشت شکر دست عیا

یعنی پھر آپر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ شکر  
کہ مست حق ہو آپر کس طرح احکام جاری ہونگے لفظی بات ہے کہ وہ بطریق اولیٰ معذور ہو گا اسکی تو اسکی توجہ  
کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست پا ہو گیا تو اسکو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست حق ہو گیا وہ بھی معذور ہو گا

بار کہ نہد در جہاں خسر کرہ را درس کہ دہد پارسی بومرہ را

یعنی گدھے کے بچہ پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ لئیت شیطان کی ہے مطلب  
یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اسلئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان  
جو کہ اور دنکو ٹپھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھیں گا تو اسی طرح مست حق کو تکلیف احکام دنیا سخت غیر موزوں ہے  
اور قاعدہ ہے کہ۔

گفت حق لیس علی الاعوج جج بار بر گیرند چون آمد عسج

یعنی جب انگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے

بہچنین لیس علی الاعوج جج نیست بے چوں عمی و چوں مرج

یعنی اسی طرح انگڑے پر جج نہیں ہے اسلئے کہ اندھے پن اور انگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ  
دیکھو اندھے انگڑے جو معذور ہوں انکو حق تعالیٰ نے ہی معذور رکھا ہے تو پس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

سوئے خود اعمی شد م از حق بصیر پس معام از قلیل و از کثیر

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں پس میں قلیل و کثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں۔ اور مجھ پر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ خواجہ نے اُس روستائی سے کہا کہ کہتے تو یہ کہنا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی بے خودی ہائے وہوئے عاشقان اینرودی

یعنی درویشی اور بے خودی کی پہنچی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمین را من ندانم ز آسماں امتحانت کرد غیرت امتحان

یعنی کہیں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق سے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ سے تیرا امتحان کیا ہے کہ اُس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کر آیا اور اسوقت آپکے استغراق کی حقیقت کھل گئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اُس کا گوز تلف ہے۔

باوخر کرہ چنیں رسوات کرد ہستی نفی ترا اثبات کرد

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت کر دیا مطلب یہ کہ تو چاہتی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے ہوا سنا فرماتے ہیں کہ

## شرح حبیبی

ایچنیں گیر درمبہ صیدا

ہر کہ گویدین شدم ہرنگ

پنجگان راہ جویش نشان

افگند در پیش او شہ اطلس

ایچنیں سوا کند حق شیدا

صد ہزاران امتحان اسٹے پیر

گرنہ اند عامہ اور از امتحان

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے



کہ بریں را بغلطاق فراخ      ز اتحاں پیدا شود اوراد شیاخ  
گزبوی اتحاں ہریدے      ہر محنت دروغاں ستم بے  
خود محنت راز رہ پوشیدگیگر      چوں بہ بیند زخمی گرد و اسیر

اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو بھلا کھو بھلا کیوں دلیل کہتے ہیں جس طرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہذا تم کو دعاوی باطل سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اسکا امتحان نہیں کر سکتے تو اس رستہ کے ماہرین تو اسکا کھوج لگاتے ہیں کہ اس رستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے کہ ذرا بغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اس کے دعویٰ کی دو تہیں صحت و بطلان نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کئے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدو ان امتحان کے کیونکر قابل قبول ہو گا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل دعاوی صادق و کاذب میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو براہِ غلط بحث ہو جاتا اور فسادِ عظیم لازم آ جاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب سبکی تبلیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی محنت نے بد دعویٰ رستی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کا ذہن تہ اہل اللہ کی صورت بھی بنالی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ محنت زخم کھائیگا تو بجائے اسکے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار نہ کرلو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئیگا اسکی بھی حقیقت کھل جائے گی۔

## شرح شبیری

ایچنین رسوا کند حق شید را      ایچنین گیر در میدہ صید را

یہ حق تعالیٰ اس طرح مکر کر رہا کرتے ہیں اور اس طرح بھاسے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔  
صد ہزاراں امتحانات لے پدے      ہر کہ گوید من شدم سر تنگ در

یعنی باوا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی گنتا ہے کہ میں سپاہی ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اُسکے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

## گر نہ تمامہ اور از امتحان پختگاں راہ جو بندش نشان

یعنی اگر عوام اُسکو امتحان سے پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اُسکے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اُسکو پہچان لیتے ہیں اور اُسکے امتحانات کرتے ہیں آگے اُسکی مثال فرماتے ہیں کہ

## چوں کند دعویٰ خیاطی کسے افگند در پیش او شہ اطلسے

یعنی جب کوئی درزی ہو نیکاد دعویٰ کرے تو بادشاہ اُسکے آگے ایک اطلس ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

## کہ ہر ایں را بخلطاق فرسخ ز امتحان پیدا شود اوراد و شلخ

یعنی کہ اسکا ایک قبائرفرخ تراش دے تو امتحان سے اُسکی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے ہو جھٹکے کچھ نہیں ہیں۔

## گر نبود امتحان ہر بدے ہر محنت دروغا رستم بدے

یعنی اگر ہر آدمی کا امتحان نہ ہو کر نہ تو ہر محنت لڑائی میں رستم نجایا کرتا اسلئے زبان سے کہ لینا کیا شغل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں

## خود محنت راز رہ پوشیدہ گیر چوں بہ بیند زخم او گرد و اسیر

یعنی محنت کو زہ پہنے ہوئے بھی فرض کر لو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر محنت نام و سارے سامان حفاظت کے بھی کرے مگر اُس فطری ضعف طبع کو کہاں بچاؤ گا تو جب خون نکلا اور اُنکی پھونک نکلے گی ساری تحقیقت معلوم ہو جاوے گی تو اس طرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرتا ہے وہ غلط و بھیظاں ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اسی خواب کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اسکو بڑبھلا کہہ رہا ہے اُس فوج سے کہ

شرح حبیبی

مست مے ہیشیا گرد از دبور

بادہ حق راست باشد مے دوع

ساختی خود را بنید و بازید

بدرگی ذیلی و حرص و آرز

خویش را منصور علاج کنی

کہ نہ بشناسم عمر از بولب

لے خرے کایں از تو خرابا کند

خویش را از ہرواں کمتر شمر

باز پر از شید و سوئے عقل تاز

خویش تن را عاشق حق ساختی

عاشق و معشوق را در ستیخیز

تو چو خود را بکج و بے خود کردہ

روکہ نشناسم ترا از من بجز

مست حق نیاید بخود از نفخ ضرور

دوع غوردی دوع غوردی دوع دوع

روکہ نشناسم تیر را از کلید

چوں کنی پناہاں بیشک مکرنا

آتش در نیبہ یاران زنی

باد خر کہہ شناسم نیم شب

خویش را بہر تو کور و کر کند

تو حریف رہزنانی کہ مخور

کے پردہ آسماں پر مجاز

عشق باد بوسیا ہے باختی

دو بد و بند دو پیش آرند تیز

خون رز کوخوں مارا خود رہ

عاشق بے خویشم و ہلول و

ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہوں اور مخاطب ہمدی کا ذب ہوا اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہوں اور مخاطب وہ دہقانی ہو۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل مسئلے مدعی کا ذب یا او دہقانی یا در کھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ بچھو اہوا سے ہوش میں آسکتے ہیں اور مدعی کا ذب ذرات محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفع تصور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آسکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اسکا نشہ کا ذب نہیں ہوتا نشہ کا ذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھو تونے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اسلئے اسکو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو دہی کو شراب متعارف سے تو نے اپنے کو جذبہ اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کتاب ہے کہ جاؤ مجھے تو کھڑی اور بچی میں بھی تمیز نہیں میں تو مشاہدہ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بد ذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کمالی اور حرص و طمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منظور خلاج بناتا ہے اور بار و دستوں کو بھی جھولے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کتاب ہے کہ مجھے حضرت عمر اور ابوباب میں اتنا یاد نہیں میں اتنا بخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کتاب ہے کہ میں آدمی رات کو گدھے کے پیچے کے گوز کو چھپاتا ہوں یا اس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کاندھا اور ہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سننے ہی نہیں ہو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں یا سننے تو سہی لیکن ان کے منافع و منکوحہ سمجھے ہی نہیں اسے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ اُن سے اپنے کو حقیر سمجھو تو ہر و راہ حق نہیں بلکہ تو تو رہنروں کا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے کوہ مت کھا کر کو چھوڑا اور ہوش میں آ۔ یاد رکھ تو دھنوی پوئے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنائے سے مقرب نہیں بن سکتا وقف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اسکی طاعت میں سرگرم ہے دیکھن قیامت میں تجکو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرمت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لجا ئیں گے اسوقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا خون پیسا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اسکی بنے یعنی بندگان حق سبحانہ کو یا ہلکے ستا ئیں گی شامت ہے کہ تو بوائے تصنع میں گرفتار ہوا ہے اور کتاب ہے کہ جاؤ میں تمکو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بخود ہوں اور گاؤں کا بھول ہوں۔

شرح شیری

## مست و ہشیار چوں شہزاد و پور مست حق ناید بخود از نفع صور

یعنی مست شراب تو دلو سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق نفع صورت سے بھی خودی میں نہیں آتا مطلب یہ کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو بچھو اہو اسے ہشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی ٹھنکی سے ہوش آجاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہشیار ہو جاتا ہے مگر مست حق نفع صورت سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اسی طرح مسرور اور خوش و خرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کا یحییٰ ہم الفزع الاکبر تو اس وقت اُن پر جو حالت ہوگی اُس حالت میں وہ کیفیت حسب حق کی تو اُن سے زائل ہوگی وہ ریگی اسلئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اس قدر عظیم واقعہ سے بھی اُس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گویا خیر سے جاتا رہے کاحول ولا قوۃ الا باللہ تف ہے نالائق بغیث اور اُس نے کہا کہ

## یادہ حق راست با شہزادے دروغ دوغ خور می دوغ خور می دوغ دوغ

یعنی یادہ حق نور راست ہو اگر تا ہے نہ کہ دروغ اسے تو نے دوغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھ کو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیا پر مغرور ہو رہا ہے۔

## ساختی خود را جنسید و بایزید رو کہ شناسم تبر را از کلید

یعنی تو نے اپنے کو جنسید اور بایزید بنایا ہے اور کتاب ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اس قدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تیرے بتا کہ

## بدرگی و منبلی و حرص و آرزو کنی نہاں بشیلے مکر ساز

یعنی اگر مکر ساز بدلی کو اور کائی کو اور حرص و آرزو کو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ مخنث نے زرہ پرن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر کے مگر اپنی اصلی اور حقیقی عادت ضعیف طبیعت سے تو مغرور ہے اُس کو کہاں ہٹا دے گا تو اس طرح اگرچہ تو نے بہت عبادت و قبالہ لائے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپایا گا اُسے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

## خویش را منصور صلاحی کنی آتش در پے پیارا زنی

یعنی اپنے کو تو منصور صلاحی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی رونی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کتاب بتایا کہ آپ  
نذات سے اس سے آپ کو صلاح کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ رونی دھنی گئی تھی تو  
آپ کو صلاح کہتے ہیں اور انکا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انحق والے حسین ابن منصور  
ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اُس خواہنے کے کہ لے لے منصور کی کرامت سے تو رونی درست  
ہو گئی تھی اور تو انکی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی رونی میں آگ لگاتا ہے یعنی انکو نقصان پہنچاتا ہے ان کو  
دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولب باوخر کرہ شناسم نہ شب

یعنی عمر کو بولب سے (ممتاز کر کے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوزخر کرہ کو آدمی رات کو بھی شناخت لیتا ہوں۔

اے خرمے کایں از تو خربا و رکن خویش را بہر تو کور کر کن

یعنی ارے گدے تجھے اس بات کو وہ گدے یقین کر لیا جو کہ اپنے آپ کو تیسرے کو رو کر لیا مطلب یہ کہ یہ فتنہ بانا  
بجائے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواہ کہتا ہے کہ

خویش را از ہر واں کمتر شم تو ہیف رہزنانی گمہ مخور

یعنی اپنے کو سالکین سے کم سمجھا سکتے کہ تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو عوی کر کے) گمہ مخور کھا یعنی فضول بڑائی  
مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پر از نشید دسوی عقل تاز کے پردہ بر آسمان مجاز

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑا سکتے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس  
حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہو سکتا لہذا اس مکر کو چھوڑو اور ان اپنے تراشے ہوئے  
ظاہری کمالات پر غرور مت کرو کہ فضول ہیں۔

خویشتر را عاشق حتی ساختی عشق باو یوسیا ہے باشتی

یعنی تو اپنے کو عاشق حتی بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیہسیا کی ساختہ گڑھا ہے یعنی ساختہ شیطان کا بنا  
ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حتی ہوں۔

عاشق و معشوق را در ستیخ دوید دیند نہ پیش آرزو بہتر

یعنی عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باز نہیں گے اور تیزی کیساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاوینگے اسلئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کیساتھ ہے تو اسکو اور شیطان کو ساتھ لاوینگے پھر دیکھو کہ شیطان کہاں جاویگا وہیں یہ حضرت بھی چلیں گے۔

## تو چو خود رنج و بے خود کردہ خون رز کو خون مارا خوردہ

یعنی تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بخود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ یہ جو تو دیوانہ اور بخود بنا ہوا ہے یہ شراب کیوہ سے نہیں ہے اسے کھنت تو نے تو کھلو ستیا ہے اور ہمارا خون کھلیا ہے اسکی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کتا ہے کہ

## رو کہ شناسم ترا از من بجز عاشق بے خوشیم و بسلول دہ

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بخود ہوں اور گانوں کا بسلول ہوں یعنی کتا ہے کہ بھائی میں تو بخود ہو گیا ہوں میں کیونہیں پہچانتا اور جطر کہ حضرت بسلول مست حق تھے اسبطرح میں بھی ہوں (کھنت بسلول بنتا ہے بخلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

## شرح حبیبی

کہ طبق گردور نبود از طبق

صد کرامت دارد و کار و کوب

موم در دست چو آہن می بود

قرب و جی عشق دارند این کرام

می زند خورشید بر گھا روز

تو تو ہم میکنی از قرب حق

آن نمی بینی کہ قرب اولیاء

آہن از دواؤد موم می شود

قرب خلق و رزق بر چہلہ است عام

قرب بر انواع باشد پد

لیک قمر بہت باز شید را  
شاخ خشک ترقیب آفتاب  
لیک کوآن قربت شاخ طری  
شاخ خشک قربت آن آفتاب  
بنگاری کلن شاخ خشک قربت خور  
آن چنان مستی مباحش امیخیزد  
بلکہ زان مستان کہ چوں میخیزند  
اے گرفتہ چو گرہ موشنیر  
اے خورده از خیال جامیر  
میفتی این سووآں سوست وار  
گرید آتشوراہ یابی بعد زان  
جملہ زیں سووآں سوگمن  
آن خضر جاں کز اجل نہر اسداو

کہ از ان آگہ نباشد پید را  
آفتاب زہر دو کے دار و حجاب  
کہ ثمار پختہ از وے می بری  
غیر زو تر خشک گشتن و میاب  
غیر خشکی کے برد چیسو دگر  
کہ عقل آید پشیمائے خور  
عقل ہائے پختہ حسرت میبرند  
گر از ان می شیر گیری شیر گہ  
ہمچوستان حقائق بدین  
اک تو ایں سو نیست آن سو گذار  
کہ بدیں سو گدہاں ہو سر فشاں  
چوں نداری مگر ہر جہاں  
شاید از مخلوق را شناسداو



در دے درخیکھے دپرش کنی

اینچیں فریہ تن لاغربا د

کے کند چوں آب پیندا و وفا

کام از ذوق تو ہم خوش کنی

پس پیک سوزن تھی گرد زیاد

کو زہا سازی زیر و ندرشتا

یہ بات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہوں کہا ہوا اظہر یا امیر کا اب حل سنو ای مدعی کا ذب  
یا اسے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور  
یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سیکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت  
ہوتی ہیں ان سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ و اہل علیہ السلام  
کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفیس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کتری تو یہ  
حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفیس جو ابتداءً کمزور تھا اب اس کو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ انکو صرف  
قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و موزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ  
انکو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جسکے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب  
جسکی بنا پر اس پر علوم و معارف فائز ہوتے ہیں جسکا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے اری یا کچھ حقیقت  
قرب ایک ہی فرد میں منہر نہیں کہ تو اس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اسکی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو  
اسی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سورہ پر بھی لیکن سورہ کیساتھ جو قرب خاص ہے وہ پہاڑ اور سورہ وغیرہ  
کے ساتھ نہیں اور اسکی انکو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ و تر شاخ خشک ہر دوسے قرب کے کیونکہ آفتاب  
و سورہ و تر و افشانی کر رہا ہے اور عجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ قرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل  
ہے کہ اس سے ٹھوکر پڑنے سے مرنے لگتا ہے جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملنے بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے  
صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جھنکے کام آؤ پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ  
کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات باطنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کیلئے بجز زیادتی نقص کے اور  
بہتر بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا  
مست ہو کہ ہوش آئیکے بعد زنا مت ہو بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ سب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلا کو حسرت  
ہوتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اسکا کوئی جرم مل جاتا۔ ارے تو تو ملی کی طرح چوتے تو پکڑ رہا ہے اور دنیا میٹ رہا ہے اگر تو  
شراب حق سے مست ہو تو شیر کو پکڑ لینے والی جو صدمہ بن اور دولت آخری حاصل کر اسے مجھے تو اس جام شراب

حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستون کی طرح کبھی ادھر کھڑا نہ ہو  
کبھی ادھر اسے یہ وقفہ تو ابھی ادھر ہی ہے ادھر کی توجہ ہو ابھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کو پہلے سے واقف ہوگا  
پھر شوق سے کبھی ادھر سر پہنکے گا کبھی ادھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سر اسر ادھر ہی ہے  
لہذا ابھی تو ادھر کی دیکھیں نہ مارا اور جب تو مرنے نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جان کنی ظاہر مت کر حاصل ہے کہ اگر کوئی آدمی  
واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب مضطرب نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات سنانہ و مخمورانہ غیر مضبوط صادر ہوں  
تو مضائقہ نہیں لیکن بننا نہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعوت اور تبلیغ ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا احادیث  
ہو گا تو دنیا دار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ فخر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا  
سے لے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو انکو زیر بات تیری  
تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کا تھم کر کے پٹنارے لیتا ہو اور تو اپنی مشک کو چونک مار کر بھر رہا ہے  
ایسی مشک ایک مہوئی چھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق نفس و ہم کی بنا پر ہے نہ کہ بنا  
پر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری سے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت  
ظاہر ہوتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے کہ ایسے دہوکے باز جو اظہار پارسا اور بیاطن شیطان ہیں و جنکی  
مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں ٹوٹا نازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی  
تلبیس سے رہائی پائیں اذہوکے باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا اور تو سوچو اگر جہالت میں  
تو نہ صرف کے گلاس بنا بھی لے تو کیا ہو اب انہیں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ ٹھہر ٹھہرا ہی سکتے ہیں فوراً حاصل جائیں  
گے یعنی اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری تلبیس قائم  
نہ رہ سکے گی۔

## شرح شبیری

تو تو ہم سب کئی از قرب حق کہ طبق گرد و رنہ و از طبق  
یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گرد و رنہ سے دور نہیں ہوتا۔

ایں نمی بینی کہ قرب اولیا صد کر امت وارد و کار و کیا

یعنی اسکو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کر امتیں اور بدو و شان بکھتا ہے طلب یہ کہ تجھے شاید غور  
ہو رہا ہے کہ جس طرح کہ صانع المصنوع کی من حیث الضافیہ قریب ہوتا ہے اس طرح چو کہ حق تعالیٰ سے قریب  
وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے قرب حق حاصل ہے تو اسے حاصل یہ تو جو کہ یہ قریب تو سب کو حاصل ہے نہ کہ حق

کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اُس قرب کا ہے جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب مجکو حاصل ہے تو بیشک مجکو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اسلئے کہ یہ قرب اولیا جو ہوتا ہے اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہو سکتا **اَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جَبَلٍ لِّوَلِيِّهِ** تو اس قرب پر غرہ نہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اس طرح قرب حق کا کسی نے دعویٰ کیا ہے مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواہر کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہونا بلکہ تو تو انکی ضد ہے تیری اور اُن کی تو یہ حالت ہے کہ

## اہن از داؤد مومے می شود موم در دست چو آہن می بود

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور یہ کہ ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمھاری ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

## قرب حق و رزق ہر جہاں است عام قرب حق عشق دارند ایں کرام

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور روحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب خاص اور قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جیسے حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے کلام اور اس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابلِ فخر نہیں ہے اسلئے کہ یہ تو عوام الناس کے حقے کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابلِ حصول ہے آگے خود ہی اُس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

## قرب ہر انواع باشد پدیر می زند خورشید کسار و زور

یعنی اسے باو اقرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کسار پر اور زور پر دونوں پر پڑتا ہے۔

## لیک قرب بہت یازر شیدرا کہ ازاں نبود خبر میردرا

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زرخیزاں ہے کہ اسکی خبر میرد کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی شاخیں سحرین زریں بھی پڑتی ہیں اور اوپر تیزوں مثل لکڑی وغیرہ کے انپر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بننا ہوا اور دیگر شیا یہ ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی ہونا بننا یا کتیرا دیکھو جس طرح کہ قرب سب کی ساتھ ہے

مگر پھر فرق ہے اسبطر حق تعالیٰ کو قربت عام سب کیساتھ ہے مگر کچھ بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جنکی ساتھ خصوصیت ہے اور اس قربت انکے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جنکے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

## شاخ خشک و تر قرب آفتاب آفتاب از ہر دو کے باز و حجاب

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

## لیک کو آن قربت شاخ طری کہ شمار پختہ از س می توری

یعنی لیکن وہ شاخ ترکی سی قربت کہاں ہے کہ اُس سے شمار پختہ تو کھاویگا مطلب یہ کہ وہ شاخ کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ ترکے قریب تو میوے کھانیکو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اُس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

## شاخ خشک از قربت آن آفتاب غیر زو تر خشک گشتن گو میاب

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کہ وکت پامطلب یہ کہ شاخ ترکو جو قرب حاصل ہے اُس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قریب سوائے اسکے کہ وہ جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسبطر جنکو کہ قرب خاص حاصل ہے انکے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جنکو کہ قرب عام حاصل ہے انکے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ

## بنگر اس کاں شاخ خشک از قرب نور غیر خشکی می برد چیر دگر

یعنی اسکو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب نور شید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لپاتی ہے یعنی بس اسکو ہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

## آن چہ حال مستی میباش ہے بخیر د کہ عقل آید پیشمانے برد

یعنی بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پیشمانی لجاوے مطلب یہ کہ مستی کی مست اختیار کرو کہ جب ہوش میں آؤ تو افسوس کرو کہ بنیہ کیا کیا۔

## بلکہ ان مستان کیوں و میخورند عقل اسنو پختہ مست میبرد

یعنی بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لیجاتے ہیں مطلب یہ کہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لیجاتے ہیں کہ افسوس ہم الیہ نہ ہوئے اور وہ مستی جب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچے ہو کہ بے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

**اے گرفتہ چو گرہ موش پیر** **گر تو زان می شیر گیری شیر گیر**

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بدھے چوہ کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہے اسکو ترک کر اسلئے کہ جب تو اس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کرو اور اس کو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

**اے نخوردہ از خیال جامیہیچ** **ہمچو مستان حقائق مریہیچ**

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پئے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح متا بیتھو مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام حجت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیایا ہے پھر تو ان حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اسلئے کہ تو نے تو کچھ پیایا ہی نہیں ہے۔

**می فتی ایں سو و آنسو مست ار** **اے تو ایں نیستت آنسو گزار**

یعنی اے شخص کہ تو مستی کی طرح ایدہ راودہر گر رہا ہے تو تو اسیر فتنہ انگذراں طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر کچھ ہوا ہے تجھے اُس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر اندا فضول مکر اور فریب مت کر۔

**گر بیداں سوراہ یابی بعد ازاں** **کہ بیدیں سو گم بیداں سو سرقتاں**

یعنی اگر تو اُس طرف راہ پالے تو اسکے بعد کبھی اُدہر اور کبھی اُدہر سر جھڑیے اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر توالیدہر اُدہر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

**جملہ نژیں سوئی ازاں سو گمپزن** **چوں نداری موت ہرزہ جاں کن**

یعنی تو تو بالکل اس طرف کلمے اُس جانب سو گمپمت مارا و جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد تیرے فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیرے منفذیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور کچھ تجھے ابھی مزید فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری فتنی کھلیاوے گی۔

## آن خضر جان کز اجل نہر اسداو شاید از مخلوق را نشناسداو

یعنی وہ خضر صبیح جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اسکو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہو اور اسکو اسقدر شوق لغا حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور انکو دنیا میں ہی مرتبہ فنا حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو پہچانیں تو کچھ عجب نہیں اسلئے کہ انکو اسکا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب و بیسیرج مگر یہ ایک بزرگ فوتاتے ہیں کہ سہ خرم آل روز کنیں منزل ویراں بردم چہ راحت جہاں طلسم وز پتے جاناں بردم نذر کردم کہ گراں بیدار یں غم روزے چہ تادور میکدہ شاداں و غراغواں بردم اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ انکو موت کے آئینکا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

## کام از ذوق تو ہم خوش کنی در دے در خیک خود پرش کنی

یعنی بناو کہ ذوق تو ہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

## پس بیک سوزن تہی گردی نہاد ایچین فریتن لاغرمبدا

یعنی بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاو لیگا ایسا فریتن (ظاہر ہیں) اور لاغر تن (حقیقت نہیں) خدا کریم ہے مطلب یہ کہ تو تو ہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور بھول رہا ہے کہ تجھ کو قرب حق حاصل ہے مگر یاد ہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے بھگاو لیگی اگر اُدھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاو گی اور سارا قرب و ہزار ہجاو لیگا آگے اسکی حالت کی سیرج الزوال ہو نیو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

## کوزہ سازی ز برف اندر شتا کے کند چوں تاب بینداں وفا

یعنی اگر تم جارے میں برتن بنا لو تو وہ جب گرمی بھگیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنا لو تو ان کو دیکھ کر اگر پہ کوئی اسوقت دھوکہ کھا جاوے گا مگر جب گرمی آنکو پہچنے گی تو یقیناً سب کچھ باؤں گے اور تمھاری قلعی کھلیا وے گی اسی طرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمھاری ساری قلعی کھلیا وے گی اور سب کو خام ہو جاو لیگا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طو اس صفت بنے کا دعویٰ کیا جب اس سے کہا گیا کہ اچھا مور کی طرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اسکی قلعی کھل گئی اور ذلیل ہو ایمان فرماتے ہیں

تمام شد نصف تقریبی پنج اول از دفتر ثالث کلید فتویٰ

نے

کے دس سال کے فتاویٰ کا مجموعہ

مستشفى بیهوشی و تنفسی خامنه

مع المحققات

عرصہ ہوا کہ امداد الفتاویٰ کی چار جلدیں اور ایک چلتی بٹیک مجموعہ میں ابتدا سے زمانہ تحصیل علوم مقام دیوبند یعنی ۱۳۳۵ھ کے قبل سے ۱۳۳۷ھ تک کل تقریباً (۲۷) سال کے فتاویٰ درج ہیں شائع ہوئے تھے اس کے بعد چونکہ تھانہ جموں سے ماہواری رسائل الامداد والنور کے بعد دیگرے شائع ہونے لگے تو ان کے مدیر و فکی درخواست پر امداد الفتاویٰ بھی ان ہی رسائل میں شائع ہوتا رہا اور انور میں اب بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن خود ان رسائل کا جمع کرنا یہ شخص کیلئے آسان نہ تھا بلکہ چونکہ بعض رسائل کے ختم ہوجانے کے ان کا جمع کرنا ناممکن ہو گیا تھا اسلئے شائقین کی رغبت و ہجرت مناسب معلوم ہوا کہ ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۴۲ھ کے ختم تک کل دس سال کے فتاویٰ کو یکجا جمع کر کے مثل دیگر حصوں کے شائع کر دیا جاوے تاکہ ان کا فسخ عام و قوام ہو جاوے اور اس کیساتھ حوادث الفتاویٰ و مترجم الرانج کے مجموعہ کو بھی شامل کر دیا جاوے۔ حوادث الفتاویٰ وہ فتاویٰ ہیں جو اس زمانہ کی جدید تحقیقات و مصنوعات وغیرہ کے متعلق سوالات آتے ہیں ان کے جوابات ہیں یہ احکام اس مجموعہ کے ہوا یہ سب بڑے بڑے فتاویٰ میں بھی نہ ملیں گے۔

اور ترجیح الراجح جس گزشتہ لکے ہوئے فتاویٰ میں حضرت مفتا فاضل دام ظلہم نے کچھ ترمیم فرمائی یا کوئی قید وغیرہ بڑھائی ہے  
انکا مجموعہ ہے۔ غرض یہ ایک معتبر و مستند فتاویٰ کا مجموعہ ہے جسکی شان صاحب فتاویٰ دام ظلہم کی طرف نسبت سہی ظاہر ہے  
لہذا اگر اس مجموعہ کے پائنتو خرید راستہ ہو چلوں گے کہ اس وقت صرف پانچ نام درج کر دیں گے بعد طبع ہم خریدیں گے تو اس  
مجموعہ کو طبع کروایا جاوے۔ ضمیمہ کا اندازہ چہ سو سیاست و صفحات ہے کاغذ سفید لکھائی چھپائی انشاء اللہ نہایت عمدہ  
ہوگی۔ قیمت مبلغ چار روپیہ آٹھ آنہ (لکھ) مقرر ہے۔ اور جو حضرات پیشگی نام لکھا دیں گے ان کیلئے تین روپیہ آٹھ آنہ (سیسے)  
مقرر ہے امید کہ شائقین بہت جلد نام لکھا کر اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں گے محمد ولید اک (جد کا اندازہ بارہ آنہ) ۱۲

۱۰۔ کیمفٹ ملنے کی ترکیب

پھر صاحب کو شش فمار اس مجموعہ کے دس خریداریا فرمائی گئیں اور ان سے قیمت وصول ہو جاوے گی یا نو دس جلدیں ایک دس خریداریہ  
قوان سائی یا خریداریہ والا ایک نیا جلد تیار ہوا جس سے اضافہ الفتاویٰ کی مفت پیش کیا ہوگی صرف محصول کی بقدر وی بی کی ہوا ہوگا۔

احقر شبیر علی عفی عنہ مدیر رسالہ النور و مالک اشرف المطابع بنمایا بھوں ضلع مظفرنگر





CALL No.

ACC. NO.

AUTHOR

TITLE

191/55118

194

DATE

NO.

DATE

NO.



MAULANA AZAD LIBRARY  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES :- PERSIAN BOOKS

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Rs. 1-00** per volume per day shall be charged for text-book and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.

